بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

اور ہم نے آپ کی طرف یہ نصیحت اتاری تاکہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دیں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ (النحل: 44)

قرآنی آیات اور صحیح احادیث

پر مشتمل

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد چہارم

سورۃ النور تا سورۃ الشوریٰ

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد رحمہ اللہ

تفسیر
ابو نعمان سیف اللہ خالد رحمہ اللہ

نام کتاب

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد چہارم

سورۃ النور تا سورۃ الشوریٰ

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد ﷾

تفسیر
ابونعمان سیف اللہ خالد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ پر مشتمل

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد چہارم

سورۃ النور تا سورۃ الشوریٰ

ترجمہ

حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

تفسیر

ابونعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ

دار الاندلس

4- لیک روڈ، چوبرجی لاہور

Ph: +92-42-37230549 Fax: +92-42-37242639

فہرست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا وَ اَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ①

''(یہ) ایک سورت ہے، ہم نے اسے نازل کیا اور ہم نے اسے فرض کیا اور ہم نے اس میں واضح آیات اتاری ہیں، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

کلمہ ''سُوْرَةٌ'' کو نکرہ لانے سے مقصود نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو متنبہ کرنا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، یہ محمد ﷺ یا کسی اور انسان کا کلام نہیں ہے اور اس میں جو احکام بیان کیے گئے ہیں وہ بہت ہی اہم ہیں اور ان پر عمل کرنا فرض ہے، نیز وہ احکام بہت ہی واضح ہیں، ان کے سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آیات قرآنیہ کا اصل مقصد نصیحت حاصل کرنا ہے، اگر کوئی شخص آیات ربانیہ کو پڑھتا تو ہے، لیکن ان سے نصیحت حاصل نہیں کرتا، تو وہ نزولِ قرآن کے مقصد کو پورا نہیں کرتا۔ محض الفاظ کو دہرانے سے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا، جب تک ان الفاظ کو سمجھ کر ان پر عمل نہ کیا جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۲۱] ''وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی ہے، اسے پڑھتے ہیں جیسے اسے پڑھنے کا حق ہے، یہ لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کوئی اس کے ساتھ کفر کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَ لْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲

''جو زنا کرنے والی عورت ہے اور جو زنا کرنے والا مرد ہے، سو دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور تمھیں ان کے متعلق اللہ کے دین میں کوئی نرمی نہ پکڑے، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور لازم ہے کہ ان کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود ہو۔''

اس آیت کریمہ میں زانی کی حد کو بیان کیا گیا ہے اور اس مسئلے میں تفصیل ہے کہ زانی یا تو کنوارا ہوگا، یعنی اس نے شادی نہیں کی ہوگی یا وہ محصن ہوگا۔ محصن سے مراد وہ ہے جس نے نکاح صحیح میں مباشرت کی ہو اور وہ آزاد، بالغ اور عاقل ہو، اگر وہ کنوارا (غیر شادی شدہ) ہو تو اس کی حد سو دُرّے ہے، جیسا کہ اس آیت کریمہ میں مذکور ہے، علاوہ ازیں اسے اپنے شہر سے جلاوطن بھی کر دیا جائے گا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ہم لوگوں کا فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق کر دیجیے۔ یہ سن کر اس کا فریقِ مخالف کھڑا ہوا اور وہ اس کی نسبت زیادہ سمجھ دار تھا، اس نے کہا، یا رسول اللہ! یہ سچ کہتا ہے، بے شک میرا اور اس کا فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق کر دیجیے اور مجھے اجازت دیجیے (کہ میں صورت حال بیان کروں) آپ نے فرمایا: ''ہاں بیان کرو۔'' وہ کہنے لگا، میرا بیٹا اس کے گھر میں کام کاج کے لیے نوکر تھا، وہ اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر بیٹھا۔ (اب اس نے میرے بیٹے کو پکڑ لیا اور) میں نے اسے سو بکریاں اور ایک غلام دے کر چھڑا لیا۔ پھر (جو بعد میں) میں نے علماء سے مسئلہ پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑے پڑیں گے اور وہ ایک سال کے لیے جلاوطن ہوگا اور اس کی بیوی سنگسار ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کروں گا، وہ یہ کہ سو بکریاں اور غلام تجھ کو واپس کیا جائے گا اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے پڑیں گے اور وہ ایک سال کے لیے جلاوطن ہوگا اور اے انیس! تم کل صبح اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ، اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اس کو رجم کر دو۔'' چنانچہ سیدنا انیس رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے تو اس نے زنا کا اقرار کیا اور یوں سیدنا انیس رضی اللہ عنہ نے اس کو سنگسار کر دیا۔ [بخاری، کتاب الحدود، باب هل يأمر الإمام رجلًا فيضرب الحد غائبًا عنه : ۶۸۵۹، ۶۸۶۰۔ مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى : ۱۶۹۷، ۱۶۹۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جو غیر شادی شدہ ہو اور زنا کرے یہ فیصلہ کیا کہ اس کو ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے اور حد لگائی جائے۔ [بخاری، کتاب الحدود، باب البكران يجلدان وينفيان ...... الخ : ۶۸۳۳]

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ اس شخص کے لیے جو کنوارا ہو اور زنا کرے یہ حکم دیتے تھے کہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لیے جلا وطن کر دیا جائے۔[بخاری، کتاب الحدود، باب البکران یجلدان وینفیان ...... الخ : ٦٨٣١]

یہ احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ زانی اگر غیر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا جلاوطنی کے ساتھ ایک سو دُرّے بھی ہے اور اگر وہ محصن ہو، یعنی اس نے نکاح صحیح میں مباشرت کی ہو اور وہ آزاد، بالغ اور عاقل ہو تو اس کی سزا رجم ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب کہ وہ منبر رسول ﷺ پر تشریف فرما تھے، اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان پر کتاب کو نازل کیا، تو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (یعنی قرآن مجید) اس میں سنگسار سے متعلق آیت بھی تھی، ہم نے اس کو پڑھا، اس کا مطلب سمجھا اور اس کو یاد رکھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے (زنا کرنے والے کو) رجم کیا اور ہم لوگ بھی آپ کی وفات کے بعد (زانی کو) رجم کرتے رہے ہیں، لیکن مجھے خدشہ ہے کہ کہیں ایک مدت گزر جانے کے بعد کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ اللہ کی قسم! رجم کا حکم تو ہم کتاب اللہ (یعنی قرآن مجید) میں نہیں پاتے اور یوں وہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرض جس کو اس نے اتارا، ترک کر کے گمراہ ہو جائے۔ دیکھو! جو فرد خواہ وہ مرد ہو یا عورت، شادی شدہ ہو کر زنا کرے تو اللہ کی کتاب میں اس پر رجم برحق ہے، اس وقت جب کہ زنا واضح دلیل (چار گواہوں کی شہادت) سے، یا حمل سے، یا اقرار سے ثابت ہو جائے۔[بخاری، کتاب الحدود، باب رجم الحبلی فی الزنا إذا أحصنت : ٦٨٣٠۔ مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الثیب فی الزنی : ١٦٩١]

زنا کی سزا کے لیے چار مرتبہ زنا کا اعتراف کرنا بھی کافی ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ مسجد میں تھے کہ اتنے میں ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پکار کر کہنے لگا، یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، وہ اس طرف آیا جدھر آپ نے منہ پھیر لیا تھا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر وہ اس طرف آیا جس طرف آپ نے منہ پھیرا تھا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ جب چار مرتبہ اس نے زنا کا اقرار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے پاس بلایا اور پوچھا: ”تو دیوانہ تو نہیں ہے؟“ کہنے لگا، نہیں یا رسول اللہ! میں دیوانہ نہیں ہوں۔ آپ نے پوچھا: ”کیا تو شادی شدہ ہے؟“ کہنے لگا، جی ہاں! یا رسول اللہ! پھر آپ نے صحابہ کو حکم دیا: ”اسے لے جاؤ اور رجم کر دو۔“[بخاری، کتاب الحدود، باب سؤال الإمام المقر هل أحصنت : ٦٨٢٥]

اگر کنواری لونڈی زنا کرے تو اس کو کوڑے مارے جائیں اور اگر وہ دوبارہ زنا کرے تو اسے پھر کوڑے مارے جائیں، اگر وہ پھر زنا کرے تو اسے کوڑے مارے جائیں اور اسے فروخت کر دیا جائے، چاہے اسے ایک رسی کے عوض ہی کیوں نہ بیچنا پڑے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس لونڈی کے متعلق

پوچھا گیا جو شادی شدہ نہ ہو اور زنا کرے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے لگاؤ، پھر اگر زنا کرے تو پھر کوڑے لگاؤ، اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے لگاؤ اور اس کو بیچ دو، خواہ ایک رسی کے عوض ہی کیوں نہ بیچنا پڑے۔'' [بخاری، کتاب الحدود، باب إذا زنت الأمة : ٦٨٣٧، ٦٨٣٨]

اگر زانیہ ایسی حالت میں ہو کہ کوڑے مارنے سے ہلاکت کا ڈر ہو تو کوڑے مارنے میں تاخیر کرنی چاہیے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی لونڈی اور غلاموں کو حد لگاؤ، خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا کنوارے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لونڈی نے زنا کیا تو آپ نے مجھے اسے حد لگانے کا حکم دیا، حالانکہ اسے ابھی حال ہی میں وضع حمل ہوا تھا، میں ڈرا کہ کہیں کوڑے مارنے سے یہ مر ہی نہ جائے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم نے اچھا کیا۔'' [مسلم، کتاب الحدود، باب تأخير الحد عن النفساء : ١٧٠٥]

اگر زانیہ حاملہ ہو تو جب تک وضع حمل نہ ہو اور بچے کا دودھ نہ چھڑا دیا جائے اسے سنگسار نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک غامدیہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی، اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے، مجھے پاک کر دیجیے، آپ نے اس کو واپس بھیج دیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ مجھے کیوں لوٹاتے ہیں؟ شاید آپ اسی طرح لوٹانا چاہتے ہیں، جیسے آپ نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو لوٹایا تھا، لیکن اللہ کی قسم! میں تو حاملہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا اگر تو نہیں لوٹتی (اور توبہ کی بجائے رجم کے ذریعے سے پاک ہونا چاہتی ہے) تو جا بچہ جننے کے بعد آنا، چنانچہ جب اس نے بچہ جن لیا، وہ اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر آپ کے پاس لائی اور کہنے لگی کہ میں نے یہ بچہ جن لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جا اس کو دودھ پلا اور جب اس کا دودھ چھڑا لے تو تب آنا۔'' پھر جب اس نے بچے کا دودھ چھڑا دیا تو وہ اس کو لے آئی، یوں کہ اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا اور اب یہ کھانا کھانے لگا ہے۔ آپ نے وہ بچہ ایک مسلمان کے حوالے کر دیا۔ بعد ازاں اس کے سینے تک ایک گہرا گڑھا کھودا گیا اور پھر آپ نے اس کے رجم کرنے کا حکم دیا تو لوگوں نے اسے سنگسار کر دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر اس کے سر پر مارا تو خون کے چھینٹے اڑ کر خالد رضی اللہ عنہ کے منہ پر گرے۔ اس پر خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو برا بھلا کہا اور ان کا یہ برا بھلا کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا، آپ نے فرمایا: ''خبردار! اے خالد! (ایسا مت کہو) اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ناجائز محصول لینے والا بھی ایسی توبہ کرے تو اس کا گناہ بھی بخش دیا جائے۔'' پھر آپ نے حکم دیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور وہ دفن کر دی گئی۔ [مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى : ٢٣/١٦٩٥]

زانی اور زانیہ کو سنگسار کرتے وقت ایک گڑھے میں کھڑا کر دیا جائے، جس کی گہرائی ان کے سینوں تک ہو، جیسا کہ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول!

میں نے اپنی جان پر ظلم کیا کہ میں زنا کر بیٹھا، اب میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک فرما دیں۔ آپ نے ان کو واپس کر دیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو وہ پھر آئے اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے، آپ نے پھر ان کو واپس کر دیا۔ اس کے بعد ان کی قوم کے پاس کسی کو بھیجا اور فرمایا: ''کیا تم ان کی عقل میں کچھ فتور پاتے ہو اور کیا تم نے ان کی کوئی ناگوار بات دیکھی ہے؟'' انھوں نے کہا، ہم نے تو کوئی فتور نہیں دیکھا اور جہاں تک ہم سمجھتے ہیں یہ ہمارے اچھے لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ پھر تیسری بار ماعز آئے۔ آپ ﷺ نے ان کی قوم کے پاس پھر کسی کو بھیجا اور انھوں نے پھر یہی کہا کہ ان کو کوئی بیماری نہیں اور نہ ان کی عقل میں کچھ فتور ہے، چنانچہ جب چوتھی بار وہ آئے تو آپ نے ایک گڑھا ان کے لیے کھدوایا اور پھر حکم دیا تو وہ رجم کر دیے گئے۔ [مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنٰی : ۲۳/۱۶۹۵]

اگر زنا کا اعتراف کرنے والا سنگسار کرتے وقت بھاگے اور چیخے چلائے تو اسے حاکم کے پاس لے آنا چاہیے، جیسا کہ حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب کہتے ہیں کہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور ان سے ذکر کیا کہ قبیلۂ اسلم کے چند لوگ حدیث بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ جب ماعز کو پتھر لگنے لگے تو وہ ان کی چوٹ برداشت نہ کر سکا تو آپ نے فرمایا: ''تم نے ان کو چھوڑ کیوں نہ دیا'' میں اس حدیث کو سمجھ نہیں سکا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے میرے بھتیجے! میں اس حدیث کو خوب جانتا ہوں، میں ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے ماعز کو سنگسار کیا تھا۔ جب ہم ان کو لے کر گئے اور ان کو سنگسار کرنے لگے تو جب ان کو پتھروں سے تکلیف پہنچی تو وہ چلائے اور انھوں نے کہا، اے لوگو! مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس لے چلو، کیونکہ میری قوم نے مجھے دھوکا دیا اور مجھے قتل کروا دیا، انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ مجھے قتل نہیں کریں گے، لیکن ہم لوگ ان سے جدا نہیں ہوئے جب تک کہ انھیں مار نہیں ڈالا۔ پھر جب ہم لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا اور میرے پاس کیوں نہیں لے آئے۔'' (غرض یہ تھی کہ) آپ ﷺ اسے ثابت قدم رہنے کا کہتے (کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں بہت ہلکا ہے) یہ مفہوم نہیں تھا کہ آپ نے حد چھوڑ دینے کی غرض سے یہ کہا ہو۔ تو تب میں (یعنی حسن بن محمد) حدیث کا مفہوم سمجھ سکا۔ [أبو داوٗد، کتاب الحدود، باب رجم ماعز بن مالك : ٤٤٢٠]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہودی مرد اور عورت کو لایا گیا جنھوں نے آپس میں زنا کیا تھا۔ آپ نے ان سے دریافت کیا: ''تم (رجم کے بارے میں) اپنی کتاب (تورات) میں کیا حکم پاتے ہو؟'' انھوں نے بتایا کہ ہمارے علماء بیان کرتے ہیں کہ (تورات میں اس کی سزا یہ ہے کہ) چہرے کو سیاہ کر کے گدھے پر الٹا سوار کیا جائے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! ان سے کہیں کہ تورات لائیں۔ چنانچہ وہ تورات لائے، انھوں نے اسے کھولا تو ان میں سے ایک شخص نے رجم والی آیت پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور آیت کے ماقبل اور

ما بعد کو پڑھا (یعنی رجم کی آیت کو نہ پڑھا)۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا، تم اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ چنانچہ اس نے ہاتھ اٹھایا تو وہاں رجم کی آیت موجود تھی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے بارے میں (رجم کا) حکم فرمایا اور ان کو رجم کر دیا گیا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ دونوں بلاط کے پاس رجم کیے گئے اور میں نے دیکھا کہ یہودی یہودن (کو بچانے کے لیے اس) پر جھک گیا تھا۔[بخاری، كتاب الحدود، باب الرجم فى البلاط : ۶۸۱۹]

وَلَا تَأۡخُذۡكُم بِهِمَا رَأۡفَةٞ فِي دِينِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ : اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مسلم معاشرے کو بدکاری و فحاشی سے پاک کرنے کے لیے زنا کا ارتکاب کرنے والے مردوں اور عورتوں پر قرآن وسنت سے ثابت شدہ حد کو ضرور نافذ کریں اور شیطان کے ورغلانے میں آ کر ان پر رحم کھاتے ہوئے شرعی حد کے نفاذ میں لیت ولعل سے کام نہ لیں۔ حدود الٰہی سے متعلق اس کی بہترین مثال اس حدیث سے واضح ہے جسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش کو ایک مخزومی عورت (کے معاملے) نے، جو چوری کا ارتکاب کر بیٹھی تھی، پریشانی میں مبتلا کر دیا اور انھوں نے آپس میں کہا کہ کون ہے جو اس عورت کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرے، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا؟ (کیونکہ) وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے ہیں۔ چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے گفتگو کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اے اسامہ!) کیا تو اللہ کی حدوں میں سے ایک حد میں سفارش کرتا ہے؟'' پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں فرمایا: ''لوگو! تم سے پہلے لوگوں کو اسی چیز نے ہلاک کیا کہ ان میں سے کوئی بلند رتبہ آدمی چوری کر لیتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی غریب آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے تھے۔ (سنو!) اللہ کی قسم! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کر لے تو ضرور میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔'' [بخاری، كتاب الحدود، باب كراهية الشفاعة فى الحد إذا رفع إلى السلطان : ۶۷۸۸ ـ مسلم، كتاب الحدود، باب قطع السارق الشريف وغيره ...... الخ : ۱۶۸۸]

ٱلزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوۡ مُشۡرِكَةٗ وَٱلزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَآ إِلَّا زَانٍ أَوۡ مُشۡرِكٞۚ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ۝٣

''زانی نکاح نہیں کرتا مگر کسی زانی عورت سے، یا کسی مشرک عورت سے، اور زانی عورت، اس سے نکاح نہیں کرتا مگر کوئی زانی یا مشرک۔ اور یہ کام ایمان والوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔''

اس کے مفہوم میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ غالب احوال کے اعتبار سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ عام طور پر بدکار قسم کے لوگ نکاح کے لیے اپنے ہی جیسے لوگوں کی طرف رجوع کرتے ہیں، چنانچہ زانیوں کی اکثریت زانیوں ہی کے ساتھ نکاح کرنا پسند کرتی ہے اور مقصود اس سے اہل ایمان کو متنبہ کرنا ہے کہ جس طرح زنا ایک نہایت قبیح اور بڑا گناہ ہے، اسی طرح زنا کاروں کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات قائم کرنا بھی منع اور حرام ہے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس مفہوم کو راجح قرار دیا ہے اور احادیث میں اس کا جو سبب نزول بیان کیا گیا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ ایک شخص نے بدکار عورت سے نکاح کرنے کی اجازت طلب کی جس پر آیت نازل ہوئی، یعنی انھیں ایسا کرنے سے روک دیا گیا۔ اسی سے استدلال کرتے ہوئے علماء نے کہا ہے کہ ایک شخص نے جس عورت سے یا عورت نے جس مرد سے بدکاری کی ہو، ان کا آپس میں نکاح جائز نہیں۔ ہاں اگر وہ خالص توبہ کر لیں تو پھر ان کے درمیان نکاح جائز ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہاں نکاح سے مراد معروف نکاح نہیں ہے، بلکہ یہ جماع کے معنی میں ہے اور مقصد زنا کی شناعت و قباحت بیان کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بدکار مرد اپنی جنسی خواہش کی ناجائز طریقے سے تسکین کے لیے بدکار عورت کی طرف اور اسی طرح بدکار عورت بدکار مرد کی طرف رجوع کرتی ہے، مومنوں کے لیے ایسا کرنا، یعنی زنا کاری حرام ہے۔ مشرک مرد و عورت کا ذکر اس لیے کر دیا کہ شرک بھی زنا سے ملتا جلتا گناہ ہے، جس طرح مشرک اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کے در پر جھکتا ہے اسی طرح ایک زنا کار اپنی بیوی کو چھوڑ کر یا بیوی اپنے خاوند کو چھوڑ کر غیروں سے اپنا منہ کالا کرتی ہے۔ یوں مشرک اور زانی کے درمیان ایک عجیب معنوی مناسبت پائی جاتی ہے۔

مندرجہ ذیل آیات اور احادیث سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ﴾ [النور : ۲٦] ”گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ﴾ [النساء : ۲۵] ”جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ چھپے یار بنانے والی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَ اللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَ يُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۲۱] ”اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور یقیناً ایک مومن لونڈی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ تمھیں اچھی لگے اور نہ (اپنی عورتیں) مشرک مردوں کے نکاح میں دو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور یقیناً ایک مومن غلام کسی بھی مشرک مرد سے بہتر ہے، خواہ وہ تمھیں اچھا معلوم ہو۔ یہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور لوگوں کے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ام مہزول نامی ایک بدکار

عورت سے نکاح کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ [النور : ۳] ''زانی نکاح نہیں کرتا مگر کسی زانی عورت سے، یا کسی مشرک عورت سے، اور زانی عورت، اس سے نکاح نہیں کرتا مگر کوئی زانی یا مشرک۔ اور یہ کام ایمان والوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔'' [مسند أحمد : ۱۵۹/۲، ح : ٦٤٨٧]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ مکہ سے مسلمان قیدیوں کو اٹھا کر مدینہ پہنچایا کرتے تھے۔ عناق نامی ایک بدکردار عورت مکہ میں رہا کرتی تھی اور جاہلیت کے زمانے میں ان کا اس عورت کے ساتھ تعلق رہا تھا۔ مرثد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ کے ایک قیدی سے مدینہ پہنچانے کا وعدہ کیا، پھر جب میں قیدی کو لینے مکہ گیا تو میں ایک باغ کی دیوار کے نیچے تھا، رات کا وقت تھا اور چاندنی پھیلی ہوئی تھی، اتفاق سے عناق آ پہنچی، اس نے دیوار کے پاس میرا سایہ دیکھا، پھر میرے قریب آئی اور مجھے پہچان لیا اور آواز دے کر کہا کہ کیا مرثد ہے؟ میں نے کہا، ہاں، مرثد ہوں۔ اس نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھ سے کہنے لگی، چلو! رات میرے ہاں گزارنا۔ میں نے کہا، عناق! اللہ تعالیٰ نے زنا کاری حرام کر دی ہے۔ (جب وہ مایوس ہو گئی) تو اس نے (مجھے پکڑوانے کے لیے) کہا اے خیمے والو! یہی ہے جو تمھارے قیدیوں کو چرا کر لے جایا کرتا ہے۔ لوگ جاگ اٹھے اور آٹھ آدمی مجھے پکڑنے کے لیے میرے پیچھے دوڑے۔ میں خندق کے راستے بھاگا اور ایک غار میں جا چھپا، لیکن لوگ بھی میرے پیچھے پیچھے آئے اور میرے سر کے اوپر کھڑے ہو گئے اور وہیں پیشاب کرنے لگے، ان کا پیشاب میرے سر پر آ رہا تھا، لیکن اللہ نے انھیں اندھا کر دیا اور ان کی نگاہ مجھ پر نہ پڑی۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور میں بھی اپنے اس (قیدی) ساتھی کے پاس آیا اور اسے اٹھایا، وہ بھاری بدن کے تھے اور جب میں اذخر میں پہنچا تو تھک گیا، اب میں نے ان کو کمر سے اتارا، ان کے بندھن کھول کر انھیں آزاد کر دیا اور انھیں بھی اٹھاتا اور چلاتا مدینے پہنچ گیا۔ اب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے دو دفعہ عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا میں عناق سے شادی کر لوں؟ لیکن آپ خاموش رہے، آپ نے کوئی جواب نہ دیا، حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ [النور : ۳] ''زانی نکاح نہیں کرتا مگر کسی زانی عورت سے، یا کسی مشرک عورت سے، اور زانی عورت، اس سے نکاح نہیں کرتا مگر کوئی زانی یا مشرک۔ اور یہ کام ایمان والوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا: ''اے مرثد! (زانیہ سے نکاح زانی یا مشرک ہی کرتا ہے) تو اس سے نکاح کا ارادہ چھوڑ دے۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة النور : ۳۱۷۷۔ أبو داوٗد، کتاب النکاح، باب فی قوله تعالٰی : ﴿ الزانی لا ینکح إلا زانیة ﴾ : ۲۰۵۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ زانی جسے کوڑے لگ چکے ہوں وہ اپنے ہی جیسی کسی عورت سے شادی کرے گا۔“ [أبو داوٗد، کتاب النکاح، باب فی قوله تعالٰی : ﴿ الزانی لا ینکح إلا زانیة ﴾ : ۲۰۵۲]

وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

”اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لائیں تو انھیں اسی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہی نافرمان لوگ ہیں۔ مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کریں اور اصلاح کر لیں تو یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا بہت بڑا جرم ہے، جو شخص پاکدامن عورت پر تہمت لگائے اس کو چار گواہ پیش کرنا ہوں گے، اگر وہ چار گواہ پیش نہ کر سکے تو وہ جھوٹا تصور کیا جائے گا اور اس کو تہمت لگانے کے جرم میں اسی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے، اس کی گواہی پھر کسی بات یا مقدمہ میں قبول نہیں کی جائے گی۔ البتہ جو شخص تہمت لگائے اور سزا پانے کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کرے کہ وہ آئندہ کسی پر تہمت نہیں لگائے گا تو پھر اسے فاسق نہیں سمجھا جائے گا اور اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔

پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا کبیرہ گناہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [النور : ۲۳] ”بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تباہ و برباد کرنے والے سات گناہوں سے بچو۔“ لوگوں نے عرض کی، وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس جان کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھا جانا، جنگ کے دن پیٹھ دکھانا اور مومن و پاک دامن بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگانا۔“ [بخاری، کتاب الحدود، باب رمی المحصنات ...... الخ : ۶۸۵۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو کوئی اپنے غلام پر (بدکاری کی) تہمت لگائے، جبکہ وہ اس سے پاک ہو تو قیامت کے دن اس کو کوڑے پڑیں گے، سوائے اس صورت کے کہ وہ غلام ایسا ہی ہو جیسا اس نے کہا۔“ [بخاری، کتاب الحدود، باب قذف العبید : ۶۸۵۸]

وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَ الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَ يَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝

’’اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس کوئی گواہ نہ ہوں مگر وہ خود ہی تو ان میں سے ہر ایک کی شہادت اللہ کی قسم کے ساتھ چار شہادتیں ہیں کہ بلاشبہ یقیناً وہ سچوں سے ہے۔ اور پانچویں یہ کہ بے شک اس پر اللہ کی لعنت ہو، اگر وہ جھوٹوں سے ہو۔ اور اس (عورت) سے سزا کو یہ بات ہٹائے گی کہ وہ اللہ کی قسم کے ساتھ چار شہادتیں دے کہ بلاشبہ یقیناً وہ (مرد) جھوٹوں سے ہے۔ اور پانچویں یہ کہ بے شک اس (عورت) پر اللہ کا غضب ہو، اگر وہ (مرد) سچوں سے ہو۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، کمال حکمت والا ہے (تو جھوٹوں کو دنیا ہی میں سزا مل جاتی)۔‘‘

ان آیات میں اس آدمی کا حکم بیان کیا گیا ہے جو اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اپنی سچائی پر چار گواہ پیش نہ کر سکے۔ ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ اس عورت کو حاکم کے پاس لے جائے اور اس پر جو تہمت لگائی ہے اسے دہرائے، تو حاکم اس سے کہے گا کہ وہ چار بار گواہی دے کہ اس نے اپنی بیوی پر جو تہمت لگائی ہے اس میں سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس گواہی کے بعد وہ عورت جمہور علماء کے نزدیک اپنے شوہر کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی اور اس عورت پر حد زنا واجب ہو جائے گی۔ الا یہ کہ وہ عورت بھی چار بار گواہی دے کہ اس کے شوہر نے اس پر جو تہمت لگائی ہے وہ اس پر بہتان ہے اور اس کا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اگر وہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تشریعی حکم اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے، اس لیے کہ اس کے ذریعے سے اس نے مسلمانوں کو ایک بہت بڑی اجتماعی مشکل کا حل بتایا اور جھوٹے کی فضیحت کے بجائے اس کی پردہ پوشی کر دی، ممکن ہے کہ مستقبل میں وہ اپنی حالت سدھارے اور اللہ کے سامنے صدق دل سے تائب ہو کر اپنی عاقبت اچھی بنا لے، اس لیے کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا اور بڑی حکمتوں والا ہے۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عویمر، عاصم بن عدی کے پاس آیا، جو بنی عجلان قبیلے کا سردار تھا، اس نے پوچھا، اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی اجنبی شخص کو پائے تو تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ کیا وہ اس کو مار ڈالے؟

(اگر وہ ایسا کرے تو) پھر تم اس کو (قصاص میں) مار ڈالو گے، تو پھر آخر وہ کیا کرے؟ عویمر نے کہا، عاصم! تم میرے لیے یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھو۔ عاصم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے آپ سے دریافت کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے سوالات کو برا سمجھا۔ جب عویمر نے عاصم سے پوچھا تو عاصم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے سوالوں کو پسند نہیں فرمایا۔ عویمر نے کہا، اللہ کی قسم! میں تو اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر رہوں گا۔ آخر عویمر آیا اور اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو دیکھے تو وہ کیا کرے؟ اگر وہ اس کو مار ڈالے تو آپ اس کو (قصاص میں) مار ڈالیں گے، تو پھر وہ کیا کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں قرآن اتارا ہے۔'' پھر آپ نے عورت اور مرد دونوں کو لعان کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح سے جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔ عویمر نے اپنی بیوی سے لعان کیا، پھر کہنے لگا، یا رسول اللہ! اگر میں اب اس عورت کو رکھوں تو میں نے اس پر ظلم کیا۔ الغرض عویمر نے اس کو طلاق دے دی۔ پھر اس کے بعد لعان کرنے والوں کے درمیان یہی طریقہ قائم ہو گیا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله عزوجل : ﴿والذين يرمون أزواجهم ولم يكن لهم شهداء ...... الخ ﴾ : ٤٧٤٥۔ مسلم، كتاب اللعان : ١٤٩٢]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کی نسبت سے تہمت لگائی، رسول اللہ ﷺ نے ہلال سے فرمایا: ''تم (چار) گواہ لاؤ، نہیں تو تمھاری پیٹھ پر حد قذف لگائی جائے گی۔'' انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی کو برا کام کرتے ہوئے دیکھے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈتا پھرے؟ تاہم رسول اللہ ﷺ یہی کہتے رہے: ''گواہ لاؤ، ورنہ تمھاری پیٹھ پر حد لگے گی۔'' ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا، اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ضرور کوئی ایسا حکم اتارے گا جس سے میری پیٹھ سزا سے بچ جائے گی۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام اترے اور یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ [النور : ٦] ''اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس کوئی گواہ نہ ہوں مگر وہ خود ہی تو ان میں سے ہر ایک کی شہادت اللہ کی قسم کے ساتھ چار شہادتیں ہیں کہ بلاشبہ یقیناً وہ سچوں سے ہے۔'' رسول اللہ ﷺ جب (ان آیتوں کے نزول کے بعد) فارغ ہوئے تو ہلال رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بلوایا۔ ہلال نے لعان کی گواہیاں دیں اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: ''دیکھو! اللہ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے، تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کرتا ہے؟'' پھر عورت کھڑی ہوئی اور اس نے بھی گواہیاں دے دیں، جب پانچویں گواہی کا وقت آیا تو لوگوں نے اس کو روکا اور کہا، یہ پانچویں گواہی (اگر جھوٹ ہے) تو تجھے عذاب میں مبتلا کر دے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، یہ سن کر

وہ عورت ذرا جھجکی اور رک گئی، ہم سمجھے کہ وہ اقرار کر لے گی (لیکن ایسا نہیں ہوا) اس نے کہا کہ میں اپنی قوم کو تمام عمر کے لیے رسوا نہیں کر سکتی اور پانچویں گواہی بھی اس نے دے دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اب دیکھتے رہو، اگر اس کا بچہ کالی آنکھوں والا، موٹے سرین والا، موٹی پنڈلیوں والا پیدا ہوا تو وہ شریک بن سحماء کا نطفہ ہے۔'' پھر اس عورت کا بچہ اسی صورت کا پیدا ہوا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ کا لعان کے بارے میں یہ حکم نہ اترا ہوتا تو میرا اور اس عورت کا معاملہ (کچھ اور) ہوتا۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ ويدرؤا عنها العذاب ﴾ : ٤٧٤٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ! اگر میں اپنی بیوی کے پاس غیر مرد کو دیکھوں تو کیا اس کو چار گواہ لانے تک مہلت دوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' [مسلم، كتاب اللعان : ١٤٩٨/١٥]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بنی عجلان کے مرد اور عورت میں علیحدگی کرا دی اور (لعان سے پہلے) آپ نے فرمایا: ''اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے، تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کرتا ہے؟'' تاہم ان دونوں نے توبہ سے انکار کیا۔ نبی ﷺ نے پھر فرمایا: ''اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے، تو کیا کوئی توبہ کرتا ہے؟'' ان دونوں نے پھر انکار کیا۔ آپ نے پھر فرمایا: ''اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے تو کیا کوئی توبہ کرتا ہے؟'' اب کی بار بھی دونوں نے توبہ سے انکار کیا تو آخر آپ نے (لعان کے بعد) ان دونوں کو جدا کر دیا۔ [بخاري، كتاب الطلاق، باب صداق الملاعنة : ٥٣١١]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اپنی بیوی سے لعان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے دونوں میں جدائی کرا دی اور بچے کا نسب ماں سے ملا دیا۔ [مسلم، كتاب اللعان : ١٤٩٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ! میرے ہاں ایک بچہ کالے رنگ کا پیدا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تیرے پاس اونٹ ہیں؟'' کہنے لگا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''ان کا رنگ کیسا ہے؟'' اس نے کہا، سرخ۔ آپ نے فرمایا: ''ان اونٹوں میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے؟'' اس نے کہا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''پھر یہ خاکی رنگ کہاں سے آ گیا؟'' وہ کہنے لگا، شاید کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا ہو؟ آپ نے فرمایا: ''تو یہاں بھی کسی رگ نے اس رنگ کو کھینچ لیا ہو گا۔'' [بخاري، كتاب الطلاق، باب إذا عرّض بنفي الولد : ٥٣٠٥۔ مسلم، كتاب اللعان : ١٥٠٠]

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ⑪

''بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمھی سے ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمھارے

لیے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر آدمی کے لیے گناہ میں سے وہ ہے جو اس نے گناہ کمایا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔"

اس آیت کریمہ سے مشہور "واقعۂ افک" کی ابتدا ہو رہی ہے۔ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف افترا پردازی کرتے ہوئے ان پر صفوان بن معطل انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ گناہ کا الزام لگایا تھا۔ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کو تسلی دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اس افترا پردازی میں منافقوں کے سردار کے ساتھ حصہ لیا ہے وہ مسلمانوں ہی میں سے ہیں اور اس بہتان تراشی سے اگرچہ تمھیں شدید تکلیف پہنچی ہے، لیکن مآل وانجام کے اعتبار سے اس سے تمھیں بھلائی ہی پہنچی ہے، وہ اس طرح کہ تم لوگوں نے جس صبر وشکیب کے ساتھ اسے جھیلا ہے، اس پر تمھیں بہت بڑا ابر ملے گا اور دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے قرآن کریم میں نازل فرما دی اور رہتی دنیا تک کے لیے ان کی عفت و پاکدامنی مسلمانوں کے دل و دماغ پر ثبت ہوگئی اور عام مسلمانوں کے لیے اس حکم نے اللہ کی شریعت بن کر دوام حاصل کر لیا، نیز اس واقعے کے ضمن میں منافقین اور شر پسندوں کو شدید دھمکی دی گئی ہے اور جن صحابہ نے ابتدا ہی سے اس کی تکذیب کی، ان کی تعریف کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے اس بہتان تراشی میں حصہ لیا ان سب کو گناہ ملے گا اور جس نے اس کی ابتدا کی یعنی عبداللہ بن ابی اور خوب بڑھ چڑھ کر اسے پھیلانے میں حصہ لیا، اس کے لیے اللہ نے بہت بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔ "واقعۂ افک" سے متعلق ضروری تفصیلات درج ذیل ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ سفر میں جاتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے اور جس کا نام نکلتا، اسے سفر میں ساتھ لے جاتے۔ حسب معمول ایک مرتبہ ایک لڑائی سے قبل آپ نے ہمارے درمیان قرعہ ڈالا۔ اس میں میرا نام نکل آیا، سو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلی گئی۔ اس وقت پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا، چنانچہ مجھے ایک ہودج میں بٹھا کر (اونٹ پر) چڑھا دیا جاتا اور اسی طرح اتار لیا جاتا تھا، بہر حال ہم اسی طرح سفر کرتے رہے۔ جب اس جہاد سے لوٹے اور ہم مدینہ کے نزدیک پہنچے تو ایک رات آپ نے (بعد از قیام) کوچ کے لیے اعلان کرایا، سو جب کوچ کے لیے پکارا گیا تو میں بھی اٹھی اور (حاجت کے لیے) چلی گئی اور لشکر سے دور نکل گئی۔ جب حاجت سے فارغ ہوئی اور اپنی جگہ آئی تو اب جو میں نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا تو معلوم ہوا کہ میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ میں پھر لوٹی اور ہار ڈھونڈنے لگی اور اسے ڈھونڈنے میں مجھے دیر ہوگئی۔ ادھر وہ لوگ آن پہنچے جو میرا ہودج اٹھایا کرتے تھے۔ وہ سمجھے میں ہودج ہی میں بیٹھی ہوئی ہوں، سو انھوں نے ہودج اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا، جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی۔ اس زمانے میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں، ذرا سا کھانا کھاتی تھیں اور موٹی و پر گوشت

نہیں ہوتی تھیں۔ اس لیے جب ہودج اٹھانے والوں نے ہودج اٹھایا تو انھوں نے اس کے ہلکا ہونے کو محسوس نہیں کیا، دوسرا میں اس وقت تھی بھی ایک کم سن لڑکی، غرض یہ کہ انھوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے۔ جب سارا لشکر وہاں سے چلا گیا، اس وقت میرا ہار ملا۔ میں جو پڑاؤ کی جگہ آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہاں نہ کوئی بات کرنے والا ہے اور نہ کوئی جواب دینے والا، آخر (مجبور ہو کر) میں اس مقام پر چلی گئی جہاں میں ٹھہری تھی۔ میں نے سوچا کہ جب قافلے والے مجھے (ہودج میں) نہیں پائیں گے تو یہیں ڈھونڈتے ہوئے آئیں گے، سو ناچار میں اسی جگہ بیٹھی تھی کہ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی۔ ایک شخص تھا صفوان بن معطل سلمی ذکوانی رضی اللہ عنہ، وہ (اتفاقاً رہ جانے والی اشیاء اٹھانے کے لیے) لشکر کے پیچھے رہا کرتا تھا، وہ جو میری جگہ آیا تو اس نے دیکھا کہ کوئی شخص سو رہا ہے، پھر قریب آتے ہی اس نے مجھے پہچان لیا، کیونکہ پردے کا حکم اترنے سے پہلے اس نے مجھے دیکھا تھا، چنانچہ اب اس نے مجھے پہچان کر « اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ » پڑھا تو میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے فوراً چادر سے اپنا منہ چھپا لیا۔ اللہ کی قسم! نہ ہم دونوں نے کوئی بات کی اور نہ میں نے اس کی کوئی بات سنی، سوائے « اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ » کے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اور میں اونٹ پر سوار ہو گئی اور وہ اونٹ کو آگے سے پکڑے ہوئے چلتے رہے، یہاں تک کہ ہم دونوں سخت گرمی کے وقت ٹھیک دوپہر کو لشکر میں پہنچے۔ اس وقت لشکر کے لوگ آرام کے لیے پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ پھر جو لوگ تباہ ہونے والے تھے وہ تباہ ہوئے اور ان طوفان اٹھانے والوں کا سرغنہ عبداللہ بن ابی تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سفر سے مدینہ آئی تو بیمار ہو گئی اور ایک مہینے تک یہ بیماری چلتی رہی۔ ادھر لوگوں میں تہمت لگانے والوں کی باتوں کا چرچا تھا، تاہم مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا۔ ذرا سا شک اس وجہ سے تو ہوتا تھا کہ جیسی شفقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر پہلے کرتے تھے ویسی میں نے اس بیماری میں نہیں پائی۔ آپ اندر آ کر سلام کرتے اور صرف یہ پوچھتے کہ تمھاری طبیعت کیسی ہے اور پھر واپس چلے جاتے۔ اس بات سے مجھے شک ہوتا لیکن طوفان کی مجھے کچھ خبر نہ تھی۔ جب میں بیماری سے ذرا صحت یاب ہوئی تو مسطح کی ماں کے ساتھ ''مناصع'' کی طرف گئی۔ وہاں ہم لوگ قضائے حاجت کے لیے جایا کرتے تھے اور ہم صرف رات ہی کو قضائے حاجت کے لیے جاتے۔ اس زمانہ میں ہمارے گھروں کے ساتھ بیت الخلا نہیں بنے تھے اور ہم اگلے زمانے کے عربوں کی طرح جنگل میں قضائے حاجت کے لیے جایا کرتے تھے۔ گھروں میں بیت الخلا بنانے سے ہمیں تکلیف ہوتی تھی۔ خیر میں اور ام مسطح قضائے حاجت کے لیے نکلیں، وہ ابورہم بن عبد مناف کی بیٹی تھیں اور ان کی والدہ (رائطہ) صخر بن عامر کی بیٹی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں، ان کے بیٹے مسطح بن اثاثہ ہیں، تو جب میں اور وہ دونوں قضائے حاجت سے فارغ ہو کر گھر کی طرف آ رہی تھیں تو اس وقت ان کا پاؤں ان کی چادر میں الجھا اور وہ گر پڑیں اور کہنے لگیں، مسطح برباد ہو جائے۔ میں نے کہا، تم نے بری بات کہی، مسطح تو بدر کی لڑائی میں شریک تھا اور تم اس کو برا کہتی ہو۔

انھوں نے کہا، ارے! کیا تم نے مسطح کی بات نہیں سنی؟ میں نے کہا، کیا بات؟ تو جب انھوں نے سب حالات بیان کیے تو میری بیماری اور بڑھ گئی۔ جب میں گھر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور آپ نے سلام کیا تو پوچھا: ''اب طبیعت کیسی ہے؟'' میں نے عرض کی، آپ مجھے میرے ماں باپ کے پاس جانے کی اجازت دے دیجیے۔ میری نیت یہ تھی کہ میں ان کے پاس جا کر اس خبر کی تصدیق کروں گی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ میں اپنے ماں باپ کے پاس چلی آئی، میں نے اپنی ماں سے کہا، اے اماں! یہ لوگ کیا باتیں بنا رہے ہیں؟ انھوں نے کہا، اے بیٹی! تو اتنا رنج نہ کر، اللہ کی قسم! ایسا اکثر ہوتا ہے کہ جب کسی خوبصورت خاتون کی سوکنیں ہوں اور شوہر اس کو چاہتا ہو تو وہ سوکنیں ایسی تدبیریں کرتی ہی رہتی ہیں۔ میں نے کہا، سبحان اللہ! کیا لوگ ایسی باتیں منہ سے نکال رہے ہیں؟ کہتی ہیں کہ وہ ساری رات روتے ہوئے گزری، صبح تک نہ آنسو تھمے تھے اور نہ نیند آئی، صبح کو بھی میں رو رہی تھی۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے جب وحی اترنے میں دیر ہوتے دیکھی تو علی اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بلایا، ان سے پوچھا اور اپنی بیوی کو چھوڑنے کے سلسلہ میں ان سے مشورہ لیا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو وہی مشورہ دیا جو وہ جانتے تھے کہ وہ ایسی باتوں سے پاک ہیں۔ پھر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان سے کتنا تعلق خاطر ہے۔ انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ آپ کی بیوی ہیں اور ہم ان کو نیک سمجھتے ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ! اللہ نے آپ پر عورتوں کی تنگی نہیں رکھی اور بہت سی عورتیں ہیں (لیکن) آپ ذرا لونڈی (بریرہ رضی اللہ عنہا) سے تو پوچھیے! وہ سچ سچ ان کا حال بتا دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور پوچھا: ''بریرہ! کیا تو نے عائشہ سے کبھی کوئی ایسی بات دیکھی ہے، جس سے ان کی پاک دامنی میں شک پیدا ہو؟'' بریرہ نے کہا، اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے! میں نے تو کبھی کوئی بات ان میں عیب کی نہیں دیکھی، اتنی بات ضرور ہے کہ ابھی کم عمر لڑکی ہیں، گھر میں آٹا گوندھا ہوا رکھا ہوتا ہے اور وہ سو جاتی ہیں تو بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور اسی دن آپ نے عبداللہ بن ابی کی شکایت کی، آپ منبر پر چڑھے اور فرمایا: ''اے مسلمانو کے گروہ! اس شخص سے کون میرا بدلہ لیتا ہے، جس کی اذیت رسائی اب میرے گھر تک پہنچ گئی ہے، اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی کے بارے میں سوائے خیر کے کوئی بات نہیں جانتا اور نہ اس شخص میں جس پر تہمت لگائی گئی ہے، سوائے خیر کے کوئی بات جانتا ہوں۔ وہ جب کبھی میرے گھر گیا تو میرے ساتھ گیا۔'' یہ سنتے ہی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، جو بنی عبد الاشہل قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، کھڑے ہوئے اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! میں آپ کا بدلہ لیتا ہوں۔ اگر یہ تہمت لگانے والا میرے قبیلہ اوس میں سے ہے تو ابھی اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر ہمارے بھائی خزرج میں سے ہوا تو آپ حکم دیجیے، جو آپ حکم دیں گے، وہ ہم بجا لائیں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، یہ سن کر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، وہ خزرج کے سردار تھے، اس سے پہلے وہ نیک آدمی تھے، مگر اس کی قوم کی حمیت نے اسے

ابھارا۔ وہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے، اللہ کی بقا کی قسم! تم غلط کہتے ہو، تم اس کو نہیں مار سکتے اور نہ اس کی قدرت رکھتے ہو۔ یہ سن کر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، جو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی تھے، انھوں نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا، تم جھوٹے ہو، اللہ کی بقا کی قسم! ہم ضرور اس کو قتل کریں گے، تم منافق ہو، تب ہی تو منافق کی حمایت کرتے ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، اس پر دونوں قبیلے اوس اور خزرج کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے تھے، آپ انھیں خاموش کرانے لگے، یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو گئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں سارا دن مسلسل روتی رہی، نہ آنسو تھمتے تھے اور نہ مجھے نیند آتی تھی، اب جب (دوسری) صبح ہوئی تو میرے ماں باپ بھی میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں دو رات اور ایک دن سے مسلسل رو رہی تھی۔ اس عرصہ میں مجھے نہ نیند آئی تھی اور نہ آنسو تھمتے تھے۔ والدین سوچنے لگے کہ کہیں روتے روتے میرا کلیجہ نہ پھٹ جائے۔ میرے ماں باپ بھی میرے پاس تھے اور میں رو رہی تھی کہ انصار کی ایک عورت نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے اسے اجازت دے دی اور وہ بھی میرے پاس بیٹھ کر رونے لگ گئی۔ ہم اسی حال میں تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے، حالانکہ جس دن سے مجھ پر تہمت لگائی گئی تھی، اس دن سے آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ (تہمت کے بعد) ایک مہینا تک آپ نے انتظار کیا اور میرے معاملہ میں کوئی وحی آپ پر نہیں آئی تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، آپ نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا، پھر فرمایا: ”امابعد! اے عائشہ! مجھے تمھاری طرف سے ایسی ایسی خبر پہنچی ہے، اگر تم بے گناہ ہو تو اللہ عنقریب تمھاری پاک دامنی بیان کر دے گا اور اگر تم کسی گناہ میں آلودہ ہوگئی ہو تو اللہ سے معافی مانگو، کیونکہ بندہ اگر اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کر لے تو اللہ معاف کر دیتا ہے۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات مکمل کر چکے تو اچانک میرے آنسو بند ہو گئے اور ایسے بند ہوئے کہ پھر ایک قطرہ بھی نہیں نکلا۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے جواب دیجیے۔ انھوں نے کہا، اللہ کی قسم! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ کی بات کا کیا جواب دوں؟ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا آپ جواب دیجیے۔ انھوں نے بھی یہی کہا، اللہ کی قسم! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا جواب دوں؟ بالآخر میں نے خود ہی کہنا شروع کیا، اس وقت میں ایک کم سن لڑکی تھی، قرآن بھی میں نے زیادہ نہیں پڑھا تھا، میں نے کہا، اللہ کی قسم! آپ لوگوں نے یہ بات سنی اور وہ بات آپ لوگوں کے دل میں جم گئی اور آپ لوگوں نے اس کو سچ سمجھا، اب اگر میں یہ کہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں، تو آپ میری تصدیق نہیں کریں گے، لیکن اگر میں گناہ کا اقرار کر لوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے پاک ہوں تو آپ تصدیق کریں گے۔ اللہ کی قسم! میرے پاس آپ لوگوں کے لیے کوئی مثال نہیں ہے، سوائے یوسف علیہ السلام کے والد

کے اس ارشاد کے کہ انھوں نے کہا تھا: ”پس صبر ہی اچھا ہے اور جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس پر اللہ ہی میرا مددگار ہے۔“ یہ کہہ کر میں نے اپنا منہ پھیر لیا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ مجھے معلوم تھا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں، سو وہ ضرور میری پاک دامنی بیان کرے گا، مگر مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ میرے بارے میں قرآن اترے گا، جو (قیامت تک) پڑھا جائے گا، کیونکہ میں اپنی حیثیت اتنی نہیں سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کلام کرے گا۔ مجھے تو یہ امید تھی کہ شاید رسول اللہ ﷺ کو میرے معاملہ میں کوئی خواب دکھایا جائے گا، جس کے ذریعے سے اللہ میری پاک دامنی ظاہر کر دے گا۔ پھر اللہ کی قسم! ابھی رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے جہاں بیٹھے ہوئے تھے، سرکے بھی نہ تھے اور نہ گھر کا کوئی آدمی باہر گیا تھا کہ آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا اور وہی کیفیت آپ ﷺ پر طاری ہوئی جو وحی کے نازل ہوتے وقت طاری ہوتی تھی، یعنی آپ کو پسینا آ گیا اور پسینا موتیوں کی طرح آپ کے جسم اطہر سے ڈھلنے لگا، حالانکہ سردی کے دن تھے۔ یہ کیفیت آپ پر اس وحی کی شدت کی وجہ سے طاری ہوتی تھی جو آپ پر نازل ہوتی تھی۔ الغرض، جب وحی کی حالت موقوف ہوگئی تو آپ مسکرائے اور پہلی بات جو آپ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی: ”اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمھاری پاک دامنی بیان فرما دی۔“ اس وقت میری والدہ کہنے لگیں، اٹھو! آپ کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا، اللہ کی قسم! میں تو آپ کا شکریہ ادا نہیں کروں گی، میں تو بس اللہ عزوجل کا شکریہ ادا کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے میری پاک دامنی کے سلسلہ میں دس آیتیں نازل فرمائیں۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لو لا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسهم خيرًا......الخ ﴾ : ٤٧٥٠]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی آخری بیماری میں عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، جب اجازت ملی تو فرمانے لگے، آپ تو وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہیں اور آپ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا اور جب آپ کے خلاف منافقین کی طرف سے طوفان کھڑا کیا گیا اور بہتان لگایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے آپ کی پاکدامنی میں قرآن نازل فرمایا۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولو لا إذ سمعتموه قلتم ما يكون لنا أن نتكلم بهذا ﴾ : ٤٧٥٣]

وَالَّذِىْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس شخص نے اس تہمت کا بڑا بوجھ اٹھایا تھا وہ عبداللہ بن ابی ابن سلول (منافق) تھا۔[بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الإفك : ٤١٤١]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میری براءت کی آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے براءت پر مشتمل آیات کو تلاوت فرمایا، اس کے بعد آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور حکم دیا کہ دو مردوں (یعنی حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہما) اور ایک عورت (حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا) کو حد قذف لگائی جائے، چنانچہ ان کو حد کے کوڑے مارے گئے۔[أبو داؤد، کتاب الحدود، باب في حد القاذف : ٤٤٧٤۔ ترمذی، کتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة النور : ٣١٨١]

مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا کہ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کرنے کی اجازت چاہی، میں نے عرض کی کہ آپ انھیں بھی اجازت دے دیتی ہیں؟ (حالانکہ انھوں نے بھی آپ پر تہمت لگانے والوں کا ساتھ دیا تھا) اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، کیا انھیں اس کی ایک بڑی سزا نہیں ملی؟ سفیان نے کہا کہ ان کا اشارہ ان کے نابینا ہونے کی طرف تھا۔ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدح میں شعر پڑھا تھا کہ آپ پاک دامن اور بڑی عقل مند ہیں کہ ان کے متعلق کسی کو کوئی شبہ بھی نہیں گزرا، وہ غافل، پاک دامن عورتوں کا گوشت کھانے سے مکمل پرہیز کرتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ يعظكم الله أن تعودوا لمثله أبدًا ﴾ : ٤٧٥٥]

لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾

’’کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفسوں میں اچھا گمان کیا اور کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کی دینی اور اخلاقی تربیت کی گئی ہے اور انھیں احساس دلایا گیا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسلام ان سے تقاضا کرتا ہے کہ جس طرح ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو پاک دامن سمجھتا ہے، تو دوسروں کے بارے میں بھی ان کا ایسا ہی گمان ہونا چاہیے اور اگر کوئی بدطینت منافق ان میں سے کسی کے خلاف کوئی افترا پردازی کرتا ہے تو اس کی تصدیق نہیں کرنی چاہیے، بلکہ اسی وقت اس کی تردید کر دینی چاہیے اور کہہ دینا چاہیے کہ یہ ایک مسلمان بھائی یا بہن کے خلاف بہتان تراشی ہے اور بالخصوص جو افترا پردازی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طاہرہ اور پاکیزہ بیوی سے متعلق ہو، اس کے لیے تو مسلمانوں کے دل و دماغ میں جگہ ہونی ہی نہیں چاہیے۔

لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىِٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾

’’وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے، تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔‘‘

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو ایک تشریعی حکم کی تعلیم دی گئی ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی نے یہ بات اپنی زبان سے کہی، تو ہونا یہ چاہیے تھا کہ مسلمان اس سے چار گواہوں کا مطالبہ کرتے اور وہ چار کیا ایک گواہ بھی پیش نہیں کر سکتا تھا تو اس کا جھوٹ اسی کی طرف لوٹ جاتا اور اس پر بہتان تراشی کی حد جاری کی جاتی، لیکن مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا، اسی لیے اس آیت کریمہ میں ان کو ڈانٹ پلائی گئی ہے کہ تم لوگوں نے اس منافق کی تکذیب کیوں نہیں کی اور مسلم معاشرے

میں اسے شر پھیلانے کا موقع کیوں دیا؟

وَ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾

”اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً اس بات کی وجہ سے جس میں تم مشغول ہوئے، تم پر بہت بڑا عذاب پہنچتا۔“

اس آیت کریمہ میں بھی مسلمانوں کو عتاب کیا گیا ہے اور ان پر احسان بھی جتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے تمھیں معاف کر دیا، ورنہ جیسی غلطی تم لوگوں نے کی تھی اس کی وجہ سے تم پر اللہ تعالیٰ کا شدید عذاب نازل ہونا چاہیے تھا۔

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖۗ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾

”جب تم اسے ایک دوسرے سے اپنی زبانوں کے ساتھ لے رہے تھے اور اپنے مونہوں سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا تمھیں کچھ علم نہیں اور تم اسے معمولی سمجھتے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی تھی۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اخلاقی طور پر اس معاملے میں کتنے پست ہو گئے تھے کہ اس خبر کو سن کر بغیر تحقیق کیے دوسروں سے بیان کرتے رہے اور سمجھتے رہے کہ یہ کوئی گناہ نہیں ہے اور یہ افواہ لوگوں میں پھیلانے سے تم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، حالانکہ یہ بات اللہ کی نگاہ میں بہت بڑی تھی، اس کا تعلق رسول اللہ ﷺ، عائشہ و ابوبکر رضی اللہ عنہما اور نبی کے گھرانے کی عزت و ناموس سے تھا۔

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ : مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ ”اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ“ کے معنی یہ ہیں کہ جب تم میں سے بعض، بعض سے اس واقعے کا ذکر کرتے تھے۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ ولو لا فضل الله عليكم و رحمته .... الخ ﴾، قبل الحديث : ۴۷۵۱]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتی تھیں: « اِذْ تَلِقُوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ » ”جب تم اپنی زبانوں سے اس (جھوٹ) کو مسلسل پھیلا رہے تھے۔“[بخاری، کتاب التفسیر، باب : ﴿ إذ تلقونه بألسنتكم ...... الخ ﴾ : ۴۷۵۲]

وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖۗ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ : یعنی تم ام المومنین کے بارے میں جو بات کر رہے تھے تو اسے ایک ہلکی اور معمولی بات سمجھتے تھے، ام المومنین اگر نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ نہ
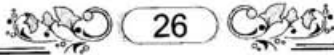
ہوتیں، تو پھر بھی یہ کوئی ہلکی اور معمولی بات نہیں تھی، مگر وہ تو نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بہت بڑی بات ہے کہ اللہ کے رسول کی بیوی کے بارے میں ایسی بات کی جائے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان بعض اوقات اللہ کی ناراضی کا کوئی کلمہ کہہ گزرتا ہے جس کی کوئی وقعت اس کے نزدیک نہیں ہوتی، لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم (کے اتنے نچلے طبقے) میں پہنچ جاتا ہے کہ جتنا دور مغرب مشرق سے ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان ...... الخ : ٦٤٧٧، ٦٤٧٨۔ مسلم، کتاب الزهد، باب حفظ اللسان : ٢٩٨٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟'' صحابہ نے کہا، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارا ایسے انداز میں اپنے مسلمان بھائی کا ذکر کرنا جسے وہ پسند نہ کرے۔'' کہا گیا، اے اللہ کے رسول! اگر مسلمان بھائی میں وہ غلطی موجود ہو جس کا میں ذکر کروں تو (کیا یہ بھی غیبت ہے)؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس میں وہ عیب موجود ہو جس کا ذکر تو کرے تو یقیناً تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ چیز موجود ہی نہیں جو تو نے اس کے متعلق بیان کی تو پھر تو نے اس پر بہتان باندھا۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الغیبة : ٢٥٨٩]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا اسلام (یعنی مسلمان) بہتر اور افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب أی الإسلام أفضل ؟ : ١١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اچھی بات کرے، یا خاموش رہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان...... الخ : ٦٤٧٥]

وَ لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾

''اور کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو کہا ہمارا حق نہیں ہے کہ ہم اس کے ساتھ کلام کریں، تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔''

فرمایا کہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جب تم لوگوں نے یہ بری بات سنی، اسی وقت اس کا انکار کر دیتے اور اپنی زبان پر ایک کلمہ بھی ایسا نہ آنے دیتے جس سے یہ افترا پردازی لوگوں میں پھیلتی اور صاف کہہ دیتے کہ یہ نبی کی عزت و ناموس کے خلاف ایک سازش اور افترا پردازی ہے اور اگر دل میں کوئی وسوسہ یا خیال آیا بھی تھا تو زبان سے اس کا اظہار نہیں ہونا چاہیے تھا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں

پیدا ہونے والے وسوسوں سے درگزر فرما لیا ہے، جب تک وہ زبان سے نہ کہیں، یا اسے عمل میں نہ لائیں۔'' [بخاری، كتاب العتق، باب الخطأ والنسيان في العتاقة ...... الخ : ۲۵۲۸۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب تجاوز الله عن حديث النفس ...... الخ : ۱۲۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ، اس لیے کہ بدگمانی بہت بڑا جھوٹ ہے۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب : ﴿ يأيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ...... الخ ﴾ : ۶۰۶۶]

سیدنا حفص بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ ہر وہ بات جو وہ سنے اسے بیان کر دے۔'' [مسلم، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع : ۵]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب چھپا لیتا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیوب پر پردہ ڈال دے گا۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۰]

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾

''اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے اس سے کہ دوبارہ کبھی ایسا کام کرو، اگر تم مومن ہو۔ اور اللہ تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

ان دونوں آیتوں میں ان مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے جن سے یہ گناہ سرزد ہوا تھا کہ اگر تم لوگ مخلص مسلمان ہو گے تو جب تک زندہ رہو گے، دوبارہ کسی مسلمان مرد یا عورت کے بارے میں ایسے گناہ کا ارتکاب نہیں کرو گے اور یہ تشریعی احکام اور اسلامی آداب اللہ نے اس لیے بیان کر دیے ہیں کہ تم لوگ نصیحت حاصل کرو اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اسلامی اخلاق و آداب کے مطابق گزارو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

ع ۲ النصف ۸

''بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ یقیناً اللہ بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے (تو تہمت لگانے والوں پر فوراً عذاب آ جاتا)۔''

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو اخلاقی تعلیم دی گئی ہے کہ اسلامی معاشرے میں اگر ایک شخص کوئی بری بات سنے، تو اس کا فرض ہے کہ اسے لوگوں سے بیان نہ کرے، اس لیے کہ اس سے کمزور ایمان والوں اور منافقوں کو مسلم سماج میں برائی پھیلانے کا موقع ملتا ہے۔ ایسے لوگوں کو، جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے درمیان اخلاقی انارکی پھیلے، اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں شدید عذاب کی دھمکی دی ہے اور مسلمانوں سے کہا ہے کہ بری بات پھیلانے کے کیسے خطرناک اثرات مسلم معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں، ان کا علم اللہ کو ہے، تم ان کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے، اس لیے اللہ کی جانب سے تمھیں جو اخلاقی تعلیمات دی جا رہی ہیں ان پر سختی کے ساتھ عمل کرو۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوبارہ احسان جتلایا کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے تمھیں فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کیا، ورنہ تمھارا گناہ تو بہت بڑا تھا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۳] ”کہہ دے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النحل : ۹۰] ”بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ”میری امت کا ہر فرد درگزر کے قابل ہوگا، سوائے ان لوگوں کے جو کھلم کھلا گناہ کرنے والے ہوں گے اور یہ بھی اعلانیہ گناہ میں سے ہے کہ آدمی رات کو کوئی (گناہ کا) کام کرے، پھر صبح کو، باوجود اس بات کے کہ اللہ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈال دیا، وہ کہے، اے فلاں شخص! گزشتہ رات میں نے اس طرح کیا، حالانکہ اس نے وہ رات اس طرح گزاری تھی کہ اس کے رب نے اس کی پردہ پوشی کر دی تھی اور یہ صبح کو وہ پردہ چاک کر رہا ہے جو اللہ نے اس پر ڈال دیا تھا۔“ [بخاري، كتاب الأدب، باب ستر المؤمن على نفسه : ٦٠٦٩۔ مسلم، كتاب الزهد، باب النهي عن هتك الإنسان ستر نفسه : ٢٩٩٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، اس نے شراب پی ہوئی تھی، آپ نے اسے زد و کوب کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہم میں سے کوئی اسے اپنے ہاتھ سے، کوئی اپنے جوتے سے اور کوئی اپنے کپڑے سے مار رہا تھا۔ پھر جب وہ (آدمی) چلا گیا تو ایک آدمی نے کہا، کیا ہو گیا ہے اسے، اللہ اسے رسوا کرے۔ آپ نے فرمایا: ”(اس طرح مت کہو) اپنے بھائی کے مقابلے میں شیطان کی مدد مت کرو۔“ [بخاري، كتاب الحدود، باب ما يكره من لعن شارب الخمر ...... الخ : ٦٧٨١]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ایذا نہ پہنچاؤ، نہ انھیں طعنہ دو اور نہ ان کے عیوب تلاش کرو، کیونکہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے عیب تلاش کرے گا، یہاں تک کہ اسے اس کے گھر میں بھی رسوا کر دے گا۔'' [مسند أحمد : ۵/۲۷۹، ح : ۲۲٤٦٤]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو اور جو شیطان کے قدموں کے پیچھے چلے تو وہ تو بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہوتا اور لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ شیطان کے نقش قدم پر چلنے سے بچیں، اس لیے کہ وہ تو ہمیشہ برے کاموں ہی کا حکم دیتا ہے۔ وہ تو چاہتا ہے کہ کچھ لوگ اس کے نقش قدم پر چل کر مسلمانوں کے درمیان برائی کو ہوا دیں، تاکہ مسلم معاشرے کے امتیازی اوصاف ختم ہو جائیں اور اس میں برائی کا دور دورہ ہو۔ آیت کے دوسرے حصے میں ان مسلمانوں سے کہا گیا ہے جو محض اللہ کے فضل سے اس بہتان تراشی میں شریک نہیں ہوئے تھے کہ وہ اپنے آپ کو کامل اور بے گناہ سمجھ کر ان مسلمانوں کو ملامت نہ کریں جن سے یہ غلطی سرزد ہوئی تھی، بلکہ اللہ کے فضل کا اعتراف کریں کہ اس نے انھیں اس گناہ سے بچایا۔ اگر اللہ نہ چاہتا تو وہ بھی اس گناہ میں مبتلا ہو جاتے، اس لیے کہ اللہ جس کے لیے خیر چاہتا ہے اسے شیطان کے نرغے میں پھنسنے سے بچا لیتا ہے اور عمل صالح کی توفیق دیتا ہے۔

وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٦٧، ٦٨] ''منافق مرد اور منافق عورتیں، ان کے بعض بعض سے ہیں، وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انھیں بھلا دیا۔ یقیناً منافق لوگ ہی نافرمان ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، وہی ان کو کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔''

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا : یعنی اگر اللہ تعالیٰ توبہ اور اپنی طرف رجوع کی توفیق عطا نہ فرماتا اور نفسوں کو شرک اور فسق و فجور سے پاک نہ فرماتا اور ہر شخص کو گھٹیا اخلاق سے بچنے کی توفیق عطا نہ فرماتا تو کسی شخص کو بھی نفس کی پاکیزگی اور خیر و بھلائی حاصل نہ ہوتی، لہٰذا توبہ کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے انسان کو چاہیے کہ گناہ سرزد ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کے سوا کوئی نہیں ہے جو معاف کرے، نیز جان بوجھ کر گناہ پر اصرار نہ کرے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۵] ''اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟ اور انھوں نے جو کیا اس پر اصرار نہیں کرتے، جب کہ وہ جانتے ہوں۔''
اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء : ۱۷] ''توبہ (جس کا قبول کرنا) اللہ کے ذمے (ہے) صرف ان لوگوں کی ہے جو جہالت سے برائی کرتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ پھر مہربان ہو جاتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾

''اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے اس بات سے قسم نہ کھالیں کہ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دیں اور لازم ہے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخشے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : یعنی تم قسم نہ کھاؤ کہ تم اپنے محتاج رشتہ داروں اور مہاجروں سے صلہ رحمی نہیں کرو گے۔ صلہ رحمی کے سلسلے میں یہ حد درجے کی نرمی اور شفقت کی ترغیب دی گئی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (میرے بارے میں) یہ آیتیں نازل فرمائیں: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ ...... وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [النور : ۱۱ تا ۲۰] پوری دس آیتیں نازل ہوئیں۔ تو جب یہ آیتیں میری پاک دامنی ظاہر کرنے کے لیے اتریں، تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ سے رشتہ داری اور مفلسی کی وجہ سے اس پر خرچ کیا کرتے تھے، کہنے لگے اللہ کی قسم! اب میں مسطح کو کبھی کچھ نہیں دوں گا، اس نے عائشہ کے متعلق اس طرح کی باتیں کی ہیں۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [النور : ٢٢] ''اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے اس بات سے قسم نہ کھالیں کہ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دیں اور لازم ہے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخشے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ لو لا إذ سمعتموه ظن المؤمنون ...... الخ ﴾ : ٤٧٥٠]

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا : یعنی اس برائی اور تکلیف سے جو انھوں نے پہنچائی ہے، اس پر بھی انھیں معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ یہ آیت کریمہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنے رشتہ دار مسطح بن اُثاثہ پر شفقت و درگزر کریں۔ عفو و درگزر کی فضیلت پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں،

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ و خیرات کرنے سے مال میں کچھ کمی نہیں آتی اور معاف کرنے میں اللہ تعالیٰ بندے کو مزید عزت و اکرام ہی سے نوازتے ہیں اور جو شخص بھی اللہ کی رضا کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اونچا کر دیتا ہے۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع : ٢٥٨٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں، میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں اور میں ان سے درگزر کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تیری بات درست ہے تو گویا کہ تو ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے تیرے ساتھ ہمیشہ (ایک فرشتہ) ان کے خلاف مددگار رہے گا جب تک تو اس کی پابندی کرے گا۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها : ٢٥٥٨]

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اپنے بندوں میں سے ان پر رحم کرتا ہے جو رحم دل ہوتے ہیں۔'' [بخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تبارك وتعالى : ﴿ قل ادعوا الله ...... الخ ﴾ : ٧٣٧٧۔ مسلم، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت : ٩٢٣]

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا۔'' [بخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تبارك و تعالى : ﴿ قل ادعوا الله أو ادعوا الرحمٰن ...... الخ ﴾ : ٧٣٧٦]

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ يَوْمَئِذٍ

﴿يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ۝﴾

''بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اس دن اللہ انھیں ان کا صحیح بدلہ پورا پورا دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے، جو ظاہر کرنے والا ہے۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہے ان لوگوں کے لیے جو پاک دامن، برے کاموں سے بے خبر، ایمان دار عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ہر پرہیز گار عورت کی نسبت امہات المومنین زیادہ حق دار ہیں کہ وہ اس آیت میں داخل ہوں، بالخصوص جب ان آیات کے نزول کا سبب ہی ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد اگر کوئی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے، یا آپ پر اس طرح کا کوئی بہتان لگائے جس کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے تو وہ کافر ہے، کیونکہ وہ قرآن کا مخالف ہے۔ دیگر تمام امہات المومنین اور عام مومن عورتوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ جو شخص کسی پاک دامن مسلمان عورت پر زنا کی جھوٹی تہمت لگائے گا وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ اللہ کی رحمت سے دور کر دیا جائے گا اور دنیا میں اس پر حد جاری کی جائے گی اور اگر توبہ نہیں کرے گا تو آخرت میں جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اس دن ایسے لوگوں کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے برے کرتوتوں کی گواہی دیں گے اور اللہ تعالیٰ انھیں ان بداعمالیوں کا پورا بدلہ چکا دے گا اور تب انھیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کی ذات برحق ہے۔

لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ : جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا﴾ [الأحزاب : ۵۷] ''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات ہلاک کر دینے والے گناہوں سے بچو۔'' صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ کون کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، اس جان کو ناحق قتل کرنا جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ میں پیٹھ دکھانا اور پاک دامن و بھولی بھالی مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔'' [بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتمى ظلمًا ...... الخ﴾ : ۲۷۶٦۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الکبائر و أکبرها : ۸۹]

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ : ارشاد فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتَّى إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَقَالُوا

لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدة: ۱۹ تا ۲۳] ”اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، پھر ان کی الگ الگ قسمیں بنائی جائیں گی۔ یہاں تک کہ جونہی اس کے پاس پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ کہیں گے ہمیں اس اللہ نے بلوا دیا جس نے ہر چیز کو بلوایا اور اسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا اور اسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔ اور تم اس سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمھارے خلاف تمھارے کان گواہی دیں گے اور نہ تمھاری آنکھیں اور نہ تمھارے چمڑے اور لیکن تم نے گمان کیا کہ بے شک اللہ بہت سے کام، جو تم کرتے ہو، نہیں جانتا۔ اور یہ تمھارا گمان تھا جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا، اسی نے تمھیں ہلاک کر دیا، سو تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ ہنس دیے اور فرمانے لگے: ”جانتے ہو میں کیوں ہنسا ہوں؟“ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”میں بندے کی اس گفتگو پر ہنسا ہوں جو وہ (قیامت کے دن) اپنے رب سے کرے گا، وہ کہے گا، اے اللہ! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہاں! دی ہے، تو وہ کہے گا، میں آج اپنے خلاف کسی کی گواہی قبول نہیں کروں گا، سوائے اپنی ذات کی گواہی کے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا تیری ہی ذات کی گواہی تجھ پر آج کے دن کفایت کرتی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی۔ اب اس کے منہ پر مہر لگ جائے گی اور اس کے مختلف اعضا کو حکم ہو گا کہ بولو، تو وہ اس کے سارے کیے ہوئے کام بول کر بتا دیں گے۔ پھر آدمی کو بولنے کی اجازت دے دی جائے گی، اس وقت بندہ کہے گا، تمھارے لیے بربادی ہو، چلو دور ہو جاؤ، میں تمھاری خاطر ہی تو جھگڑ رہا تھا۔“ [مسلم، کتاب الزهد، باب : الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ۲۹۶۹]

يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴾ [النجم : ۳۹ تا ۴۱] ”اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔ اور یہ کہ یقیناً اس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی۔ پھر اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ۔“ اور فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰھُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَھُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۲۵] ”پھر کیا حال ہو گا جب ہم انھیں اس دن کے لیے جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾

''گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ لوگ اس سے بری کیے ہوئے ہیں جو وہ کہتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور باعزت روزی ہے۔''

اس آیت میں ان لوگوں کو خبیث کہا گیا ہے جنھوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کے خلاف بات بنائی تھی اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ابتدا ہی سے اس بات کو نہیں مانا تھا انھیں ''اچھے لوگوں'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ایک تفسیر یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ خبیث سے مراد عبداللہ بن ابی اور طیب اور طیبہ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، یعنی عبداللہ بن ابی خبیث ہی کو خبیث بیوی ملے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو طیب ہیں، اس لیے ان کو عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی طیبہ اور اچھی بیوی ملی ہے۔ آیت کے دوسرے حصے میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی براءت و پاک دامنی کی صراحت کر دی گئی ہے کہ اللہ کے یہ نیک بندے عبداللہ بن ابی کی بہتان تراشی سے بالکل پاک ہیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بہت سے فضائل ہیں، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت (دوسری) عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی تمام کھانوں پر۔'' [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب فضل عائشة رضي الله عنها : ۳۷۷۰۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها : ۲٤٤٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''اے عائشہ! یہ جبریل تمھیں سلام کہہ رہے ہیں۔'' تو میں نے جواب دیا، وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب فضل عائشة رضي الله عنها : ۳۷٦۸۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها : ۲٤٤۷]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''میں نے تم کو دو بار خواب میں دیکھا، ایک شخص ایک ریشمی کپڑے میں تم کو اٹھائے ہوئے تھا اور کہہ رہا تھا، یہ تمھاری بیوی ہیں۔ میں نے کپڑا کھول کر جو دیکھا تو تم تھیں۔ میں نے (اپنے دل میں) کہا، اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو وہ (ضرور) اسے پورا کرے گا۔'' [بخاري، كتاب التعبير، باب كشف المرأة في المنام : ۷۰۱۱۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة أم المومنين رضي الله عنها : ۲٤۳۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تحفہ بھیجنے کے لیے عائشہ کی (یعنی میری) باری کا

انتظار کرتے رہتے تھے، اس سے غرض یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ خوش ہوں۔ [بخاري، كتاب الهبة، باب قبول الهدية : ٢٥٧٤۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها : ٢٤٤١]

سیدنا ہشام اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مرض (موت) میں بھی اپنی بیویوں کی باری کی پابندی فرماتے رہے، البتہ یہ پوچھتے رہے: ''کل مجھے کس کے ہاں ٹھہرنا ہے؟'' کیونکہ آپ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے خواہاں تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر جب میری باری کا دن آیا تو آپ کو سکون ہو گیا۔ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب فضل عائشة رضي الله عنها : ٣٧٧٤]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (مرض الموت میں) دریافت فرماتے تھے: ''آج مجھے کس کے ہاں ٹھہرنا ہے؟ کل مجھے کس کے ہاں قیام کرنا ہے؟'' یہ خیال کرتے کہ ابھی عائشہ کی (یعنی میری) باری میں دیر ہے، پھر میری باری کے دن اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا لیا، (اس حالت میں کہ آپ کا سر) میرے سینہ اور میری ہنسلی کے درمیان میں تھا۔ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة أم المومنين رضي الله عنها : ٢٤٤٣]

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو ذات السلاسل کی لڑائی میں سپہ سالار بنا کر بھیجا، تو میں آپ ﷺ کے پاس آیا، میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ آپ نے فرمایا: ''عائشہ سے۔'' میں نے پوچھا، مردوں میں سے؟ فرمایا: ''اس کے باپ سے۔'' [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب : ٣٦٦٢۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي بكر الصديق رضي الله عنه : ٢٣٨٤]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہو، یہاں تک کہ انس معلوم کر لو اور ان کے رہنے والوں کو سلام کہو۔ یہ تمھارے لیے بہتر ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

یہ وہ شرعی آداب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو گھروں میں جانے کی اجازت طلب کرنے کے بارے میں سکھلائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں کے سوا دوسرے لوگوں کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں، یعنی داخل ہونے سے پہلے اجازت لیں۔ اجازت تین بار طلب کی جائے، اگر مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس چلے جائیں، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو تین مرتبہ ارشاد فرماتے، تاکہ لوگ اس کو خوب سمجھ لیں اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لے جاتے تو ان کو تین بار سلام کرتے۔ [بخاري، كتاب العلم، باب من أعاد الحديث ثلاثا ليفهم عنه : ٩٥]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں انصار کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آئے، وہ ڈرے ہوئے اور گھبرائے ہوئے تھے۔ ہم نے کہا، کیا معاملہ ہے؟ وہ کہنے لگے، مجھے عمر (رضی اللہ عنہ) نے بلایا تھا، جب میں عمر (رضی اللہ عنہ) کے دروازے کے پاس گیا تو تین بار اجازت مانگی، لیکن مجھے اجازت نہیں ملی، تو میں لوٹ گیا۔ (بعد میں) عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا، تم ہمارے پاس کیوں نہیں آئے؟ تو میں نے کہا، میں آپ کے پاس آیا تھا اور میں نے آپ کے دروازے پر آپ سے تین بار اجازت مانگی، لیکن مجھے اجازت نہیں ملی، چنانچہ میں لوٹ آیا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو اس کو چاہیے کہ لوٹ جائے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر کہا، اللہ کی قسم! (اس حدیث کی صحت پر) تم گواہ پیش کرو، ورنہ میں تمھیں سزا دوں گا۔ تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم (گواہی کے لیے) قوم میں سے سب سے کم عمر لڑکے کو تیرے ساتھ بھیجتے ہیں (یہی گواہی دے گا) چنانچہ میں ان کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور گواہی دی (کہ یہ حدیث ایسے ہی ہے) تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم مجھ سے پوشیدہ رہ گیا؟ افسوس! مجھے بازاروں کی خرید و فروخت نے مشغول رکھا۔ آپ کی مراد تجارت سے تھی۔ [مسلم، كتاب الآداب، باب الاستيذان : ٢١٥٣/٣٣۔ بخاری، كتاب البيوع، باب الخروج في التجارة ...... الخ : ٢٠٦٢]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین مرتبہ اجازت لینے کے بعد بھی اگر اجازت نہ ملے تو واپس چلے آنا چاہیے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے گھر میں گیا، آپ نے وہاں ایک دودھ کا پیالہ دیکھا تو فرمایا: ''ابو ہریرہ! جاؤ اور صفہ والوں کو میرے پاس بلا لاؤ'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں ان کے پاس گیا اور ان کو بلایا، وہ آئے، انھوں نے اجازت مانگی، جب انھیں اجازت دے دی گئی تو پھر وہ اندر داخل ہوئے۔ [بخاری، كتاب الاستئذان، باب إذا دعى الرجل فجاء هل يستأذن ؟ : ٦٢٤٦]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے (ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں) مجھ سے اندر آنے کی اجازت مانگی، تو میں نے اس کو اجازت دے دی۔ [بخاری، كتاب المغازي، باب حديث الإفك : ٤١٤١]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے آپ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے پاس بھیجا۔ انھوں نے اجازت مانگی اور تب آپ میرے ساتھ میری چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے، آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة أم المؤمنين رضى الله عنها : ٢٤٤٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگی، فرمایا: ''السلام علیکم و رحمة الله'' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے جواب میں ''وَ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ'' تو کہہ دیا لیکن ایسی آواز سے کہ آپ نہ سنیں۔ چنانچہ تین بار یہی ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرتے اور آپ جواب دیتے رہے، لیکن اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ سنیں۔ اس کے بعد آپ وہاں سے واپس لوٹے تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے آئے اور

کہنے لگے، اے اللہ کے رسول ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ! آپ نے جتنی بار سلام کہا وہ میں نے سنا اور میں نے ہر سلام کا جواب بھی دیا تھا، لیکن اس خیال سے کہ آپ کی بہت ساری دعائیں لے لوں اور زیادہ برکت حاصل کروں، جواب اس طرح نہ دیا کہ آپ کو سنائی دے، اب آپ چلیے ! تشریف رکھیے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے۔ انھوں نے آپ کے سامنے کشمش لا کر رکھی، آپ نے تناول فرمائی اور فارغ ہو کر فرمانے لگے: ((اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ، وَ صَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلاَئِكَةُ وَ اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ)) ”نیک و صالح لوگ تمھارا کھانا کھاتے رہیں اور فرشتے تمھارے لیے دعائیں کرتے رہیں اور تمھارے ہاں روزے دار افطار کرتے رہیں۔“ [مسند أحمد : ۱۳۸/۳، ح : ۱۲۴۱۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص تیرے گھر میں بغیر تیری اجازت کے جھانکنے لگے اور تو اسے کنکر مارے جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔“ [بخاری، کتاب الدیات، باب من اطلع فی بیت قوم ...... الخ : ۶۹۰۲۔ مسلم، کتاب الآداب، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ : ۲۱۵۸]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس قرض کے بارے میں حاضر ہوا جو میرے والد پر تھا، میں نے دروازے پر دستک دی تو آپ نے پوچھا: ”کون ہیں؟“ میں نے کہا، میں ہوں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں، میں؟“ گویا آپ نے یوں کہنے کو ناپسند فرمایا۔ [بخاری، کتاب الاستئذان، باب إذا قال من ذا ؟فقال أنا : ۶۲۵۰۔ مسلم، کتاب الآداب، باب کراھة قول المستأذن أنا ...... الخ : ۲۱۵۵]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر سے رات کے وقت (بغیر اطلاع) گھر آ جانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس سے گویا گھر والوں کی خیانت یا چوری کو پکڑنا، یا ان کے قصور کو ڈھونڈنا ہے۔ [بخاری، کتاب العمرة، باب لا یطرق أھله إذا بلغ المدینة : ۱۸۰۱۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب کراھة الطروق ...... الخ : ۷۱۵/۱۸۴، بعد الحدیث : ۱۹۲۸]

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۲۸

”پھر اگر تم ان میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو، یہاں تک کہ تمھیں اجازت دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ، یہ تمھارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو، اسے خوب جاننے والا ہے۔“

آدمی جس گھر میں داخل ہونا چاہے اگر اس میں کوئی موجود نہ ہو تو بغیر اجازت داخل نہ ہو اور اگر اندر سے کوئی آدمی کہے کہ ابھی واپس چلے جاؤ، تو بغیر ناراض ہوئے واپس چلا جائے اور یہ سمجھے کہ گھر والے کی کوئی مجبوری ہوگی، اسی لیے اسے اجازت نہیں ملی۔ مسلمانوں کے دلوں کی طہارت و پاکیزگی ایسا ہی کرنے میں ہے، اسی سے ان کی آپس کی محبت باقی رہے گی۔ زبردستی کسی کے گھر میں داخل ہونا، رذالت و کمینگی ہے اور مسلمان کی عزت نفس کے خلاف ہے۔

لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْکُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّکُمْ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَکْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

”تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ان گھروں میں داخل ہو جن میں رہائش نہیں کی گئی، جن میں تمھارے فائدے کی کوئی چیز ہو اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔“

اس آیت میں ان گھروں میں داخل ہونے کا حکم بیان کیا گیا ہے جن میں کوئی بھی آدمی مستقل قیام پذیر نہ ہو۔ مثال کے طور پر شاہراہوں پر بنے ہوئے ہوٹل، دکانیں اور دیگر تجارتی جگہیں، ایسی جگہوں میں بغیر اجازت داخل ہونا جائز ہے۔ اس لیے کہ سب کو معلوم ہے کہ ایسی جگہوں میں لوگ اپنے گھر والوں کے ساتھ نہیں رہتے۔ البتہ اگر کسی نے ہوٹل میں کوئی کمرہ کرایہ پر لے لیا ہے اور اس میں اپنی بیوی یا دیگر افراد خانہ کے ساتھ رہتا ہے، تو اس کا حکم بھی گھر کا ہے اور اس میں جھانکنا یا بغیر اجازت داخل ہونا ممنوع ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْکٰی لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

”مومن مردوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو وہ کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اگر قصد و ارادہ کے بغیر اچانک کسی غیر محرم عورت پر نگاہ پڑ جائے تو فوراً اپنی نظریں پھیر لیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، نہ بدکاری کریں اور اپنی شرم گاہ کسی کے سامنے نہ کھولیں، جس کے لیے اس کا دیکھنا حرام ہے۔ ان دونوں باتوں پر عمل کرنے سے مسلمان کی روح پاکیزہ رہتی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّکٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱ تا ۷] ”یقیناً کامیاب ہوگئے مومن۔ وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو لغو کاموں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور وہی جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے سوا تلاش کرے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔“

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اچانک نگاہ پڑ جانے کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے مجھے نگاہ پھیر لینے کا حکم دیا۔[مسلم، كتاب الآداب، باب نظر الفجاءة : ۲۱۵۹]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''اے علی! نظر کے پیچھے نظر مت لگاؤ، کیونکہ پہلی نظر (جو اچانک پڑ گئی) وہ تو تجھے معاف ہے، لیکن دوسری نظر (جو قصداً پڑی وہ) معاف نہیں ہے۔'' [أبو داؤد، كتاب النكاح، باب في ما يؤمر به من غض البصر : ۲۱۴۹۔ ترمذی، كتاب الأدب، باب ما جاء في نظر الفجاءة : ۲۷۷۷۔ مسند أحمد : ۳۵۱/۵، ح : ۲۳۰۳۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی (کی تقدیر میں اس) کے لیے زنا کا جو حصہ لکھ دیا ہے وہ لامحالہ اس سے دوچار ہوگا، تو آنکھ کا زنا دیکھنا ہے اور زبان کا زنا بولنا ہے، دل تو تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس خواہش کو سچا کرتی ہے، یا جھٹلا دیتی ہے۔'' [بخاری، كتاب الاستئذان، باب زنا الجوارح دون الفرج : ۶۲۴۳۔ مسلم، كتاب القدر، باب قدر على ابن آدم حظه من الزنا : ۲۶۵۷]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہماری یہ مجلسیں تو بہت ضروری ہیں، کیونکہ ہم وہیں روز مرہ کی گفتگو کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا! جب تم ان مجلسوں میں بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستوں کا حق ادا کرتے رہو۔'' انھوں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نگاہ نیچی رکھنا، راہ گیروں کو اذیت دینے سے باز رہنا، سلام کا جواب دینا، اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے منع کرنا۔'' [بخاری، كتاب الاستئذان، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ يأيها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوتًا ...... الخ ﴾ : ۶۲۲۹۔ مسلم، كتاب اللباس و الزينة، باب النهي عن الجلوس في الطرقات ...... الخ : ۲۱۲۱]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دے دے، تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔'' [بخاری، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان...... الخ : ۶۴۷۴]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی عورت کسی دوسری عورت سے ملنے کے بعد اپنے شوہر سے اس عورت کا ذکر اس طرح نہ کرے گویا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔'' [بخاری، كتاب النكاح، باب لا تباشر المرأة المرأة فتنعتها لزوجها : ۵۲۴۰]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں پیٹھ پھیرتی ہے، لہٰذا جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اپنی بیوی کے پاس آجائے۔ ایسا کرنے سے اس کے دل کا خیال جاتا رہے گا۔'' [مسلم، كتاب النكاح، باب ندب من رأى امرأة فوقعت في نفسه إلى أن يأتي امرأته ...... الخ : ۱۴۰۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرے میں جھانکا، تو آپ تیر لے کر کھڑے ہوئے، گویا میں آپ کو دیکھ رہا ہوں، آپ چاہتے تھے کہ اس کی آنکھ پر تیر چبھو دیں۔[بخاري، كتاب الاستئذان، باب الاستئذان من أجل البصر : ۶۲۴۲۔ مسلم، كتاب الآداب، باب تحريم النظر فى بيت غيره : ۲۱۵۷]

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے نوجوانو کی جماعت! جو کوئی تم میں سے نکاح کرنے کی قدرت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نکاح کرے، کیونکہ نکاح سے نگاہ نیچی رہتی ہے اور شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے اور جو شخص طاقت نہ رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ روزے رکھے، ایسا کرنا اس کے لیے ڈھال بن جائے گا۔“[بخاري، كتاب النكاح، باب من لم يستطع الباءة فليصم : ۵۰۶۶۔ مسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه...... الخ : ۱۴۰۰]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک عورت سے منگنی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(پہلے) اس عورت کو دیکھ لو، کیونکہ تم دونوں میں موانست کا یہ بہتر طریقہ ہے۔“[ترمذي، كتاب النكاح، باب ما جاء فى النظر إلى المخطوبة : ۱۰۸۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا جو کسی انصاری عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا: ”کیا تو نے اسے دیکھ لیا ہے؟“ اس نے کہا، نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”جا اور اسے دیکھ لے، کیونکہ انصار کی عورتوں کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے۔“[مسلم، كتاب النكاح، باب ندب من أراد نكاح امرأة إلى أن ينظر إلى وجهها ...... الخ : ۱۴۲۴]

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۳۱

”اور مومن عورتوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے، یا اپنے باپوں، یا اپنے خاوندوں کے باپوں، یا اپنے بیٹوں، یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں، یا اپنے

بھائیوں، یا اپنے بھتیجوں، یا اپنے بھانجوں، یا اپنی عورتوں (کے لیے)، یا (ان کے لیے) جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہیں، یا ان لڑکوں کے لیے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے اور اپنے پاؤں (زمین پر) نہ ماریں، تاکہ ان کی وہ زینت معلوم ہو جو وہ چھپاتی ہیں اور تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

اس آیت کریمہ میں مومن مردوں کی طرح مومن عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اجنبی اور غیر محرم مردوں کو نہ دیکھیں اور اگر کبھی اچانک کسی غیر محرم مرد پر نظر پڑ جائے تو فوراً اپنی نظر نیچی کر لیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، نہ بدکاری کریں اور نہ اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کے سامنے اپنے جسم کو ظاہر کریں، اسی طرح اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں۔ البتہ جو چیزیں خود ہی ظاہر ہیں، یا انھیں کبھی مجبوراً ظاہر کرنا پڑتا ہے، جیسے برقع اور اوڑھنی کا ظاہری حصہ، راستہ دیکھنے کے لیے دونوں آنکھیں کوئی چیز پکڑنے کے لیے دونوں ہاتھ، تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

بعض علماء نے ﴿ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ سے مراد یہ لی ہے کہ حجاب سے چہرہ اور ہاتھ مستثنیٰ ہیں، یعنی عورتوں کو غیر محرم سے بھی چہرہ اور ہاتھ چھپانے کی ضرورت نہیں، یہ توجیہ درج ذیل وجوہ کی بنا پر غلط ہے۔

① اس آیت میں احکام حجاب کی رخصتوں کا ذکر ہے نہ کہ احکام حجاب کی پابندیوں کا، یعنی ذکر تو یہ چل رہا ہے کہ محرم رشتہ داروں سے بھی حجاب کی ضرورت نہیں، اپنے جیسی عورتوں سے بھی، لونڈیوں سے بھی، خدام اور نابالغ بچوں سے بھی اظہار زینت اور حجاب پر کوئی پابندی نہیں۔ اب دیکھیے اس آیت میں کہیں عام لوگوں یا غیر محرموں کا ذکر آیا ہے کہ ان سے بھی اظہار زینت پر کوئی پابندی نہیں؟ لہٰذا اگر ان حضرات کے بقول ﴿ مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہی لے لیے جائیں تو بھی چنداں فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اس آیت میں مذکور اشخاص کے سامنے ہاتھ اور چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہی کا تو ذکر ہے۔

② اس بات کے باوجود بھی یہ توجیہ غلط ہے، کیونکہ ﴿ مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ میں "ھَا" ضمیر "زِيْنَتَهُنَّ" کی طرف راجع ہے جو کہ قریب ہی مذکور ہے، نہ کہ اعضائے بدن کی طرف جن کا یہاں ذکر ہی موجود نہیں۔ اور اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ "عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس زینت سے از خود ظاہر ہو جائے۔" گویا اللہ تعالیٰ عورتوں کو تکلیف مالایطاق نہیں دینا چاہتے، یعنی اگر جلباب یا بڑی چادر یا برقع کسی وقت ہوا سے اٹھ جائے، غفلت یا کسی دوسرے اتفاق کی بنا پر عورت کا زیور یا زینت یا اس کا کچھ حصہ ظاہر ہو جائے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

③ پیچھے واقعۂ افک میں ایک طویل حدیث، جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، گزر چکی ہے، اس میں وہ فرماتی ہیں کہ

میں نے صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ کو جب بیدار ہو کر اپنے پاس کھڑا دیکھا تو اپنا چہرہ ڈھانپ لیا، کیونکہ اس سے پہلے (سورۂ احزاب میں) پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا، پھر بعد میں کیا یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا؟

④ تمام بدن میں چہرہ ہی ایسا عضو ہے جس میں دلکشی کا سب سے زیادہ سامان ہوتا ہے، پھر اگر اسے ہی پردہ سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے تو باقی احکام حجاب کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا : سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں، اتنے میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور گھر میں داخل ہوئے۔ یہ واقعہ پردے کی آیتیں اترنے کے بعد کا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہم سے) فرمایا: ''ان سے پردہ کرو۔'' ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا یہ نابینا نہیں ہے، ہمیں دیکھتا بھی نہیں اور پہچانتا بھی نہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم بھی اندھی ہو، کیا تم اسے نہیں دیکھتی ہو؟'' [مسند أحمد : ۶/۲۹۶، ح : ۲۶۵۹۳۔ أبو داوٗد، کتاب اللباس، باب فی قوله تعالٰی : ﴿ و قل للمؤمنات یغضضن من أبصارهن ﴾ : ۴۱۱۲۔ ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی احتجاب النساء من الرجال : ۲۸۷۸]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نابینا کی طرف بھی نظر نہیں اٹھانی چاہیے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن اپنے حجرہ کے دروازے پر دیکھا، اس وقت حبشہ کے کچھ لوگ مسجد میں (نیزوں) سے کھیل رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی چادر میں چھپا لیا، تاکہ میں ان کے کھیل کو دیکھ سکوں۔ [بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب أصحاب الحراب فی المسجد : ۴۵۴۔ مسلم، کتاب صلوٰۃ العیدین، باب الرخصة فی اللعب الذی لا معصیة فیه ...... الخ : ۸۹۲/۱۸]

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ : خُمُرٌ، خِمَارٌ کی جمع ہے، اس سے مراد ہر وہ کپڑا ہے جس سے سر کو ڈھانپا جائے، انھیں لوگ آج کل اوڑھنی کہتے ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ پہلی مہاجر عورتوں پر رحم فرمائے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ ''اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں'' تو انھوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر ان کی اوڑھنیاں بنا لیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن ﴾ : ۴۷۵۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت اتری: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ تو عورتوں نے اپنے تہ بند کے حاشیوں کو پھاڑ کر ان کی اوڑھنیاں بنائیں (اور ان سے اپنا جسم ڈھانپ لیا)۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن ﴾ : ۴۷۵۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوزخیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنھیں میں نے

نہیں دیکھا، ایک تو وہ لوگ جن کے پاس بیل کی دموں کی مانند کوڑے ہوں گے، جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور ایک وہ عورتیں جو کپڑے تو پہنے ہوں گی لیکن ننگی ہوں گی، (مردوں کو) مائل کرنے والی اور خود (ان کی طرف) مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر گویا بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے، وہ جنت میں نہیں جائیں گی، بلکہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی دور سے آتی ہے۔'' [مسلم، کتاب اللباس و الزینة، باب النساء الکاسیات العاریات المائلات الممیلات : ۲۱۲۸]

﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ ...... اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ﴾ : آیت میں دوبارہ اظہار زینت سے منع کیا ہے، تاکہ اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا جائے جن کے سامنے مسلمان عورت بغیر پردہ کیے جا سکتی ہے۔ وہ یہ ہیں، عورت کا بیٹا، پوتا اور پرپوتا، شوہر کے بیٹے، پوتے اور پرپوتے، سگا بھائی، باپ کی جانب سے بھائی، ماں کی جانب سے بھائی اور ان کے بیٹے، پوتے اور پرپوتے، بھائی کا بیٹا، پوتا اور پرپوتا، بہن کا بیٹا، پوتا اور پرپوتا اور بہن چاہے سگی ہو، یا ماں کی جانب سے یا باپ کی جانب سے، اس لیے کہ یہ لوگ عورتوں کے محرم ہیں، ان کی جانب سے کسی فتنہ کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ باپ تو ان کا ولی ہوتا ہے جو ان کی حفاظت کرتا ہے اور بھائی تو باپ کے بعد سہارا ہوتا ہے۔ اسی طرح بھائی کا بیٹا بھی اپنی پھوپھی کی عزت کی حفاظت کرتا ہے اور یہی حال بہن کے بیٹے کا ہے۔ مسلمان عورت کے لیے اپنی رشتہ دار کسی عورت کے سامنے اپنی زینت ظاہر کرنا جائز ہے۔ ﴿ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ﴾ سے مراد غلام اور لونڈی دونوں ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو رشتے نسب کے لحاظ سے حرام ہیں، وہی رشتے رضاعت کے لحاظ سے بھی حرام ہیں۔'' [بخاری، کتاب الشھادات، باب الشھادۃ علی الأنساب والرضاع ...... الخ : ۲٦٤٥۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة : ۱٤٤٤، عن عائشة رضی اللہ عنها]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ ایک غلام بھی تھا، جو آپ نے ان کو ہبہ کیا تھا۔ اس وقت سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھیں۔ جب اس سے سر کو ڈھانپتیں تو پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں ڈھانپتیں تو سر کھل جاتا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو اس حال میں دیکھا تو فرمایا: ''(اگر تمھارا سر اور پاؤں کھلا رہے تو) تمھارے لیے کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہاں تمھارا باپ ہے، یا تمھارا غلام ہے۔'' [أبو داوٗد، کتاب اللباس، باب فی العبد ینظر إلی شعر مولاته : ٤١٠٦]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسری عورت سے ملنے کے بعد اس کے اوصاف اپنے خاوند کے سامنے اس طرح بیان کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب لا تباشر المرأۃ المرأۃ ...... الخ : ٥٢٤٠]

﴿ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ ﴾ : وہ افراد جو گھر والوں میں شامل ہیں اور جو عورتوں میں کوئی رغبت نہ رکھتے

ہوں، جیسے بہت بوڑھا آدمی، نامرد، پاگل وغیرہ، لیکن ایسے مخنث جو عورتوں کے بارے میں کسی بھی قسم کی دلچسپی رکھتے ہوں وہ اس حکم سے خارج ہیں، جیسا کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میرے پاس ایک مخنث بیٹھا ہوا تھا، میں نے سنا کہ وہ عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ سے کہہ رہا تھا، اے عبداللہ! اگر کل اللہ نے تم کو طائف پر فتح دی تو تم غیلان کی بیٹی کو لے لینا، وہ جب سامنے سے آتی ہے تو اس کے پیٹ پر چار شکنیں پڑتی ہیں اور واپس جاتے ہوئے آٹھ نظر آتی ہیں۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ مخنث آئندہ تمھارے پاس نہ آئیں۔“ [بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة الطائف ...... الخ : ٤٣٢٤۔ مسلم، كتاب السلام، باب منع المخنث من الدخول على النساء الأجانب : ٢١٨٠]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے پاس ایک مخنث آیا کرتا تھا اور لوگ اسے ان لوگوں میں سے سمجھتے تھے، جن کو عورتوں سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کے پاس آئے تو وہ ایک عورت کی تعریف کر رہا تھا کہ وہ جب سامنے سے آتی ہے تو چار شکنوں کے ساتھ اور جب پیٹھ موڑ کر جاتی ہے تو آٹھ شکنیں نمودار ہوتی ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں سمجھتا ہوں یہاں جو عورتیں ہیں، یہ ان کو بھی پہچانتا ہوگا، یہ اب تمھارے پاس نہ آئے۔“ پھر اس سے لوگوں نے پردہ کروانا شروع کر دیا۔ [مسلم، كتاب السلام، باب منع المخنث من الدخول على النساء الأجانب : ٢١٨١]

اَوِ الطِّفۡلِ الَّذِيۡنَ لَمۡ يَظۡهَرُوۡا عَلٰى عَوۡرٰتِ النِّسَآءِ : یعنی وہ بچے جو کم عمری کی وجہ سے عورتوں کے حالات، ان کی پردے کی چیزوں، ان کے نرم کلام، ان کی چال اور ان کی حرکات و سکنات کو نہ سمجھتے ہوں۔ اگر بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ وہ ان چیزوں کو سمجھتا نہ ہو تو اس کا عورتوں کے پاس آنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر بچہ بالغ یا قریب البلوغت ہو، ان چیزوں کو جانتا پہچانتا ہو تو اسے عورتوں کے پاس نہ آنے دیا جائے۔ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگو! عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔“ انصار کے ایک آدمی نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! دیور اور جیٹھ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ”وہ تو موت ہے۔“ [بخاری، كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم ...... الخ : ٥٢٣٢۔ مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الخلوة : ٢١٧٢]

وَلَا يَضۡرِبۡنَ بِاَرۡجُلِهِنَّ لِيُعۡلَمَ مَا يُخۡفِيۡنَ مِنۡ زِيۡنَتِهِنَّ : یعنی مسلمان عورت کے لیے جس طرح لوگوں کی نگاہوں سے اپنی زینت چھپانا ضروری ہے، اسی طرح ان کے کانوں تک اپنے زیور کی آواز بھی نہیں پہنچنے دینی چاہیے۔ اگر کسی عورت نے پازیب پہن رکھا ہے، تو اس کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ پاؤں پٹخ کر چلے اور لوگ اس کے پازیب کی جھنکار سن کر اس کی طرف مائل ہوں۔ اس ممانعت میں ہر وہ چھپی ہوئی زینت داخل ہے جو حرکت کرنے سے ظاہر ہو، اسی ضمن میں عورت کا ایسی خوشبو لگا کر باہر نکلنا بھی آتا ہے، جو مردوں تک پہنچے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں آئے تو وہ خوشبو نہ

لگائے۔“ [مسلم، كتاب الصلوة، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة ...... الخ : ۱۴۲/۴۴۳]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کوئی عورت خوشبو لگا کر کسی قوم کے پاس سے گزرتی ہے، تاکہ وہ اس کی خوشبو پالیں تو وہ ایسی اور ایسی ہے۔“ آپ نے بڑی سخت بات فرمائی۔ [أبو داؤد، كتاب الترجل، باب في طيب المرأة للخروج : ۴۱۷۳۔ ترمذی، كتاب الأدب، باب ما جاء في كراهية خروج المرأة متعطرة : ۲۷۸۶]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو عورت کسی خوشبو کی دھونی لے تو وہ ہمارے ساتھ نماز عشاء میں شریک نہ ہو۔“ [مسلم، كتاب الصلوة، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة ...... الخ : ۴۴۴]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مومن عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھنے آتیں تو وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں اور پھر نماز کے بعد اپنے گھروں کو لوٹتیں تو بھی اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ [بخاری، كتاب مواقيت الصلوة، باب وقت الفجر : ۵۷۸]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عورت ساری ہی پردہ ہے۔ جب یہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف جھانکتا ہے۔“ [ترمذی، كتاب الرضاع، باب استشراف الشيطان ...... الخ : ۱۱۷۳]

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ”اللہ کی قسم! میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔“ [بخاری، كتاب الدعوات، باب استغفار النبي ﷺ في اليوم والليلة : ۶۳۰۷]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے قبل توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔“ [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه : ۲۷۰۳]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(روزِ قیامت) اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کو دیکھ کر ہنس دے گا، جن میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا ہوگا (اور پھر بھی) وہ دونوں جنت میں داخل ہوں گے، (وہ اس طرح کہ) یہ پہلا قتل ہونے والا اللہ کے راستے میں لڑتا رہا اور پھر شہید کر دیا گیا اور پھر اللہ نے اس (کافر) قاتل کو توبہ کی توفیق دے دی اور وہ مسلمان ہو گیا اور وہ بھی اللہ کی راہ میں شہید کر دیا گیا۔“ [بخاری، كتاب الجهاد، باب الكافر يقتل المسلم ثم يسلم فيسدد بعد و يقتل : ۲۸۲۶۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان الرجلين يقتل أحدهما ...... الخ : ۱۸۹۰]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر انسان کے پاس ایک وادی سونے کی ہو تو بھی وہ چاہے گا کہ اس کے پاس دو وادیاں ہوں۔ اس کا منہ تو (قبر کی) مٹی ہی بھرے گی اور اللہ تعالیٰ اس پر رجوع

فرماتا ہے، جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے (یعنی توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے)۔‘‘ [مسلم، کتاب الزکاۃ، باب لو أن لابن آدم وادیین لابتغی ثالثًا : ۱۰۴۸، ۱۰۴۹۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من فتنۃ المال ...... الخ : ۶۴۳۶]

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىِٕكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾

’’اور اپنے میں سے بے نکاح مردوں، عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے جو نیک ہیں ان کا بھی، اگر وہ محتاج ہوں گے اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آزاد مردوں اور عورتوں اسی طرح نیک غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح کرانے کا حکم دیا ہے۔ اس میں خطاب اولیاء کو ہے۔ احادیث میں نکاح کی مسئولیت انھی کے سپرد کی گئی ہے، جیسا کہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔‘‘ [ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء لا نکاح إلا بولی : ۱۱۰۱]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا، وہ نکاح باطل ہے، وہ نکاح باطل ہے، وہ نکاح باطل ہے، پھر (ناجائز نکاح کے بعد) اگر مرد نے ہم بستری کی تو اس عورت کے لیے مہر ہوگا، جس کے عوض اس نے عورت کی شرم گاہ (اپنے لیے) حلال کرنا چاہی اور اگر ولی آپس میں اختلاف کرنے لگیں تو یاد رکھو! جس کا کوئی ولی نہ ہو تو اس کا ولی حاکم وقت ہے۔‘‘ [ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء لا نکاح إلا بولی : ۱۱۰۲]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ’’علی! تین کاموں میں دیر نہ کرنا، فرض نماز میں جب اس کا وقت ہو جائے، جنازہ جب موجود ہو (تو اس کو دفن کرنے میں) اور بیوہ عورت کے نکاح میں جب کہ اس کا کفو (ہم سر) مل جائے۔‘‘ [ترمذی، کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی الوقت الأول من الفضل : ۱۷۱]

اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ : یعنی فقیری اور محتاجی شادی سے مانع نہیں ہونی چاہیے، اللہ کا وعدہ ہے کہ شادی کے بعد وہ محتاجی کو دور کر دیتا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تین قسم کے لوگوں کی مدد کرنا اللہ کے ذمے حق ہے، ایک وہ مجاہد جو اللہ کی راہ میں نکلا ہو، دوسرا نکاح کرنے والا جو حرام کاری سے بچنے کے لیے نکاح کرے اور تیسرا وہ مکاتبت کرنے والا غلام جس کا ارادہ

روانگی کا ہو۔'' [نسائی، کتاب الجهاد، باب فضل الروحة فی سبیل الله عزوجل : ۳۱۲۲۔ ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی المجاهد و الناکح ...... الخ : ۱٦٥٥]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کے روبرو (نکاح کے لیے) اپنا آپ پیش کیا، (لیکن نبی ﷺ نے کچھ جواب نہ دیا تو) ایک شخص نے آپ سے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس کا نکاح مجھ سے کر دیجیے۔ آپ نے پوچھا: ''تیرے پاس کیا چیز ہے؟'' وہ بولا، میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جا کر کوئی چیز ڈھونڈو، اگر چہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو۔'' وہ جا کر پھر دوبارہ آیا اور کہنے لگا، اللہ کی قسم، یا رسول اللہ! مجھے کچھ نہیں ملا، لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی، لیکن میرے پاس یہ تہ بند ہے، آدھا اس کو دے دیجیے۔ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے پاس دوسری چادر بھی نہیں تھی۔ آپ نے جواب دیا: ''تیری چادر کا وہ کیا کرے گی؟ اسے اگر تو پہنے گا تو عورت کو اس سے کچھ نہیں ملے گا اور اگر عورت پہنے گی تو تجھے کچھ نہیں ملے گا۔'' وہ (مایوس ہو کر) بیٹھ گیا۔ جب کافی دیر بیٹھے رہنے کے بعد وہ اٹھ کر جانے لگا تو نبی کریم ﷺ نے اسے (جاتے) دیکھ کر خود بلایا، یا کسی سے بلوایا اور فرمایا: ''تجھے قرآن کی کون کون سی سورتیں یاد ہیں؟'' اس نے کئی سورتیں گن کر کہا کہ فلاں فلاں سورت یاد ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہم نے تجھے قرآن مجید (جو تمھیں یاد ہے اس) کے عوض اس عورت کا مالک بنا دیا (یعنی نکاح کر دیا)۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب عرض المرأة نفسها علی الرجل الصالح : ۵۱۲۱۔ مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق وجواز کونه تعلیم القرآن ...... الخ : ۱٤۲٥]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کچھ نوجوان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہتے تھے اور (نکاح کے لیے) ہمارے پاس کچھ نہیں تھا، تو آپ نے ہمیں ارشاد فرمایا: ''اے نوجوانو! تم میں سے جو کوئی نکاح کی طاقت رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ نکاح کر لے، کیونکہ نکاح نگاہ نیچی رکھنے اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے کے لیے خوب چیز ہے اور جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھا کرے، کیونکہ روزے (اس کی شہوت کو ٹھنڈا کرنے کے لیے) ڈھال کا کام دیں گے۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءة فلیصم : ٥٠٦٦]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل (مجرد یا عورت سے الگ تھلگ رہنے) کی اجازت نہیں دی، اگر آپ اسے اجازت دے دیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب ما یکره من التبتل والخصاء : ٥٠٧٣]

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖۗ وَّ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ

مَنۡ يُّكۡرِهۡهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنۡۢ بَعۡدِ اِكۡرَاهِهِنَّ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳۳﴾

’’اور لازم ہے کہ حرام سے بہت بچیں وہ لوگ جو کوئی نکاح نہیں پاتے، یہاں تک کہ اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے اور وہ لوگ جو مکاتبت (آزادی کی تحریر) طلب کرتے ہیں، ان میں سے جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہیں تو ان سے مکاتبت کر لو، اگر ان میں کچھ بھلائی معلوم کرو اور انھیں اللہ کے مال میں سے دو جو اس نے تمھیں دیا ہے، اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو، اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں، تاکہ تم دنیا کی زندگی کا سامان طلب کرو اور جو انھیں مجبور کرے گا تو یقیناً اللہ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

وَلۡيَسۡتَعۡفِفِ الَّذِيۡنَ لَا يَجِدُوۡنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغۡنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ : یعنی جو شخص کسی مجبوری کے سبب شادی نہ کر سکے اسے چاہیے کہ صبر سے کام لے، روزے رکھے اور نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کرتا رہے کہ کہیں وہ شیطان کے نرغے میں نہ پھنس جائے اور اپنی عفت و پاک دامنی کی حفاظت کرے۔ عفت و عصمت کی حفاظت کے سلسلہ میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو سفیان نے خبر دی کہ جب ہرقل شاہِ روم نے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا کہ وہ نبی تم لوگوں کو کن چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں؟ تو اس نے (اگرچہ اس وقت وہ کافر تھے) ہرقل سے کہا، وہ ہمیں نماز، صدقہ، عفت و پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں۔ [بخاری، كتاب الأدب، باب صلة المرأة أمها ولها زوج : ۵۹۸۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سات آدمی ایسے ہیں کہ اللہ اس روز انھیں اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا: ① انصاف کرنے والا حکمران۔ ② ایسا نوجوان جس نے اپنے رب کی عبادت میں نشو و نما پائی۔ ③ ایسا آدمی کہ اس کا دل مسجدوں میں اٹکا ہوا ہے۔ ④ ایسے دو آدمی جو آپس میں محض اللہ کی خوشنودی کے لیے محبت کرتے ہیں، اسی پر ملتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں۔ ⑤ ایسا آدمی کہ اسے اقتدار اور جمال کی مالکہ عورت نے بدکاری کی دعوت دی، مگر اس نے (دعوت رد کرتے ہوئے) کہا، میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ ⑥ ایسا آدمی کہ اس نے صدقہ اس قدر چھپا کر کیا کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی بے خبر رہا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ⑦ اور ایسا آدمی کہ جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔‘‘ [بخاری، كتاب الزكاة، باب الصدقة باليمين : ۱۴۲۳ ـ مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة : ۱۰۳۱]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تمھارا (اپنی بیوی سے) جماع کرنا بھی صدقہ ہے۔‘‘ صحابہ نے تعجب سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی اپنی خواہش کی وجہ سے یہ کام کرتا ہے تو کیا یہ کام بھی باعث اجر ہے؟ فرمایا: ’’(کیوں نہیں) تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اسے حرام مقام پر پورا کرے تو کیا اسے اس کی وجہ سے گناہ نہیں ہوگا؟ تو اسی طرح جب وہ حلال طریقہ سے اپنی خواہش پوری کرتا ہے تو یہ اس کے لیے باعث

اجر وثواب ہے۔'' [مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان أن اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف : ۱۰۰۶]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائے گا، نہ ان کا تزکیہ فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھے گا (اور یہی نہیں) بلکہ انھیں دردناک عذاب میں مبتلا فرمائے گا، (ان میں سے) ایک عمر رسیدہ زانی (جو بوڑھا ہو چکا ہے اور زنا کرتا ہے)، دوسرا جھوٹا بادشاہ (جو شاہ وقت ہو کر جھوٹ بولتا ہے) اور تیسرا متکبر فقیر (جو محتاج ہو کر بھی غرور و تکبر کرتا ہے)۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار ...... الخ : ۱۰۷]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَ الْعَفَافَ وَ الْغِنٰى » ''اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، عفت اور غنا کی درخواست کرتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الأدعیۃ : ۲۷۲۱]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت ہے کہ معراج کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہ گاروں کے عذاب اور سزا کی مثال دکھائی گئی تھی، اس موقع پر ایک منظر یہ تھا کہ آپ نے فرمایا: ''تو ہم ایک تنور جیسی چیز پر آئے، اس سے شور اور مختلف آوازیں آ رہی تھیں، ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا تو اس میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں اور ان کے نیچے سے ان کی طرف آگ کی لپٹ آتی تھی، تو جب آگ انھیں اپنی لپیٹ میں لے لیتی تو وہ چلانے لگتے۔ میں نے ان دو فرشتوں سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے مجھے بتایا کہ یہ زنا کار مردوں اور عورتوں کی جماعت ہے، جو دنیا میں بدکاری میں مبتلا رہے تھے۔'' [بخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح : ۷۰۴۷]

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ...... الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ : مسلمانوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ اگر ان کے غلام چاہیں کہ مال دے کر آزادی حاصل کر لیں، تو انھیں اس پر رضا مند ہو جانا چاہیے اور اسے تحریر میں لے آنا چاہیے، تاکہ لکھی ہوئی شرط کے مطابق قسطوں میں مطلوبہ رقم ادا کر کے وہ آزاد ہو جائیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ رَوح نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ میں نے عطاء سے پوچھا، جب مجھے یہ معلوم ہو کہ غلام کے پاس مال ہے تو کیا میرے لیے اس سے مکاتبت کرنا واجب ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک تو یہ واجب ہی ہے۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کہ آپ اسے کسی سے روایت کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا، نہیں! پھر انھوں نے مجھے بتایا کہ موسیٰ بن انس نے انھیں خبر دی کہ سیرین نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کے بارے میں سوال کیا اور وہ کثیر المال تھے، مگر سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا تو وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کہ ان سے مکاتبت کر لو، مگر انھوں نے انکار کر دیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دُرّے کے ساتھ مارا اور قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ﴾ ''تو ان سے مکاتبت کر
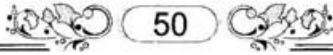
لو، اگر ان میں کچھ بھلائی معلوم کرو۔'' تو انھوں نے مکاتبت کر لی۔ [بخاری، کتاب المکاتب، باب المکاتب و نجومه فی کل سنة نجم، الخ، قبل الحدیث : ۲۵٦٠]

اِنۡ عَلِمۡتُمۡ فِيۡهِمۡ خَيۡرًا : آیت کے اس حصہ میں صفت امانت وقوت کی طرف اشارہ ہے، تاکہ وہ قسطیں ادا کرنے کے لیے چوری نہ کریں، بلکہ تجارت یا مزدوری کے ذریعے سے مطلوبہ مال حاصل کریں۔ اسلام کی نگاہ میں آزادیٔ انسان کی اہمیت کے پیش نظر اللہ عز و جل نے مکاتب غلام کے آقا کو حکم دیا کہ وہ خود بھی مالی طور پر اس کی مدد کرے، یعنی اس کی کچھ قسطیں معاف کر دے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ بریرہ رضی اللہ عنہا میرے پاس آئی، وہ اپنی مکاتبت (وہ معاہدہ جو غلام اپنے آقا سے آزادی کے لیے کرتا ہے) کے سلسلہ میں مجھ سے معاونت چاہتی تھی۔ انھوں نے کہا، اگر تو چاہے تو میں تیرے مالکوں کو رقم ادا کر دیتی ہوں، مگر ولاء (آزادی کی نسبت) میری ہو گی، لیکن اس کے مالکوں نے کہا، اگر آپ چاہیں تو مکاتبت کی بقایا رقم ادا کر (کے اسے آزاد کر) دیں، مگر اس کی ولاء ہمارے ہی لیے ہو گی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو اور ولاء تو اسی کے لیے ہے جو آزاد کرے۔'' پھر آپ منبر پر چڑھے اور فرمایا: ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں؟ (سنو) جو شخص کوئی ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ میں نہ ہو تو اس شرط کی کوئی حیثیت نہیں، چاہے وہ ایسی سو شرطیں لگائے۔'' [بخاری، کتاب الصلوة، باب ذکر البیع والشراء علی المنبر فی المسجد : ٤٥٦]

وَلَا تُكۡرِهُوۡا فَتَيٰتِكُمۡ عَلَى الۡبِغَآءِ اِنۡ اَرَدۡنَ تَحَصُّنًا : زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی لونڈیوں کو بدکاری کے لیے بھیج دیا کرتے اور ان سے ٹیکس وصول کیا کرتے تھے، لیکن جب دین اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کام سے منع فرما دیا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) کی دو لونڈیاں تھیں، ایک کا نام مسیکہ اور دوسری کا نام امیمہ تھا۔ وہ ان دونوں سے جبراً زنا کرواتا تھا۔ انھوں نے اس کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی، تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی : ﴿ وَلَا تُكۡرِهُوۡا فَتَيٰتِكُمۡ عَلَى الۡبِغَآءِ اِنۡ اَرَدۡنَ تَحَصُّنًا لِّتَبۡتَغُوۡا عَرَضَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ؕ وَمَنۡ يُّكۡرِهۡهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنۡۢ بَعۡدِ اِكۡرَاهِهِنَّ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴾ [النور : ۳۳] ''اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو، اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں، تاکہ تم دنیا کی زندگی کا سامان طلب کرو اور جو انھیں مجبور کرے گا تو یقیناً اللہ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' [مسلم، کتاب التفسیر، باب فی قوله تعالٰی : ﴿ ولا تكرهوا فتياتكم على البغاء ﴾ : ۲۷/ ۳۰۲۹]

لِّتَبۡتَغُوۡا عَرَضَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا : دنیاوی فوائد سے مراد ان کا ٹیکس، مہر اور ان کی اولاد ہے۔ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، بدکار عورت کے مہر اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا ہے۔ [بخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب : ۲۲۳۷۔ مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم ثمن الکلب ...... الخ : ۱۵٦۷]

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے اور گدوانے والی عورت پر اور سود کھانے والے اور سود کھلانے والے پر لعنت کی اور کتے کی کمائی اور بدکار عورت کی کمائی سے منع فرمایا اور تصویر بنانے والے پر لعنت کی۔
[بخاری، کتاب الطلاق، باب مهر البغي والنكاح الفاسد : ۵۳۴۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈیوں کی (زنا کی) کمائی سے منع فرمایا۔[بخاری، كتاب الإجارة، باب كسب البغي والإماء : ۲۲۸۳]

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب سے بری کمائی بدکار عورت کی کمائی، کتے کی قیمت اور پچھنے لگانے والے کی کمائی ہے۔“[مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب ...... الخ : ۱۵۶۸]

وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : یعنی اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ انھیں بخشنے والا، مہربان ہے اور ان کا گناہ اسے ہوگا جو انھیں مجبور کرے گا۔ صفیہ بنت ابی عبید بیان کرتی ہیں کہ حکومت کے ایک غلام نے حصہ خمس کی (لونڈیوں میں سے) ایک لونڈی سے زبردستی زنا کیا، یہ مقدمہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں پیش ہوا تو آپ نے (ثبوت کے بعد) غلام پر حد جاری کی اور اسے شہر بدر کر دیا، جبکہ لونڈی کو بری کر دیا، کیونکہ اس سے زبردستی کی گئی تھی۔
[بخاری، كتاب الإكراه، باب إذا استكرهت المرأة على الزنا فلا حد عليها ...... الخ : ۶۹۴۹]

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا، نسیان اور ایسے کام جو جبر سے کرائے گئے ہوں، معاف کر دیے ہیں۔“[ابن ماجه، كتاب الطلاق، باب طلاق المكره والناسي : ۲۰۴۳]

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ع

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھاری طرف کھول کر بیان کرنے والی آیات اور ان لوگوں کا کچھ حال جو تم سے پہلے گزرے اور متقی لوگوں کے لیے ایک نصیحت نازل کی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں قرآنِ کریم کی تعریف بیان کی ہے کہ ہم نے ان آیات میں احکام کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ اس میں بندوں سے متعلق تمام عبادات، معاملات اور آداب زندگی کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ اس کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ قوموں کے عبرت ناک واقعات بیان کر کے انسان کو تعلیم دی ہے کہ ان سے نصیحت حاصل کریں۔ اس لیے کہ پورا قرآن اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت آموز ہے، البتہ جن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہو اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا ہو، تو انھیں اس قرآن سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ہدایت اور علم کی مثال، جس کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، اس تیز بارش کی سی ہے جو زمین پر برسے، تو جو زمین صاف ہوتی ہے وہ پانی کو جذب کر لیتی ہے، پھر اس سے بہت سارا چارا اور گھاس اگتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے، پھر اس سے اللہ تعالیٰ

لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، وہ (اس کو) پیتے ہیں اور (اپنے جانوروں کو) پلاتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں اور کچھ بارش زمین کے دوسرے حصہ کو پہنچی جو بالکل چٹیل میدان ہے، وہ زمین نہ پانی کو روکتی ہے اور نہ سبزہ اگاتی ہے۔ پس یہی مثال ہے اس شخص کی جو اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کرے اور جس چیز کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، وہ اس کو فائدہ دے اور وہ (اس کو) پڑھے اور پڑھائے اور مثال اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر تک نہ اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت کو، جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، قبول نہ کیا (بے آب و گیاہ بنجر زمین اور چٹیل میدان کی ہے)۔"
[بخاري، كتاب العلم، باب فضل من علم و علّم : ۷۹]

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾

"اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے، جس میں ایک چراغ ہے، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا چمکتا ہوا تارا ہے، وہ (چراغ) ایک مبارک درخت زیتون سے روشن کیا جاتا ہے، جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ اس کا تیل قریب ہے کہ روشن ہو جائے، خواہ اسے آگ نے نہ چھوا ہو۔ نور پر نور ہے، اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ : نور سے مراد یہاں ہدایت اور راہنمائی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے لفظ نور کو مختلف معنوں میں استعمال کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۵۷] "اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے انکار کر دیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لاتے ہیں۔ یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحديد : ۹] "وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات اتارتا ہے، تاکہ تمھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے اور بلاشبہ اللہ تم پر یقیناً بے حد نرمی کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔" قرآن مجید ہدایت کا سرچشمہ ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو بار بار نور کے لفظ سے ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴾ [النساء : ۱۷۴] "اے لوگو! بلاشبہ

تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آئی ہے اور ہم نے تمھاری طرف ایک روشن نور نازل کیا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی ذات بھی سراپا نور ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتے وقت جو دعا پڑھتے اس میں یہ کلمات بھی ہیں: « وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ » ”اور تیری ہی تعریف ہے، تو نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔“ [بخاري، كتاب التهجد، باب التهجد بالليل : ١١٢٠۔ مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ و دعائه بالليل : ٧٦٩]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ارشاد فرمایا: ”اس کا حجاب نور ہے، اگر وہ اسے ہٹا دے تو اس کے چہرے کے انوار تمام مخلوقات کو خاکستر کر دیں، جہاں تک اس کی نگاہ پڑے۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله عليه السلام : إن الله لا ينام ...... الخ : ١٧٩]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ”وہ تو نور ہے، میں کیسے اسے دیکھتا؟“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله عليه السلام : نور أنى أراه ...... الخ : ١٧٨]

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ : یہ اللہ تعالیٰ نے ایک مثال دی ہے کہ جیسے کسی دیوار میں ایک طاق ہو، اس طاق میں ایک چراغ رکھا ہوا ہو اور وہ چراغ بلوریں شیشے میں ہو اور وہ شیشہ اتنا صاف شفاف اور چمک دار ہو کہ جیسے چمکتا ہوا کوئی ستارہ اور اس چراغ کا تیل زیتون کے ایسے درخت کا ہو جو بیچ باغ میں اونچی جگہ ہو، جس پر سارا دن دھوپ پڑتی رہتی ہو، کیونکہ ایسے زیتون کا تیل نہایت عمدہ اور صاف ہوتا ہے، جس کا تیل اتنا صاف شفاف ہو کہ چراغ کو روشن کرنے سے پہلے خود تیل سے روشنی پھوٹ رہی ہو۔ یعنی وہ چراغ کیا ہے گویا نور ہی نور ہے، روشنی ہی روشنی ہے۔ اس طرح اللہ کا نور بھی روشنی ہی روشنی ہے، وہاں ظلمت و تاریکی کا نام و نشاں نہیں ہے۔

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ : سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ایک اندھیرے میں پیدا کیا، پھر اس دن ان پر اپنا نور ڈالا، تو جسے اس دن اس کا نور پہنچا اس نے ہدایت پائی اور جو اس سے محروم رہا وہ گمراہ ہوا۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے علم کے مطابق چل کر خشک ہو چکا۔“ [مسند أحمد : ٢/١٧٦، ح : ٦٦٥٢۔ ابن حبان : ٦١٦٩]

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۝۳۶

”ان گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں اور ان میں اس کا نام یاد کیا جائے، اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں ان میں صبح و شام۔“

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے جب قلب مومن اور اس میں موجود ہدایت و علم کی مثال اس چراغ سے بیان فرمائی

جو صاف شفاف قندیل میں ہو اور وہ چراغ پاکیزہ تیل سے جل رہا ہو تو یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اس کا مقام مساجد ہیں، جو زمین کے ٹکڑوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ مقامات ہیں اور مساجد اللہ کے گھر ہیں۔ ان میں اللہ کی عبادت کی جاتی ہے اور اس کی توحید کا اقرار کیا جاتا ہے۔ مساجد کی تعمیر، احترام، تعظیم، تطہیر اور انھیں معطر رکھنے کے بارے میں چند آیات اور احادیث یہاں بیان کی جاتی ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَ فِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴾ [التوبة : ۱۷] ”مشرکوں کا حق نہ تھا کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں، اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ آگ ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾ [الجن : ۱۸] ”اور یہ کہ بلاشبہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔“

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص مسجد بنائے اور اس کے ذریعے سے اللہ کی رضا چاہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہشت میں اس جیسا گھر بنا دیتا ہے۔“ [بخاري، كتاب الصلوة، باب من بنى مسجدًا : ۴۵۰۔ مسلم، كتاب المساجد، باب فضل بناء المساجد والحث عليها : ۵۳۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہروں میں سب سے محبوب مقامات مسجدیں ہیں اور سب سے برے و ناپسندیدہ مقامات بازار ہیں۔“ [مسلم، كتاب المساجد، باب فضل الجلوس في مصلاه بعد الصبح و فضل المساجد : ۶۷۱]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اپنے گھر سے باوضو ہو کر فرض نماز ادا کرنے کے لیے نکلتا ہے، اس کو حج کا احرام باندھنے والے کی مانند ثواب ملتا ہے۔“ [أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب ما جاء في فضل المشي إلى الصلوة : ۵۵۸]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طائف کے رہنے والے دو آدمیوں سے کہا (جو مسجد نبوی میں اونچی آواز سے باتیں کر رہے تھے) اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمھیں سزا دیتا، کیونکہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔ [بخاري، كتاب الصلاة، باب رفع الصوت في المسجد : ۴۷۰]

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾

”وہ مرد جنھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ کوئی تجارت غافل کرتی ہے اور نہ کوئی خرید و فروخت، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔“

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندوں کو دنیا، اس کی

زیب و زینت، خرید و فروخت اور نفع کمانے کی لذت ان کے رب کے ذکر سے غافل نہیں کرتی اور وہ خود بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ ان کے لیے بہتر ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴾ [المنافقون : ۹] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ [الجمعة : ۹] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔''

<u>يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ</u> : یعنی قیامت کے دن سے، جس میں دل اور آنکھیں اوپر چڑھ جائیں گی، ڈرتے ہیں، اس لیے کہ اس دن کی گھبراہٹ بہت شدید اور ہولناکیاں بہت سخت ہوں گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ﴾ [إبراهيم : ۴۲، ۴۳] ''اور تو اللہ کو ہرگز اس سے غافل گمان نہ کر جو ظالم لوگ کر رہے ہیں، وہ تو انھیں صرف اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی رہ جائیں گی۔ اس حال میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے، ان کی نگاہ ان کی طرف لوٹ کر نہ آئے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ﴾ [الحج : ۱، ۲] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا تھا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ﴾ [المؤمن : ۱۸] ''اور انھیں قریب آنے والی گھڑی کے دن سے ڈرا جب دل گلوں کے پاس غم سے بھرے ہوں گے، ظالموں کے لیے نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔''

لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۸

''تاکہ اللہ انھیں اس کا بہترین بدلہ دے جو انھوں نے کیا اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔''

یعنی ان کی نیکیوں کو اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرماتا اور ان کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اور ان کی نیکی کو قبول فرما کر اس کا کئی گنا زیادہ اجر وثواب عطا فرمائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَ يُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ٤٠] ''بے شک اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٦٠] ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا سو اسے جزا نہیں دی جائے گی، مگر اسی کی مثل اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۚ وَ اللّٰهُ يَقْبِضُ وَ يَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [البقرة : ٢٤٥] ''کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، پس وہ اسے اس کے لیے بہت زیادہ گنا بڑھا دے اور اللہ بند کرتا اور کھولتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل جنتی لوگوں سے فرمائے گا کہ اے جنتیو! پس وہ کہیں گے کہ اے رب! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہیں اور سب بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تم راضی ہوئے؟ وہ کہیں گے کہ اے رب! ہم کیسے راضی نہ ہوں گے، حالانکہ تو نے ہمیں اتنا دیا کہ اتنا اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تمھیں اس سے بھی عمدہ و بہتر چیز دوں گا۔ وہ عرض کریں گے کہ اے رب! اس سے عمدہ کون سی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تم پر اپنی رضا مندی اتار دی اور اب میں اس کے بعد کبھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار...... الخ: ٦٥٤٩۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة ...... الخ : ٢٨٢٩]

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے اعمال کسی چٹیل میدان میں ایک سراب کی طرح ہیں، جسے پیاسا پانی خیال کرتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا اور اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے تو وہ اسے اس کا حساب پورا چکا دیتا ہے اور اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔''

یعنی کافروں کے اعمال کی مثال اس ''سراب'' کی سی ہے جسے پیاسا آدمی پانی سمجھتا ہے، لیکن جب وہاں پہنچتا ہے تو اسے یاس وحسرت کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا، یعنی قیامت کے دن بغیر ایمان کے ان کے اعمال کی کوئی حقیقت نہیں ہوگی اور اللہ عزوجل ان کے کفر اور برے اعمال کا پورا پورا حساب انھیں چکا دے گا، یعنی جہنم میں دھکیل دے گا، جیسا کہ ارشاد

فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۲۱ تا ۲۳] ''اور ان لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے، یا ہم اپنے رب کو دیکھتے؟ بلاشبہ یقیناً وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انھوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی۔ جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرموں کے لیے خوشی کی کوئی خبر نہ ہوگی اور کہیں گے (کاش! ہمارے اور ان کے درمیان) ایک مضبوط آڑ ہو۔ اور ہم اس کی طرف آئیں گے جو انھوں نے کوئی بھی عمل کیا ہوگا تو اسے بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک پکارنے والا یوں پکارے گا کہ جو شخص جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ اس کے ساتھ چلا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور تھانوں کی عبادت کرنے والوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچے گا، وہ سب پے در پے جہنم میں گریں گے، یہاں تک کہ صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ ان میں اچھے اور برے مسلمان لوگ ہوں گے اور اہل کتاب کے باقی رہ جانے والے کچھ لوگ۔ سب سے پہلے یہود بلائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم عزیر کی، جو اللہ کا بیٹا ہے، عبادت کرتے تھے۔ انھیں کہا جائے گا کہ تم نے جھوٹ کہا، اللہ نے اپنی بیوی اور بیٹا کسی کو نہیں بنایا، اب تم کیا چاہتے ہو؟ یہود کہیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں پیاس لگی ہے، ہمیں پانی پلا۔ پھر ان کی طرف اشارہ کیا جائے گا کہ کیا تم ادھر نہیں چلتے، چنانچہ سب کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ وہاں چمکتی ریت پانی کی طرح نظر آئے گی، بعض بعض کے ٹکڑے کیے دے رہی ہوگی، پھر سب کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية : ۱۸۳۔ بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ إن الله لا يظلم مثقال ذرة ﴾ : ۴۵۸۱]

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝۴۰ ع ۵

''یا ان اندھیروں کی طرح جو نہایت گہرے سمندر میں ہوں، جسے ایک موج ڈھانپ رہی ہو، جس کے اوپر ایک اور موج ہو، جس کے اوپر ایک بادل ہو، کئی اندھیرے ہوں، جن میں سے بعض بعض کے اوپر ہوں، جب اپنا ہاتھ نکالے تو قریب نہیں کہ اسے دیکھے اور وہ شخص جس کے لیے اللہ کوئی نور نہ بنائے تو اس کے لیے کوئی بھی نور نہیں۔''

کافروں کے کفر، عقیدۂ باطل اور ان کے برے اعمال کی ایک دوسری مثال وہ گھٹا ٹوپ تاریکی ہے، جو کالی رات میں گہرے سمندر میں ہوتی ہے، جس میں یکے بعد دیگرے موجیں اٹھتی رہتی ہیں اور اوپر آسمان پر کالا بادل ہوتا ہے۔

گویا تاریکی ہی تاریکی ہوتی ہے۔ ایسی شدید اور بھیانک تاریکی ہوتی ہے کہ اس رات کا مسافر سمندر میں خود اپنا ہاتھ بھی نہیں دیکھ پاتا۔ اس دنیا میں کافر کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ اس کی زندگی میں کئی ظلمتیں جمع ہو جاتی ہیں، کفر کی ظلمت، برے اعمال کی ظلمت، باطل کی ظلمت، رب العالمین کو نہ پہچاننے کی ظلمت اور اپنے انجام سے بے خبر ہونے کی ظلمت، وہ انھی تاریکیوں میں بھٹکتا رہتا ہے، یہاں تک کہ موت اسے آ دبوچتی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ٞ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [البقرة : ۷] ''اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی نگاہوں پر ایک پردہ ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الجاثية : ۲۳] ''پھر کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنا لیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔ پھر اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔''

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ : یعنی ان ظلمتوں کو دور کرنے کا واحد علاج اللہ کا دین، اس کا قرآن اور اس کے نبی (ﷺ) کی اتباع ہے۔ جسے یہ نور حاصل نہیں ہوگا اس کی تاریکی ہرگز دور نہیں ہوگی، ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۸۶] ''جسے اللہ گمراہ کر دے پھر اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ انھیں ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے، بھٹکتے پھرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾ [الرعد : ۳۳] ''اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴾ [الكهف : ۱۷] ''جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے گمراہ کر دے پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی رہنمائی کرنے والا دوست نہ پائے گا۔''

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۴۱ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝۴۲

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اس کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے پر پھیلائے ہوئے، ہر ایک نے یقیناً اپنی نماز اور اپنی تسبیح جان لی ہے اور اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ آسمان اور زمین میں پائی جانے والی تمام مخلوقات، چاہے وہ فرشتے ہوں، یا بنی نوع انسان، جنات ہوں یا حیوانات، حتیٰ کہ جمادات بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ پرندے فضا میں اڑتے ہوئے اپنے

رب کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں۔ کائنات کی ہر چیز کو معلوم ہے کہ اسے اللہ کی تسبیح کیسے بیان کرنی ہے؟ اور اللہ رب العالمین کائنات میں وقوع پذیر ہونے والی ہر بات سے واقف ہے۔ آگے فرمایا کہ کائنات کی ہر چیز اسی کی ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اس لیے ہر قسم کی عبادات کی صرف وہی ذات واحد مستحق ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ [التغابن : ۱ تا ٤] ”اللہ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا پھر تم میں سے کوئی تو کافر ہے اور تم میں سے کوئی ایمان دار ہے اور اللہ اسے جو تم کر رہے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔ اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور اس نے تمھیں شکل بخشی تو تمھاری شکلیں خوبصورت بنائیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ۭ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [النور : ٦٤] ”سن لو! بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یقیناً وہ جانتا ہے جس حال پر تم ہو اور اس دن کو بھی جب وہ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ انھوں نے کیا اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [سبا : ۱ تا ٤] ”سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے اور آخرت میں بھی سب تعریف اسی کے لیے ہے اور وہی کمال حکمت والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی نہایت رحم والا، بے حد بخشنے والا ہے۔ اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ کہہ دے کیوں نہیں، قسم ہے میرے رب کی! وہ تم پر ضرور ہی آئے گی، (اس رب کی قسم ہے) جو سب چھپی چیزیں جاننے والا ہے! اس سے ذرہ برابر چیز نہ آسمانوں میں چھپی رہتی ہے اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی کوئی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب

میں ہے۔ تاکہ وہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے سراسر بخشش اور باعزت رزق ہے۔‘‘

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزۡجِىۡ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيۡنَهٗ ثُمَّ يَجۡعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الۡوَدۡقَ يَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ جِبَالٍ فِيۡهَا مِنۡۢ بَرَدٍ فَيُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَصۡرِفُهٗ عَنۡ مَّنۡ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرۡقِهٖ يَذۡهَبُ بِالۡاَبۡصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّاُولِى الۡاَبۡصَارِ ﴿۴۴﴾

’’کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ بادل کو چلاتا ہے، پھر اسے آپس میں ملاتا ہے، پھر اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے اور وہ آسمان سے ان پہاڑوں میں سے جو اس میں ہیں، کچھ اولے اتارتا ہے، پھر انھیں جس کے پاس چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے اور انھیں جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے۔ اللہ رات اور دن کو ادل بدل کرتا ہے، بے شک اس میں آنکھوں والوں کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے۔‘‘

اس آیت میں قدرت الٰہیہ کے مزید مظاہر بیان کیے جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو ہانکتا ہے، ان کے ٹکڑوں کو ایک جگہ جمع کرتا ہے اور انھیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے۔ پھر وہ بارش کے قطرے بن کر زمین پر برستے ہیں، قدرتِ الٰہیہ کا ایک دوسرا مظہر یہ ہے کہ اس نے فضا میں اولوں کے بڑے بڑے پہاڑ پیدا کیے ہیں، ان کے ٹکڑے زمین پر اس کے حکم سے گرتے ہیں اور وہ جسے نقصان پہنچانا چاہتا ہے اس کی کھیتیوں، جانوروں اور مویشیوں کو ہلاک کر دیتا ہے اور اللہ جسے نقصان نہیں پہنچانا چاہتا، اس سے انھیں دور کر دیتا ہے۔ اس کی قدرت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ فضا میں جو بجلی چمکتی ہے، اس کی روشنی اتنی شدید اور قوی ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص اسے دیکھتا رہ جائے تو اس کی آنکھوں کی روشنی چلی جائے۔ باری تعالیٰ کی قدرت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ وہ رات اور دن کو الٹتا پھیرتا رہتا ہے۔ رات آتی ہے تو دن چھپ جاتا ہے اور دن نکلتا ہے تو رات ناپید ہو جاتی ہے۔ ان تمام مذکورہ بالا مظاہر قدرتِ الٰہیہ سے اہل عقل و نظر عبرت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ کے جلال و کمال پر ایمان لے آتے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کر کے صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزۡجِىۡ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيۡنَهٗ ثُمَّ يَجۡعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الۡوَدۡقَ يَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِهٖ: یعنی اللہ تعالیٰ غبار اڑانے والی ہوا بھیجتا ہے جو زمین پر جھاڑو دے دیتی ہے، پھر اٹھانے والی ہوا بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھا لیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ جمع کرنے والی ہوا بھیجتا ہے جو منتشر بادلوں کو جمع کر دیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ بارآور ہوا بھیجتا ہے، جو بادلوں سے بارش برساتی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِىۡ يُرۡسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيۡرُ سَحَابًا فَيَبۡسُطُهٗ فِى السَّمَآءِ كَيۡفَ يَشَآءُ وَيَجۡعَلُهٗ كِسَفًا

﴿ فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ [الروم : ٤٨] ''اللہ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں، پھر وہ اسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے جیسے چاہتا ہے اور وہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ پس تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے، پھر جب وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے برسا دیتا ہے تو اچانک وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴾ [الواقعة : ٦٨، ٦٩] ''پھر کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے، یا ہم ہی اتارنے والے ہیں؟''

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ : یعنی اللہ تعالیٰ ان میں تصرف فرماتا ہے اور ایک کو، کم کر کے دوسرے میں اضافہ کر دیتا ہے، حتیٰ کہ رات اور دن برابر ہو جاتے ہیں اور پھر ایک کو کم کر کے دوسرے میں اضافہ کر دیتا ہے اور اس طرح ان میں سے بڑا چھوٹا اور چھوٹا بڑا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے امر، غلبے، عزت اور علم کے ساتھ ان امور میں تصرف فرماتا ہے، اس میں اہل بصارت کے لیے اللہ کی عظمت کی نشانی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ [آل عمران : ١٩٠] ''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ يُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴾ [الزمر : ٥] ''اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو تابع کر رکھا ہے، ہر ایک ایک مقرر وقت کے لیے چل رہا ہے۔ سن لو! وہی سب پر غالب، نہایت بخشنے والا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ مجھے ابن آدم تکلیف دیتا ہے، وہ کہتا ہے کہ ہائے کم بختی زمانے کی! تو کوئی تم میں سے ہرگز یوں نہ کہے کہ ہائے کم بختی زمانے کی! اس لیے کہ زمانہ میں ہوں، رات اور دن میں لاتا ہوں، جب میں چاہوں گا تو رات اور دن ختم کر دوں گا (جب رات اور دن کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو رات اور دن کو یعنی زمانے کو گالی دینا دراصل اللہ کو گالی دینا ہوگا)۔'' [مسلم، کتاب الألفاظ من الأدب وغيرها، باب النهي عن سب الدهر : ٢٢٤٦/٣]

وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۵

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴۶

’’اور اللہ نے ہر چلنے والا (جاندار) ایک قسم کے پانی سے پیدا کیا، پھر ان میں سے کوئی وہ ہے جو اپنے پیٹ پر چلتا ہے اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو چار پر چلتا ہے، اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، یقیناً اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ بلاشبہ یقیناً ہم نے کھول کر بیان کرنے والی آیات نازل کر دی ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ایک عظیم تر مظہر یہ ہے کہ اس نے زمین پر پائے جانے والے ہر حیوان کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ ان حیوانات میں سے بعض اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں، جیسے سانپ اور مچھلیاں وغیرہ، بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں جیسے انسان اور پرندے اور بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں جیسے چوپائے اور بہائم۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جیسے بعض جانوروں کے چار سے زیادہ پاؤں ہوتے ہیں، بہت سے جانوروں کی عجیب وغریب شکلیں ہوتی ہیں، ان کے اعضا، ان کی صورتیں اور ان کی حرکات ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ یہ سب باتیں دلیل ہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور ان باتوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی واضح اور صریح آیتوں میں بیان کر دیا ہے۔ ان پر ایمان لانا اور ان کے مطابق عمل کرنا اس کی سیدھی راہ ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ : یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک ہی پانی کے ساتھ مختلف شکلوں، رنگوں اور مختلف حرکات و سکنات والی بے شمار مخلوقات پیدا فرما دی ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ [الأنبياء : ۳۰] ’’اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی۔‘‘

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہ! کافر کا حشر قیامت کے دن منہ کے بل کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ’’کیا جس ذات نے اس کو دنیا میں دونوں پاؤں پر چلایا ہے، وہ اس بات کی قدرت نہیں رکھتی کہ اس کو قیامت کے دن منہ کے بل چلائے؟‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب يحشر الكافر على وجهه : ۲۸۰۶]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ ہنس دیے اور فرمانے لگے: ’’جانتے ہو میں کیوں ہنسا ہوں؟‘‘ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’میں بندے کی اس گفتگو پر ہنسا ہوں جو وہ (قیامت کے دن) اپنے رب سے کرے گا، وہ کہے گا، اے اللہ! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہاں! دی ہے، تو وہ کہے گا، میں آج اپنے خلاف کسی کی گواہی قبول نہیں کروں گا، سوائے اپنی ذات کی گواہی کے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا تیری ہی ذات کی گواہی تجھ پر آج کے دن کفایت کرتی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی۔ اب اس کے منہ پر مہر لگ جائے گی اور اس کے مختلف اعضا کو حکم ہوگا کہ بولو، تو وہ اس کے سارے کیے ہوئے کام بول کر بتا دیں گے۔ پھر آدمی کو بولنے کی اجازت دے دی جائے گی، اس وقت بندہ (اپنے اعضا سے) کہے گا، چلو دور ہو جاؤ،

تمھارے لیے بربادی ہو، میں تمھاری خاطر ہی تو جھگڑ رہا تھا۔‘‘ [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ۲۹۶۹]

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ : سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کا ٹھکانا اللہ نے جنت میں یا جہنم میں نہ لکھ دیا ہو اور یہ نہ لکھ دیا ہو کہ وہ نیک بخت ہے یا بد بخت ہے۔‘‘ ایک شخص بولا کہ یا رسول اللہ! کیوں نہ پھر ہم لکھے پر بھروسا کریں اور عمل چھوڑ دیں (یعنی تقدیر کے روبرو عمل کرنا بے فائدہ ہے، جو قسمت میں ہے وہ ضرور ہوگا)۔ آپ نے فرمایا: ’’جو نیک بختوں میں سے ہے وہ نیکوں والے کاموں کی طرف چلے گا اور جو بد بختوں میں سے ہے وہ بد بختوں والے کاموں کی طرف چلے گا۔‘‘ اور فرمایا: ’’عمل کرو، ہر ایک کے لیے آسانی پیدا کی گئی ہے، یعنی نیکوں کے لیے آسان کیا جائے گا نیکوں کے اعمال کرنا اور بدوں کے لیے آسان کیا جائے گا بدوں کے اعمال کرنا۔‘‘ [مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی...... الخ : ۲٦٤٧]

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾

’’اور وہ کہتے ہیں ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے حکم مان لیا پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد پھر جاتا ہے اور یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں۔ اور جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے کچھ لوگ منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔ اور اگر ان کے لیے حق ہو تو مطیع ہو کر اس کی طرف چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں کوئی مرض ہے، یا وہ شک میں پڑ گئے ہیں، یا ڈرتے ہیں کہ ان پر اللہ اور اس کا رسول ظلم کریں گے؟ بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں۔‘‘

ان آیات میں صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے منافقین کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنی زبان سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی اطاعت کرتے ہیں، لیکن جب مسلمانوں کی مجلس سے دور ہوتے ہیں تو اپنے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے تھے؟ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے بارے میں یہی کہا کہ وہ کبھی مومن نہیں تھے۔ ان کے جھوٹا ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب کسی قضیہ میں انھیں قرآن و سنت کے مطابق فیصلے کی دعوت دی جاتی ہے اور وہ حق پر نہیں ہوتے تو انکار کر دیتے ہیں اور جب وہ حق پر ہوتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلہ کروانے کے لیے جلدی آتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کے رسول بہر صورت حق

کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ قرآن وسنت سے ان کا یہ اعراض اس لیے ہے کہ ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے، یا اس لیے ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں شبہ کرتے ہیں۔ کیا ان کا خبث باطن اس قدر بڑھ گیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں بدگمانی رکھتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ ناانصافی کریں گے؟

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴾ [البقرة : ۸ تا ۱۰] ''اور کچھ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ہرگز ایمان والے نہیں۔ اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لے آئے، حالانکہ وہ اپنے علاوہ کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور نہیں سمجھتے۔ ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے تو اللہ نے انھیں بیماری میں بڑھا دیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۱] ''جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ تو یقیناً اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ بلاشبہ تو یقیناً اس کا رسول ہے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴾ [المائدة : ٦١] ''اور جب وہ تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے، حالانکہ یقیناً وہ کفر کے ساتھ داخل ہوئے اور یقیناً اسی کے ساتھ وہ نکل گئے اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ چھپاتے رہے ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' منافق کی مثال اس بکری کی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہو، کبھی اس ریوڑ میں آتی ہو اور کبھی اس میں۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين و أحكامهم : ۲۷۸٤]

وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ : یعنی جب ان سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اس ہدایت کی اتباع کریں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے تو وہ اس سے اعراض کرتے ہیں اور اتباع کے بجائے تکبر اور غرور کا اظہار کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴾ [النساء : ٦٠، ٦١] ''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو گمان کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں جو تیری

طرف نازل کیا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا۔ چاہتے یہ ہیں کہ آپس کے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جائیں، حالانکہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا انکار کریں۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں گمراہ کر دے، بہت دور گمراہ کرنا۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو تو منافقوں کو دیکھے گا کہ تجھ سے منہ موڑ لیتے ہیں، صاف منہ موڑنا۔“

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾

”ایمان والوں کی بات، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔“

یہ اہل کفر و نفاق کے مقابلے میں اہل ایمان کے کردار و عمل کا بیان ہے۔ جب انھیں قرآن و سنت کی طرف بلایا جاتا ہے، تو فوراً سر نیاز خم کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ نے دنیا و آخرت میں کامیابی کی خوش خبری دی ہے اور مزید تاکید کے طور پر فرمایا ہے کہ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا اور ظاہر و باطن میں اس سے ڈرتا رہے گا اور اس کے اوامر و نواہی کی مخالفت نہیں کرے گا، تو قیامت کے دن یہی لوگ عذاب نار سے بچا لیے جائیں گے اور انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کے ساتھ جنت میں بھیج دیے جائیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [النساء : ۶۵] ”پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے یہاں تک کہ تجھے ان جھگڑوں میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان پڑ جائیں، پھر اپنے دلوں میں اس فیصلے سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو نے کیا اور اسے تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ [النساء : ۵۹] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۳] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور اس رسول کا

حکم مانو اور اپنے اعمال باطل مت کرو۔“

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ : یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو ہر خیر و بھلائی کے ساتھ کامیاب ہو گئے اور دنیا و آخرت کے ہر شر سے محفوظ ہو گئے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ [الأحزاب : ۷۱] ”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [النساء : ۱۳] ”اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴾ [النساء : ٦٩] ”اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کے سارے لوگ جنت میں جائیں گے، سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے انکار کیا۔“ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔“ [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ۷۲۸۰]

﴿وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ﴾ : یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اپنے عرش کا سایہ عطا کرے گا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سات قسم کے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ اس روز انھیں اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا کہ جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔“ ان سات میں سے ایک وہ ہے کہ جسے اقتدار اور جمال کی مالکہ عورت نے دعوت بدکاری دی مگر اس نے (دعوت کو رد کرتے ہوئے) کہا میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ [بخاري، كتاب الزكاة، باب الصدقة باليمين : ۱٤۲۳۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة : ۱۰۳۱]

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞۵۳

”اور انھوں نے اللہ کی قسمیں کھائیں، اپنی پختہ قسمیں کہ اگر واقعی تو انھیں حکم دے تو وہ ہر صورت ضرور نکلیں گے، تو کہہ قسمیں نہ کھاؤ، اصل اطاعت جانی پہچانی ہوئی ہے۔ بے شک اللہ اس سے خوب واقف ہے جو تم کرتے ہو۔“

منافقین نبی کریم ﷺ کو اپنے صدقِ ایمان کا یقین دلانے کے لیے اور اپنے نفاق پر پردہ ڈالنے کے لیے بڑی قسمیں کھا کر کہتے کہ ہمیں تو آپ کے اشارے کا انتظار ہے، آپ جب اجازت دیں گے تو جہاد پر ضرور نکلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ انھیں کہہ دیجیے کہ قسمیں نہ کھاؤ، بلکہ تم سے تو غیر مشکوک اطاعت و فرماں برداری مطلوب ہے، جیسے مخلص مسلمانوں کا کردار و عمل ہے۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ تو تمھارے سارے ظاہر و باطن کی خبر رکھتا ہے، تمھاری جھوٹی قسمیں، نفاق اور مسلمانوں کو دھوکا دینا سب کچھ اسے معلوم ہے، اس لیے اس سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیں اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی صلی اللہ علیہما وسلم : ۲۶۵۳]

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

''کہہ دے اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو پھر اگر تم پھر جاؤ تو اس کے ذمے صرف وہ ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور تمھارے ذمے وہ جو تم پر بوجھ ڈالا گیا اور اگر اس کا حکم مانو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمے تو بس صاف پہنچا دینا ہے۔''

فرمایا کہ آپ منافقین سے کہہ دیجیے کہ اللہ اور رسول کے تمام اوامر و نواہی کو بجا لاؤ اور اگر انکار کرو گے تو رسول کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ وہ اللہ کا پیغام پہنچا دیں۔ تمھاری ذمہ داری یہ ہے کہ تم ان کی فرماں برداری کرو اور جو کوئی بھی اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں کوتاہی کرے گا وہ اللہ کی جانب سے اس کی سزا بھگتے گا۔ آگے فرمایا کہ اگر تم لوگ رسول کی اطاعت کرو گے تو بالیقین راہ راست پر آ جاؤ گے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا کام تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے، دلوں کو حق کی طرف پھیرنا ان کا کام نہیں، اس لیے اگر دعوت و تبلیغ کے بعد کوئی گمراہ ہوتا ہے تو رسول اللہ ﷺ پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ [المائدۃ : ۹۲] ''اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور بچ جاؤ، پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمے تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ﴾ [الشوریٰ : ۴۸] ''پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگران بنا کر نہیں بھیجا، تیرے ذمے پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴾ [الرعد : ۴۰] ''اور اگر کبھی ہم واقعی تجھے اس میں سے کچھ دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں، یا واقعی

تجھے اٹھا لیں تو تیرے ذمے صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشية : ۲۱، ۲۲] ''پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔''

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری مثال اور میرے دین کی مثال جو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے، ایسی ہے جیسے اس شخص کی مثال جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے میری قوم! میں نے لشکر کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے (یعنی دشمن کی فوج کو) اور میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں، پس جلدی بھاگو۔ اب اس کی قوم میں سے ایک گروہ نے اس کا کہنا مانا اور شام ہوتے ہی نکل پڑے اور آرام سے چلے گئے اور ایک گروہ نے جھٹلایا اور صبح تک اپنے ٹھکانے میں رہے اور صبح ہوتے ہی لشکر ان پر ٹوٹ پڑا اور انھیں تباہ کیا اور جڑ سے اکھیڑ دیا۔ پس یہی اس شخص کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں، اس کی پیروی کی اور جس نے میرا کہنا نہیں مانا اور سچے دین کو جو میں لے کر آیا ہوں اسے جھٹلایا۔'' [مسلم، كتاب الفضائل، باب شفقته ﷺ على أمته و مبالغته في تحذيرهم مما يضرهم : ۲۲۸۳]

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٥٥﴾

''اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کی امت زمین کا وارث بنائے گا، خوف کی حالت بدل کر انھیں امن اور حکومت عطا کرے گا اور ان کا دین سربلند ہوگا۔ اس کا جھنڈا مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں لہرائے گا۔ اور وہ لوگ ہوں گے جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور اعمال صالحہ بجا لائیں گے، جبکہ جو لوگ ان تمام انعامات و اکرامات کے باوجود کفر کی راہ اختیار کریں گے تو وہی لوگ اس کے باغی ہوں گے اور اس کے عذاب و عقاب کے مستحق ہوں گے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ : اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم الشان وعدہ بہت جلد پورا کر دیا۔ مشرکوں کو اللہ نے ذلیل و رسوا کیا، مسلمانوں کی تعداد و قوت دن بدن بڑھتی چلی گئی اور یکے بعد دیگرے جزیرۂ عرب کے تمام شہروں اور علاقوں پر ان کا قبضہ ہوتا چلا گیا اور مرور زمانہ کے ساتھ انھوں نے مشرق و مغرب کے بہت سے ممالک فتح کر لیے، فارس اور روم کی حکومتوں کے ٹکڑے کر دیے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسریٰ (شاہ ایران) ہلاک ہوا، اب اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور قیصر (شاہ روم) بھی ضرور ہلاک و برباد ہوگا، پھر اس کے بعد کوئی دوسرا قیصر نہیں ہوگا (روم اور ایران دونوں مسلمانوں کے زیر نگیں ہوں گے) اور وہاں کے خزانے تم اللہ کے راستے میں تقسیم کرو گے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد و السير، باب الحرب خدعة : ۳۰۲۷]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا، تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا اور عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین مجھے دکھائی گئی اور مجھے سرخ اور سفید (قیصر و کسریٰ کے) دو خزانے دیے گئے۔'' [مسلم، كتاب الفتن، باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض : ۲۸۸۹]

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ : جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے: ''کیا تم حیرہ کو جانتے ہو؟'' انھوں نے کہا کہ میں اسے جانتا نہیں، لیکن اس کے بارے میں سن رکھا ہے، آپ نے فرمایا: ''اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور مکمل فرما دے گا، حتیٰ کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے سفر کر کے آئے گی اور کسی کی پناہ کے بغیر وہ بیت اللہ کا طواف کرے گی اور تم کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو بھی ضرور فتح کرو گے۔'' میں نے عرض کیا: کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا: ہاں، کسریٰ بن ہرمز اور مال کی اس قدر فراوانی ہو جائے گی کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔'' عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے چل کر تن تنہا آئی اور کسی کی پناہ کے بغیر اس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا اور اللہ کی قسم! تیسری بات بھی ضرور پوری ہو کر رہے گی، کیونکہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے۔ [بخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام : ۳۵۹۵۔ مسند أحمد : ۲۵۷/۴، ح : ۱۸۲۹۰]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس دین کی حفاظت کے لیے قیامت تک لڑتی رہے گی۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله صلی اللہ علیہ وسلم : لا تزال طائفة من أمتي ...... الخ : ۱۹۲۲]

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ یہ دین وہاں تک

ضرور بضرور پہنچ کر رہے گا، جہاں تک دن اور رات کی رسائی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی مٹی اور گارے کے مکان کو نہ چھوڑے گا، مگر اس میں اس دین کو داخل کرے گا، خواہ کوئی اسے عزت کے ساتھ قبول کرے یا ذلت کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ اسلام (اور اہل اسلام کو) عزت دے گا اور کفر کو ذلیل و خوار کر کے رہے گا۔'' [مسند أحمد : ۱۰۳/۴، ح : ۱٦۹۵۹]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ برابر حق پر لڑتا رہے گا اور حق کے دشمنوں پر غلبہ پائے گا، حتیٰ کہ ان میں سے آخری گروہ مسیح دجال سے لڑے گا۔'' [أبو داوٗد، کتاب الجھاد، باب في دوام الجھاد : ۲٤۸٤]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں نبوت رہے گی جب تک اللہ نے چاہا کہ رہے، پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھا لے گا، تب نبوت کے طریقہ پر خلافت ہوگی، جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ رہے، پھر اللہ تعالیٰ اسے بھی اٹھا لے گا۔ اس کے بعد کاٹنے والی بادشاہت ہوگی، وہ اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ نے چاہا کہ رہے۔ پھر زبردستی کی بادشاہت ہوگی، وہ اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ نے چاہا کہ رہے، پھر اللہ اسے اٹھا لے گا، پھر نبوت کے طریقے پر خلافت ہوگی۔'' اس کے بعد آپ خاموش ہو گئے۔ [مسند أحمد : ۲۷۳/۴، ح : ۱۸٤۳٦۔ مسند أبی داوٗد الطیالسی : ۳٤۹/۱، ۳۵۰، ح : ٤۳۹]

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا : اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ابتدائی دور میں بہت خوف و ہراس تھا، امن و سکون کا نام و نشان نہیں تھا۔ مکی دور کا یہ حال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز پڑھنا بھی مشکل تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴾ [الجن : ۱۹] ''اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا کہ اس کو پکارے تو وہ قریب تھے کہ اس پر تہ بہ تہ جمع ہو جائیں۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے، وہ آپس میں کہنے لگے، تم میں سے یہ کام کون کر سکتا ہے کہ فلاں لوگوں نے جو اونٹنی نحر کی ہے، اس کی اوجھڑی لا کر جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدہ کریں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے۔ یہ سن کر ان کا بڑا بدبخت اٹھا، اوجھڑی لایا اور انتظار کرتا رہا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو اس کو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان پیٹھ پر رکھ دیا۔ میں یہ دیکھ رہا تھا، لیکن کچھ نہیں کر سکتا تھا، کاش! میرا کچھ بس چلتا۔ وہ لوگ ہنس رہے تھے اور (خوشی سے) ایک دوسرے پر گرے جا رہے تھے، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے ہی میں پڑے ہیں، انھوں نے اپنا سر نہیں اٹھایا، یہاں تک کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ کی پیٹھ پر سے اس کو اٹھا کر پھینک دیا۔ پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا اور دعا کی: ''اے اللہ! قریش کو پکڑ لے۔'' آپ نے تین بار یہ فرمایا۔ جب آپ نے ان کے لیے بد دعا کی تو وہ ان پر گراں گزری، وہ سمجھتے تھے کہ اس شہر میں دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر آپ نے نام لے کر فرمایا: ''اے اللہ! ابوجہل کو پکڑ لے اور عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن

ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے۔'' انھوں نے ساتویں شخص کا نام بھی لیا جو ہمیں یاد نہیں رہا۔ قسم اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے ان لوگوں کو، جن کا نام رسول اللہ ﷺ نے لیا تھا، بدر کے کنویں میں دیکھا کہ وہ مرے ہوئے پڑے تھے۔[بخاری، کتاب الوضوء، باب إذا ألقی علی ظهر المصلی قذر أو جيفة ...... الخ : ۲۴۰۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب ما لقی النبی ﷺ من أذی المشركين والمنافقين : ۱۷۹۴]

عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ سب سے زیادہ تکلیف جو مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو پہنچائی، وہ بیان کریں، انھوں نے کہا، ایک بار ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں عقبہ بن ابی معیط آیا، اس نے رسول اللہ ﷺ کا کندھا پکڑا اور اپنا کپڑا آپ کی گردن میں لپیٹ کر بہت سختی کے ساتھ آپ کا گلا گھونٹا۔ اتفاق سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے، انھوں نے عقبہ کا کندھا پکڑا اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس سے دھکیل دیا اور یہ آیت تلاوت کی: ﴿ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [المؤمن : ۲۸] ''کیا تم ایک آدمی کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے ''میرا رب اللہ ہے'' حالانکہ یقیناً وہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے واضح دلیلیں لے کر آیا ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورة المؤمن : ۴۸۱۵]

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، ہم نے آپ سے (کافروں کی ایذا دہی کا) شکوہ کیا۔ ہم نے کہا، آپ ہمارے لیے اللہ سے مدد کیوں نہیں مانگتے اور آپ ہمارے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: ''تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان میں سے کسی کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا، پھر گڑھے میں اس کو گاڑ کے آرا لایا جاتا اور آرے کو اس کے سر پر رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیتے اور یہ بات بھی اسے اس کے دین سے نہ پھیرتی اور لوہے کی کنگھیاں اس کی ہڈیوں اور پٹھوں تک چلائی جاتیں اور یہ بات بھی اسے اس کے دین سے نہ پھیرتی۔ اللہ کی قسم! اللہ اس دین کو ضرور پورا کرے گا۔ ایک شخص سوار ہو کر صنعاء سے حضر موت تک جائے گا۔ اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا، یا اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا ڈر ہوگا، لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام : ۳۶۱۲]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات ایسا ہوا کہ مدینہ کے لوگ (ایک آواز سن کر) گھبرا گئے اور آواز کی طرف چلے، کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے نبی کریم ﷺ واپس لوٹ کر آ رہے تھے۔ آپ ان سے پہلے ہی آواز کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''ڈر کی کوئی بات نہیں، ڈر کی کوئی بات نہیں۔'' آپ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے، اس پر زین نہیں تھی اور آپ کے گلے میں تلوار لٹک رہی تھی۔[بخاری، کتاب الأدب، باب حسن الخلق ...... الخ : ۶۰۳۳۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب شجاعته ﷺ : ۲۳۰۷]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا، اس نے فقر و فاقہ کی شکایت کی، پھر دوسرا آیا اس نے راستوں کی بدامنی کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: ”اے عدی! کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟“ میں نے عرض کی، جی نہیں، لیکن میں نے اس کے بارے میں سنا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک اکیلی عورت حیرہ سے چلے گی اور (مکہ پہنچ کر) کعبہ کا طواف کرے گی اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہو گا۔“ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ تب قبیلہ طے کے وہ ڈاکو کہاں چلے جائیں گے کہ جنھوں نے شہروں کو برباد کر کے رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانے (تم پر) کھول دیے جائیں گے۔“ میں نے عرض کی کہ کیا کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا: ”کسریٰ بن ہرمز اور اگر تم زندہ رہے تو یہ بھی دیکھ لو گے کہ ایک آدمی مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر نکلے گا اور چاہے گا کہ کوئی اسے لے لے تو اسے کوئی ایک آدمی بھی نہیں ملے گا جو اسے لے لے (سب مال دار ہو جائیں گے)۔“ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام : ۳۵۹۵]

یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا : سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، میرے اور آپ کے درمیان صرف پالان کی لکڑی تھی، آپ نے میرا نام لے کر مجھے آواز دی۔ میں نے لبیک وسعدیک کہا۔ آپ نے پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد اسی طرح مجھے پکارا اور میں نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد پھر یہی سوال جواب ہوئے تو آپ نے فرمایا: ”جانتے ہو اللہ کا حق اپنے بندوں پر کیا ہے؟“ میں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔“ پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد مجھے پکارا اور میں نے جواب دیا، تو آپ نے فرمایا: ”جانتے ہو جب بندے اللہ کا حق ادا کریں تو اللہ کے ذمے بندوں کا حق کیا ہے؟“ میں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ انھیں عذاب نہ دے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعًا : ۳۰]

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۵۷﴾ ع ۱۲

”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کا حکم مانو، تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔ تو ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کر کہ وہ زمین میں عاجز کرنے والے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور بلاشبہ وہ بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ تم اللہ کی بندگی کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور تمام معاملات زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو، ہر زمانے میں تمھاری کامیابی کا یہی راز ہے اور ایسا ہی نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے

فرمایا کہ آپ یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ اہل کفر اللہ سے بچ کر نکل جائیں گے۔ زمین اللہ کی ہے، کائنات کے ذرے ذرے پر اس کا قبضہ ہے، اس سے بھاگ کر وہ کہاں جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ انھیں دنیا میں رسوا کرے گا اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا جو بدترین جگہ ہوگی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! لازم ہے کہ تم سے اجازت طلب کریں وہ لوگ جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہوئے اور وہ بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہیں پہنچے، تین بار، فجر کی نماز سے پہلے اور جس وقت تم دوپہر کو اپنے کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین تمھارے لیے پردے (کے وقت) ہیں، ان کے بعد نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر۔ تم پر کثرت سے چکر لگانے والے ہیں، تمھارے بعض بعض پر۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں قریبی لوگوں کے لیے ایک دوسرے سے اجازت طلب کرنے کا حکم ہے۔ ابتدائے سورت میں غیروں سے متعلق حکم بیان کیا گیا تھا، یہاں گھر کے افراد سے متعلق حکم بیان کیا جا رہا ہے کہ غلام، باندیاں، خادم اور خادمائیں اور گھر کے چھوٹے بچے دن اور رات کے تین مخصوص اوقات میں کمروں میں بغیر اجازت نہ داخل ہوں۔ فجر سے پہلے جو رات میں سونے کا وقت ہوتا ہے، دوپہر کے وقت جب لوگ بالعموم آرام کرتے ہیں اور عشاء کی نماز کے بعد، جب لوگ دن کی محنت و مشقت کے بعد سو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ ان تینوں اوقات میں لوگ بالعموم اپنی بیویوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور کمروں کے اندر پردے کا زیادہ خیال نہیں رکھتے۔ اس لیے ان اوقات میں کسی کا اچانک کمرے میں داخل ہو جانا شدید ناگوار گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے علاوہ دوسرے اوقات میں وہ افراد خانہ بغیر اجازت داخل ہو سکتے ہیں، اس لیے کہ گھر کی ضرورت کے لیے ہر وقت ان کا آنا جانا لگا رہتا ہے، ہر بار ان کے لیے اجازت لینا بڑی پریشانی کا باعث ہوگا۔

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾

’’اور جب تم میں سے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو اسی طرح اجازت طلب کریں جس طرح وہ لوگ اجازت طلب کرتے رہے جو ان سے پہلے تھے۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

جن بچوں کو تین مخصوص اوقات کے علاوہ باقی وقتوں میں بغیر اجازت کمروں میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی تھی، جب وہ سن بلوغت کو پہنچ جائیں تو انھیں بھی دوسرے مردوں کی طرح جب بھی اندر داخل ہوں، اجازت لینا ہوگی۔

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر کوئی شخص تیرے گھر میں بغیر تیری اجازت کے جھانکنے لگے اور تو اسے کنکر مارے، جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔‘‘ [بخاري، كتاب الديات، باب من اطلع في بيت قوم ...... الخ : ٦٩٠٢۔ مسلم، كتاب الآداب، باب تحريم النظر في بيت غيره : ٢١٥٨/٤٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرے میں جھانکا، تو آپ تیر لے کر کھڑے ہوئے، گویا میں آپ کو دیکھ رہا ہوں، آپ اس آدمی کی طرف چپکے چپکے آ رہے تھے کہ اس کی آنکھ میں تیر چبھو دیں۔ [بخاري، كتاب الاستئذان، باب الاستئذان من أجل البصر : ٦٢٤٢۔ مسلم، كتاب الآداب، باب تحريم النظر في بيت غيره : ٢١٥٧]

وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ وَ اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾

’’اور عورتوں میں سے بیٹھ رہنے والیاں، جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں سو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے کپڑے اتار دیں، جب کہ وہ کسی قسم کی زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں اور یہ بات کہ (اس سے بھی) بچیں ان کے لیے زیادہ اچھی ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

وہ بوڑھی عورتیں جن کی ماہواری ایک زمانے سے بند ہو گئی ہو، حمل اور ولادت کی کوئی امید باقی نہ رہی ہو اور جن سے اب کوئی شادی کرنے پر بھی راضی نہ ہو، ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ جائز قرار دیا ہے کہ وہ غیر محرموں کے سامنے برقع اتار دیں، اس شرط کے ساتھ کہ وہ اپنے جسم کی پوشیدہ زینت کو ظاہر نہ کریں، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کریمہ: ﴿ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ﴾ کی تفسیر میں فرمایا یہ عام حکم ہے، پھر بڑی عمر کی بوڑھی عورتوں کے حق میں) اسے منسوخ کر کے انھیں اس حکم سے مستثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا ﴾ یعنی بڑی عمر کی بوڑھی عورتیں جنھیں اب نکاح کی خواہش نہ ہو (ان پر پردے کے احکام کی پابندی نہیں ہے)۔ [أبو داوٗد، كتاب اللباس، باب في قوله تعالىٰ : ﴿ و قل للمؤمنات : يغضضن من أبصارهن ﴾ : ٤١١١]

لیکن اللہ نے ایسی عورتوں کے لیے بھی بہتر یہ قرار دیا ہے کہ وہ غیر محرم کے سامنے اپنے سروں سے اوڑھنی اور اپنے جسموں سے برقع نہ اتاریں، اسی میں ان کے لیے بھلائی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بے پردہ اور بے حیا عورتوں کے لیے بڑی شدید وعید بیان کی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دوزخیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنھیں میں نے نہیں دیکھا، ایک تو وہ لوگ جن کے پاس بیل کی دموں کی مانند کوڑے ہوں گے، جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور ایک وہ عورتیں جو کپڑے تو پہنے ہوں گی لیکن ننگی ہوں گی، (مردوں کو) مائل کرنے والی اور خود (ان کی طرف) مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر گویا بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے، وہ جنت میں نہیں جائیں گی، بلکہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی دور سے آتی ہے۔'' [مسلم، کتاب اللباس و الزینة، باب النساء الکاسیات العاریات المائلات الممیلات : ۲۱۲۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پردے کا حکم اترنے کے بعد سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا (چادر وغیرہ اوڑھ کر) حاجت کے لیے باہر نکلیں، وہ بھاری جسامت کی عورت تھیں، جو کوئی انھیں پہلے سے پہچانتا ہوتا وہ اب بھی پہچان لیتا تھا۔ خیر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھ لیا اور کہا کہ اے سودہ! واللہ! آپ ہم سے اپنے آپ کو نہیں چھپا سکتیں، دیکھیے تو آپ کس طرح باہر نکلی ہیں؟ یہ سن کر وہ لوٹ آئیں اور رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں کھانا کھا رہے تھے اور ہاتھ میں ہڈی تھی۔ پس وہ اندر آئیں اور کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ! میں ضرورت سے باہر نکلی تھی، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ یہ باتیں کیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اسی وقت وحی آنا شروع ہوئی، پھر وحی کی حالت موقوف ہوگئی اور ہڈی آپ کے ہاتھ ہی میں تھی، آپ نے اس کو ہاتھ سے رکھا نہیں تھا۔ پس آپ نے فرمایا: ''بے شک تم (عورتوں) کو ضرورت سے (کام کاج کے لیے) باہر نکلنے کی اجازت دی گئی ہے۔'' [بخاري، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ لا تدخلوا بیوت النبي ...... الخ ﴾ : ۴۷۹۵]

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع

''نہ اندھے پر کوئی حرج ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے اور نہ خود تم پر کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ، یا اپنے باپوں کے گھروں سے، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے، یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے، یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے، یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے، یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے، یا اپنی

خالاؤں کے گھروں سے، یا (اس گھر سے) جس کی چابیوں کے تم مالک بنے ہو، یا اپنے دوست (کے گھر) سے۔ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اکٹھے کھاؤ یا الگ الگ۔ پھر جب تم کسی طرح کے گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کہو، زندہ سلامت رہنے کی دعا جو اللہ کی طرف سے مقرر کی ہوئی بابرکت، پاکیزہ ہے۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم سمجھ جاؤ۔“

اس آیت کا ایک مطلب تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاد میں جاتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آیت میں مذکور معذورین کو اپنے گھروں کی چابیاں دے جاتے اور انھیں گھر کی چیزیں بھی کھانے پینے کی اجازت دے دیتے، لیکن یہ معذور صحابہ اس کے باوجود، مالکوں کی غیر موجودگی میں، وہاں سے کھانا پینا جائز نہ سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مذکورہ افراد کے لیے اپنے اقارب کے گھروں سے، یا جن گھروں کی چابیاں ان کے پاس ہیں، ان میں سے کھانے پینے میں کوئی حرج و گناہ نہیں ہے۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تندرست صحابہ معذور صحابہ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا اس لیے ناپسند کرتے کہ وہ معذوری کی وجہ سے کم کھائیں گے اور یہ زیادہ کھا جائیں گے، اس طرح ان کے ساتھ کھانے میں ظلم کا ارتکاب نہ ہو جائے۔ اسی طرح خود معذور صحابہ بھی دیگر لوگوں کے ساتھ کھانا اس لیے پسند نہیں کرتے تھے کہ لوگ ان کے ساتھ کھانے میں کراہت محسوس نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے لیے وضاحت فرما دی کہ اس میں کوئی گناہ والی بات نہیں ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اکٹھے ہو کر کھانے اور علیحدہ علیحدہ کھانے کی اجازت دی اور کسی ایک چیز کا پابند نہیں بنایا۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک آسانی ہے، اگرچہ اکٹھے ہو کر کھانے سے برکت ہوتی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو کفایت کرتا ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کفایت کرتا ہے۔“ [بخاري، كتاب الأطعمة، باب طعام الواحد يكفي الإثنين : ۵۳۹۲۔ مسلم، كتاب الأشربة، باب فضيلة المواساة في الطعام القليل …… الخ : ۲۰۵۸]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو کافی ہو جاتا ہے اور دو کا چار کو اور چار کا آٹھ کو کافی ہو جاتا ہے۔“ [مسلم، كتاب الأشربة، باب فضيلة المواساة في الطعام …… الخ : ۲۰۵۹]

عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ جو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے، کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھایا اور میں رکابی کے سب اطراف میں ہاتھ بڑھانے لگا تو آپ نے مجھے فرمایا: ”اپنے سامنے سے کھاؤ۔“ [بخاري، كتاب الأطعمة، باب الأكل : ۵۳۷۷]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اشعری لوگ جب لڑائی میں (کھانے کے حوالے سے) محتاج ہو جاتے ہیں، یا مدینہ میں ان کے بال بچوں کا کھانا کم ہو جاتا ہے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے،

اسے ایک کپڑے میں اکٹھا کرتے ہیں، پھر آپس میں برابر برابر بانٹ لیتے ہیں۔ یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔“ [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل الأشعريين رضی الله عنهم : ۲۵۰۰]

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً :اس میں اپنے گھروں میں داخل ہونے کا ادب بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ داخل ہوتے وقت اہل خانہ کو سلام عرض کرو، بعض لوگوں کے لیے اپنی بیوی یا اپنے بچوں کو سلام کرنا گراں گزرتا ہے، لیکن اہل ایمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق ایسا کریں، آخر اپنے بیوی بچوں کو سلامتی کی دعا سے کیوں محروم رکھا جائے؟ سلام کہنے سے متعلق چند احادیث پیش خدمت ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، اسلام کی کون سی بات زیادہ بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور ہر شخص کو سلام کہو، چاہے تم اسے پہچانو یا نہ پہچانو۔“ [بخاری، کتاب الإيمان، باب إطعام الطعام من الإسلام : ۱۲۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام وأی أموره أفضل ؟ : ۳۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان سے کہا، جاؤ اور ان فرشتوں کو جو بیٹھے ہوئے ہیں، سلام کرو اور سنو کہ وہ تمھارے سلام کا کیا جواب دیتے ہیں، کیونکہ وہی تمھارا اور تمھاری اولاد کا سلام ہوگا۔ پس آدم علیہ السلام نے (جا کر) کہا، ”اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ“ تو انھوں نے کہا، ”اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ“ پس انھوں نے ”وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ“ کا اضافہ کر دیا۔“ [بخاری، کتاب الاستئذان، باب بدء السلام : ۶۲۲۷۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب يدخل الجنة أقوام أفئدتهم مثل أفئدة الطير : ۲۸۴۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم جنت میں نہیں جاؤ گے، یہاں تک کہ ایمان لاؤ اور تم مومن نہیں ہو گے، یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو، کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اسے اختیار کرو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ (وہ یہ ہے کہ) تم آپس میں سلام کو عام کرو۔“ [مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان أنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون ...... الخ : ۵۴]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا ”السلام علیکم“ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر وہ شخص بیٹھ گیا، تو آپ نے فرمایا: ”(اس کے لیے) دس (نیکیاں) ہیں۔“ پھر ایک دوسرا آدمی آیا اور اس نے کہا ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔“ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: ”(اس کے لیے) بیس (نیکیاں) ہیں۔“ پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پس وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: ”(اس کے لیے) تیس (نیکیاں) ہیں۔“ [أبوداؤد، کتاب الأدب، باب كيف السلام ؟ : ۵۱۹۵۔ ترمذی، کتاب الاستيذان و الآداب، باب ما ذكر فی فضل السلام: ۲۶۸۹]

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى

يَسْتَأْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾

''مومن تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ اس کے ساتھ کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جو جمع کرنے والا ہے تو اس وقت تک نہیں جاتے کہ اس سے اجازت مانگیں۔ بے شک جو لوگ تجھ سے اجازت مانگتے ہیں وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو جب وہ تجھ سے اپنے کسی کام کے لیے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے تو چاہے اجازت دے دے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگ، بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسوں میں جانے اور وہاں سے رخصت ہونے کا ادب سکھلایا ہے کہ وہ مومنین جو اللہ اور رسول پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں، جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی اہم موقع پر جمع ہوتے ہیں، جیسے کسی جنگی مسئلہ میں رائے و مشورہ، اسلام اور مسلمانوں کا دفاع، یا کوئی دوسرا اہم مسئلہ جس پر غور و خوض کرنے کے لیے تمام صحابہ کا جمع ہونا ضروری ہوتا ہے، تو وہ آپ کی اجازت کے بغیر مجلس سے اٹھ کر نہیں جاتے، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا یہی تقاضا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اگر آپ کے صحابہ اپنی بعض ضرورتوں کے لیے اجازت مانگیں، تو حالات کے مطابق آپ جنھیں چاہیں اجازت دے دیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کی ضرورت اس بات کا تقاضا کرتی ہو کہ انھیں اجازت نہ دی جائے تو اجازت نہ دیجیے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا تقاضا ہے کہ صحابہ اس حکم کو برضائے نفس قبول کر لیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیں۔ ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ﴾ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صحابہ کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ آپ کی مجلس سے جانے کی نہ سوچیں اور اجازت نہ لیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے اور جب مدینہ منورہ کے قریب آ گئے تو فرمایا: ''مدینہ منورہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو تمھارے ساتھ ہر راستے اور وادی میں شریک ہوئے ہیں۔'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ تو مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے ہیں؟ فرمایا: ''(ہاں!) وہ مدینہ منورہ ہی میں ہیں، انھیں کسی عذر نے روک لیا تھا۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب نزول النبي ﷺ الحجر : ٤٤٢٣]

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

”رسول کے بلانے کو اپنے درمیان اس طرح نہ بنالو جیسے تمھارے بعض کا بعض کو بلانا ہے۔ بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔ سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آ پہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔“

اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ جس طرح تم ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو، رسول اللہ ﷺ کو اس طرح مت پکارو، مثلاً یا محمد! نہیں بلکہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ وغیرہ کہو اور یہ آپ کی زندگی کے لیے تھا، جب صحابہ کرام کو ضرورت پیش آتی تھی کہ آپ سے مخاطب ہوں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ رسول کی بد دعا کو دوسروں کی بد دعا کی طرح مت سمجھو، اس لیے کہ آپ کی بد دعا بھی قبول ہوتی ہے، اس لیے نبی کی بد دعا مت لو، تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

<u>لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا ؕ قَدۡ يَعۡلَمُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ يَتَسَلَّلُوۡنَ مِنۡكُمۡ لِوَاذًا</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِىِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ۞ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰى ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ۞ اِنَّ الَّذِيۡنَ يُنَادُوۡنَكَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ۞ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰى تَخۡرُجَ اِلَيۡهِمۡ لَكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴾ [الحجرات : ۱ تا ۵] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی آوازیں نبی کی آواز کے اوپر بلند نہ کرو اور نہ بات کرنے میں اس کے لیے آواز اونچی کرو، تمھارے بعض کے بعض کے لیے آواز اونچی کرنے کی طرح، ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔ بے شک وہ لوگ جو اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے دل اللہ نے تقویٰ کے لیے آزما لیے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔ بے شک وہ لوگ جو تجھے دیواروں کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔ اور اگر بے شک وہ صبر کرتے، یہاں تک کہ تو ان کی طرف نکلتا تو یقیناً ان کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

سیدنا ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ آپ ﷺ میرے پاس سے گزرے اور مجھے بلایا، لیکن میں (نماز چھوڑ کر) نہ گیا، بلکہ میں نے نماز مکمل کی اور پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم میرے بلانے پر (فوراً) کیوں نہیں آئے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِيۡبُوۡا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيۡكُمۡ ﴾ [الأنفال : ۲٤] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اور رسول کی دعوت قبول کرو، جب وہ تمھیں اس چیز کے لیے دعوت دے جو تمھیں زندگی بخشتی ہے۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ يأيها الذين امنوا استجيبوا لله و للرسول ...... الخ ﴾ : ٤٦٤٧]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاندانہ روش میں برابر بڑھتے ہی رہے تو آپ نے یوں بددعا فرمائی: « اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلَیْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ یُوْسُفَ » ''اے اللہ! ان پر سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانے کی طرح سات سال کا قحط بھیج کر میری مدد فرما۔'' آخر ان پر ایسا سخت قحط نازل ہوا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے وہ ہڈیاں اور مردار تک کھانے لگے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان میں سے اگر کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا تو بھوک کی وجہ سے اسے ایک دھواں سا دکھائی دیتا۔ اس وقت ابوسفیان آپ کے پاس آ کر کہنے لگا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! تمھاری قوم ہلاک ہو رہی ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ان سے یہ عذاب دور کر دے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی (اور قحط ختم ہو گیا) لیکن وہ پھر شرک کرنے لگے۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالى : ﴿ ربنا اكشف عنا العذاب إنا مؤمنون ﴾ : ٤٨٢٢، ٤٨٢٤]

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾: یہ دلیل ہے کہ زندگی کے تمام امور کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور ان کی سنت کی کسوٹی پر پرکھنا واجب ہے، جو چیز آپ کی سنت کے مطابق ہوگی، اسے قبول کر لیا جائے گا اور جو قول و فعل اس کے مخالف ہوگا اسے رد کر دیا جائے گا۔ چاہے کہنے یا کرنے والا کوئی بھی انسان ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [الحشر : ٧] ''اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ٣٢] ''کہہ دے اللہ اور رسول کا حکم مانو، پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ کافروں سے محبت نہیں رکھتا۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے ایک خط کھینچا، پھر فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ ہے۔'' پھر آپ نے اس کی دائیں جانب اور بائیں جانب کئی خط کھینچے، پھر فرمایا: ''یہ جدا جدا راہیں ہیں، ان میں سے ہر راہ پر شیطان بیٹھا ہے، جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔'' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾ [الأنعام : ١٥٣] ''اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔'' [مسند أحمد : ٤٦٥/١، ح : ٤٤٣٦۔ مستدرك حاكم : ٣١٨/٢، ح : ٣٢٤١]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جس کی بنیاد شریعت میں نہیں، وہ کام مردود ہے۔'' [بخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود : ٢٦٩٧۔ مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ...... الخ : ١٧١٨]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا تو

آپ نے فرمایا: ''اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔'' اس آدمی نے جواب دیا، میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا: ''(اچھا، اللہ کرے) تجھ سے ایسا نہ ہو سکے۔'' اس شخص نے تکبر کی وجہ سے یہ بات کہی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ شخص (عمر بھر) اپنا دایاں ہاتھ منہ تک نہیں اٹھا سکا۔ [مسلم، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب و أحکامهما : ۲۰۲۱]

سیدنا عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ نے بشر بن مروان کو (دوران خطبہ جمعہ میں) منبر پر دونوں ہاتھ اٹھاتے دیکھا تو فرمایا، اللہ ان دونوں ہاتھوں کو تباہ کرے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ کرتے نہیں دیکھا اور انھوں نے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔ [مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوة والخطبة : ۸۷٤]

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور ام الحکم کا بیٹا عبدالرحمٰن بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس خبیث کو دیکھو! بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے (جو خلاف سنت ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآىِٕمًا ﴾ [الجمعة : ۱۱] ''اور جب وہ کوئی تجارت یا تماشا دیکھتے ہیں تو اٹھ کر اس طرف چلے جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔'' [مسلم، کتاب الجمعة، باب في قوله تعالی : ﴿ و إذا رأوا تجارة ...... الخ ﴾ : ۸٦٤]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اللہ کی بندیوں کو مسجد میں آ کر نماز پڑھنے سے نہ روکو۔'' تو ان کے ایک بیٹے نے کہا، ہم تو روکیں گے۔ تو سالم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سخت ناراض ہوئے اور فرمایا، میں تیرے سامنے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کر رہا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ہم انھیں ضرور روکیں گے۔ [ابن ماجه، المقدمة، باب تعظیم حدیث رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ١٦]

اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اور تمھاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی، جب اس کے چاروں طرف روشنی ہو گئی تو پتنگے اور یہ کیڑے مکوڑے جو آگ میں گرتے ہیں، وہ دھڑا دھڑ اس میں گرنے لگے۔ اب یہ انھیں ہر چند روک رہا ہے، لیکن اس شخص کے روکنے سے نہیں رکتے، وہ ہیں کہ اس میں گرے جاتے ہیں۔ (یہی حالت میری اور تمھاری ہے کہ تم آگ میں گرنا چاہتے ہو اور) میں تمھیں تمھاری کمر سے پکڑ پکڑ کر اس سے روک رہا ہوں کہ آگ میں نہ گھسو، آگ سے بچو، لیکن تم میری نہیں مانتے اور اس آگ میں گھسے چلے جا رہے ہو۔'' [بخاري، کتاب الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصي : ٦٤٨٣۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقته صلی اللہ علیہ وسلم علی أمته ...... الخ : ۲۲۸٤/۱۸]

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَ يَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۠ ﴿۶۴﴾

ع ۹ ۱۵

’’سن لو! بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یقیناً وہ جانتا ہے جس حال پر تم ہو اور اس دن کو بھی جب وہ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ انھوں نے کیا اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سبھی اللہ نے پیدا کیا ہے، سب اسی کے مملوک اور غلام ہیں، وہ جیسے چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے، اس کے فیصلوں میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا اور اس نے اپنا رسول اس لیے بھیجا ہے تاکہ اس کی اتباع کی جائے۔ تو جو لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں وہ اس کی گرفت میں نہ آ جائیں۔ وہ ذات برحق انسانوں کے تمام ظاہر و باطن کو جانتی ہے اور قیامت کے دن سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، اس دن وہ انھیں ان کے تمام اقوال و اعمال کی خبر دے گا اور جو لوگ دنیا میں رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں، انھیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔

وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا : یعنی انھوں نے دنیا میں عظیم یا حقیر، چھوٹے یا بڑے جو عمل بھی کیے ہوں گے وہ ان کے بارے میں انھیں بتا دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الکہف : ۴۹] ’’اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔‘‘

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ مسکرائے، آپ نے فرمایا: ’’تم جانتے ہو کہ میں کیوں مسکرا رہا ہوں؟‘‘ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’میں بندے کی اس گفتگو کی وجہ سے مسکرایا ہوں جو وہ اپنے مالک سے کرے گا۔ بندہ کہے گا کہ اے میرے مالک! کیا تو مجھے ظلم سے پناہ نہیں دے چکا ہے؟ (یعنی تو نے وعدہ کیا ہے کہ ظلم نہیں کروں گا)۔‘‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ جواب دے گا کہ ہاں! (ہم ظلم نہیں کرتے)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’پھر بندہ کہے گا کہ میں کسی کی گواہی کو اپنے اوپر سوائے اپنی ذات کے جائز نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اچھا! تیری ہی ذات کی گواہی تجھ پر آج کے دن کفایت کرتی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی۔‘‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’پھر بندے کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا (ہاتھ پاؤں) کو حکم ہوگا کہ بولو۔ جس سے آدمی کے ہاتھ پاؤں میں زبان کی سی گویائی پیدا ہو جائے گی اور وہ آدمی کے گناہوں کی پوری گواہی ادا کریں گے۔ پھر اسے کلام کی اجازت دی جائے گی۔ تو بندہ اپنے اعضا (ہاتھ پاؤں) سے کہے گا کہ تمھارے لیے ہلاکت ہو، چلو دور ہو جاؤ، میں تو تمھارے ہی لیے جھگڑا کر رہا تھا (یعنی تمھارا ہی دوزخ سے بچانا مجھے منظور تھا، پس تم خود ہی گناہ کا اقرار کر چکے، اب دوزخ میں جاؤ)۔‘‘ [مسلم، کتاب الزهد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ۲۹۶۹]

سورة الفرقان مكية

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

تَبٰرَكَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ لِیَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا ۙ ۝۱

''بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر قرآن کریم نازل کر کے تمام انس و جن کے لیے اپنی رحمتوں، برکتوں اور بھلائیوں کو تمام کر دیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں انھی برکتوں اور بھلائیوں کی طرف اشارہ کر کے باری تعالیٰ نے اپنی ذات برحق کی تعریف بیان کی ہے کہ اس کی بھلائیاں اور برکتیں اس قدر زیادہ اور عام ہیں کہ کائنات کی ہر چیز پر چھا گئی ہیں اور وہ ذات اپنی تمام صفات اور افعال میں سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ یہ قرآن حق و باطل، توحید و شرک اور عدل و ظلم کے درمیان تفریق کرتا ہے۔ اسے اللہ نے اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر اس لیے نازل کیا ہے، تاکہ وہ اس کے ذریعے سے تمام جن و انس کو کفر و شرک کے برے انجام سے ڈرائیں۔

حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب سے مراد قرآن مجید ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰی وَ الۡفُرۡقَانِ ﴾ [البقرۃ : ۱۸۵] ''رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ہدایت کی اور (حق و باطل میں) فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ نَزَّلَ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ وَ اَنۡزَلَ التَّوۡرٰىةَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ ۝ مِنۡ قَبۡلُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ اَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ۬ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ﴾ [آل عمران : ۳، ۴] ''اس

نے تجھ پر یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور اس نے تورات اور انجیل اتاری۔ اس سے پہلے، لوگوں کی ہدایت کے لیے۔ اور اس نے (حق و باطل میں) فرق کرنے والی (کتاب) اتاری، بے شک جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے اور اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔‘‘

عَلٰى عَبْدِهٖ : ’’عبد‘‘ جس پر فرقان نازل کیا گیا وہ محمد ﷺ ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴾ [الشوریٰ : ۷] ’’اور اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی قرآن وحی کیا، تاکہ تو بستیوں کے مرکز (مکہ) کو ڈرائے اور ان لوگوں کو بھی جو اس کے ارد گرد ہیں اور تو اکٹھا کرنے کے دن سے ڈرائے جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔‘‘

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مجھے میرے مقام و مرتبہ سے ایسے نہ بڑھا دینا جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو بڑھا دیا۔ میں تو اس (اللہ) کا بندہ ہوں، لہٰذا تم یوں کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔‘‘ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ و اذکر فی الکتاب مریم ...... الخ ﴾ : ۳۴۴۵]

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا : اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو قیامت تک کے لیے تمام اقوام عالم کے لیے نذیر بنا کر بھیجا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ [الأعراف : ۱۵۸] ’’کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [سبا : ۲۸] ’’اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں، مجھے ایک مہینا کی مسافت کے رعب سے مدد دی گئی ہے، میرے لیے تمام زمین کو نماز پڑھنے کی جگہ اور پاک کرنے والی چیز بنا دیا گیا ہے، لہٰذا میری امت کے جس آدمی کی نماز کا وقت جہاں بھی آ جائے اسے وہیں نماز پڑھ لینی چاہیے، میرے لیے غنیمت کے مال حلال کر دیے گئے ہیں، ہر نبی خاص طور پر اپنی ہی امت کی طرف مبعوث ہوتا تھا، لیکن میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں اور مجھے شفاعت (کبریٰ) عطا کی گئی ہے۔‘‘
[بخاری، کتاب الصلوۃ، باب قول النبی ﷺ : جعلت لی الأرض مسجدًا و طهورًا : ۴۳۸۔ مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلاۃ : ۵۲۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے، یعنی مجھے وہ کلام ملا ہے جس میں لفظ تھوڑے اور معانی بہت ہیں، مجھے رعب سے مدد دی گئی ہے، میرے لیے مال

غنیمت حلال کیے گئے ہیں، میرے لیے ساری زمین پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ بنا دی گئی ہے، میں تمام مخلوق (جن و انس) کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہوں اور مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے (لہٰذا میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلاۃ : ۵۲۳]

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ②

''وہ ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ نے اپنی چار صفتیں بیان کی ہیں: ① آسمانوں اور زمین کا وہی مالک ہے اور ان میں پائی جانے والی تمام موجودات اپنے وجود و بقا کے لیے اس کی محتاج ہیں۔ ② اس کی کوئی اولاد نہیں، جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا دعویٰ ہے۔ ③ پوری کائنات کی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، جیسا کہ مشرکوں، بت پرستوں، جھوٹے معبودوں کے ماننے والوں اور شرک خفی کرنے والوں کا باطل عقیدہ ہے۔ ④ اس نے تمام موجودات کو پیدا کیا ہے اور ہر ایک کو مصلحت کے مطابق بنایا ہے، انسان کو فہم و ادراک، غور و فکر، صنعت و حرفت اور مفید کام بجا لانے کی صلاحیت دی، اسی طرح ہر حیوان اور ہر جماد کو اس مصلحت کے مطابق بنایا جو اس سے مطلوب تھی۔ اسی مقررہ ضابطے کو اس کی تقدیر کہا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِیْهَا وَ قَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآىِٕلِیْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىِٕعِیْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰى فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَ حِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ۹ تا ۱۲] ''کہہ کیا بے شک تم واقعی اس کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور اس کے لیے شریک بناتے ہو؟ وہی سب جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے اس میں اس کے اوپر سے گڑے ہوئے پہاڑ بنائے اور اس میں بہت برکت رکھی اور اس میں اس کی غذائیں اندازے کے ساتھ رکھیں، چار دن میں، اس حال میں کہ سوال کرنے والوں کے لیے برابر (جواب) ہے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے کہا کہ آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ دونوں نے کہا ہم خوشی سے آگئے۔ تو اس نے انھیں دو دنوں میں سات آسمان پورے بنا دیا اور ہر آسمان میں اس کے کام کی وحی فرمائی اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت دی اور خوب محفوظ کر دیا۔ یہ اس کا اندازہ ہے جو سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَيٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ۝۳

’’اور انھوں نے اس کے سوا کئی اور معبود بنا لیے، جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور اپنے لیے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ کسی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ اٹھائے جانے کے۔‘‘

لیکن ظالموں نے ایسے ہمہ صفات موصوف رب کو چھوڑ کر ایسے بتوں کو رب بنا لیا ہے جو انسانوں کے ہاتھوں سے بنائے ہوئے ہیں اور اپنے لیے کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، چہ جائیکہ وہ اپنی پوجا کرنے والوں کو نفع یا نقصان پہنچا سکیں اور نہ وہ کسی کو زندگی دے سکتے ہیں، نہ موت اور نہ مر جانے کے بعد دوبارہ کسی کو زندہ کر سکتے ہیں۔ ان سب قدرتوں کا مالک صرف اللہ ہے۔ اس لیے وہی عبادت کا مستحق ہے۔ مشرکین اپنی عقل پر ماتم کیوں نہیں کرتے کہ اتنی صاف ستھری بات ان کے دماغ میں نہیں آتی؟

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [لقمان : ١١] ’’یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ٤، ٥] ’’کہہ دے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔ اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔‘‘

وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [المائدة : ٧٦] ’’کہہ دے کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمھارے لیے نہ کسی نقصان کی مالک ہے اور نہ نفع کی اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ﴾ [الأعراف : ١٨٨] ’’کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ

جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ [الرعد : ١٦] ''کہہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دے اللہ۔ کہہ پھر کیا تم نے اس کے سوا کچھ کارساز بنا رکھے ہیں جو اپنی جانوں کے لیے نہ کسی نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے؟ کہہ دے کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوتے ہیں؟ یا انھوں نے اللہ کے لیے کچھ شریک بنا لیے ہیں جنھوں نے اس کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہے، تو پیدائش ان پر گڈمڈ ہوگئی ہے؟ کہہ دے اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے۔''

وَلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا : یعنی وہی موت و حیات کا مالک ہے اور وہی روز قیامت اگلی پچھلی ساری مخلوقات کو دوبارہ زندہ کر دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴾ [النازعات : ١٣، ١٤] ''پس وہ تو صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی۔ پس یک لخت وہ زمین کے اوپر موجود ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴾ [یٰس : ٥٣] ''نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ، تو اچانک وہ سب ہمارے پاس حاضر کیے ہوئے ہوں گے۔''

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ اِفْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿۴﴾ وَقَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾

''اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ نہیں ہے مگر ایک جھوٹ، جو اس نے گھڑ لیا اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس پر اس کی مدد کی، سو بلاشبہ وہ ایک ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔ اور انھوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، جو اس نے لکھوا لی ہیں، تو وہ پہلے اور پچھلے پہر اس پر پڑھی جاتی ہیں۔ تو کہہ اسے اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین میں سب پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

مشرکین کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) نے یہ کتاب گھڑنے میں یہود سے یا ان کے بعض موالی سے مدد لی ہے۔ یہاں قرآن نے اس الزام کو ظلم اور جھوٹ سے تعبیر کیا ہے، بھلا ایک اُمّی شخص دوسروں کی مدد سے ایسی کتاب پیش کر سکتا ہے جو فصاحت و بلاغت اور اعجاز کلام میں بے مثال ہو، حقائق و معارف بیانی میں بھی معجز نگار ہو، انسانی زندگی کے لیے احکام وقوانین کی تفصیلات میں بھی لاجواب ہو اور اخبار ماضیہ اور مستقبل میں وقوع پزیر ہونے والے واقعات کی نشان دہی اور وضاحت میں بھی اس کی صداقت مسلّم ہو؟

مشرکین کہا کرتے تھے کہ یہ قرآن گزشتہ زمانوں کے قصے ہیں، جنھیں محمد (ﷺ) صبح و شام کچھ لوگوں کی مدد سے

لکھواتا رہتا ہے اور پھر انھیں قرآن کے نام سے سنا دیتا ہے۔ اللہ نے ان کے اس شبہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو اس علام الغیوب کی نازل کردہ کتاب ہے جس سے آسمانوں اور زمین کا کوئی راز مخفی نہیں ہے اور وہ کتاب ایسے اسرار و معانی کو حاوی ہے جن تک انسانی عقل پہنچنے سے قاصر ہے، یہی وجہ ہے کہ تم ہزار مخالفت اور دشمنی کے باوجود اس جیسا کلام لانے سے عاجز ہو۔

فَقَدۡ جَآءُوۡ ظُلۡمًا وَّزُوۡرًا : یعنی ان کی یہ بات ظلم اور جھوٹ پر مبنی ہے، اللہ چاہے تو ان کو اس افترا پردازی کی فوراً سزا دے دے، لیکن وہ انھیں ڈھیل دے رہا ہے اور فوراً سزا نہیں دیتا، یہ اس کا بڑا رحم و کرم ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اَمۡلَيۡتُ لَهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذۡتُهَا ۚ وَاِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ ﴾ [الحج : ٤٨] ''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں میں نے مہلت دی، اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل ظالم و جابر آدمی کو مہلت دیتا رہتا ہے، لیکن جب اسے پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالٰى : ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرىٰ ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

وَقَالُوۡا مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ يَاۡكُلُ الطَّعَامَ وَيَمۡشِىۡ فِى الۡاَسۡوَاقِ ؕ لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مَلَكٌ فَيَكُوۡنَ مَعَهٗ نَذِيۡرًا ۙ﴿۷﴾ اَوۡ يُلۡقٰٓى اِلَيۡهِ كَنۡزٌ اَوۡ تَكُوۡنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاۡكُلُ مِنۡهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا ﴿۸﴾ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ ضَرَبُوۡا لَكَ الۡاَمۡثَالَ فَضَلُّوۡا فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَبِيۡلًا ﴿۹﴾ ع

''اور انھوں نے کہا اس رسول کو کیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا کہ اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا۔ یا اس کی طرف کوئی خزانہ اتارا جاتا، یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھایا کرتا اور ظالموں نے کہا تم تو بس ایسے آدمی کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے۔ دیکھ انھوں نے تیرے لیے کیسی مثالیں بیان کیں، سو گمراہ ہو گئے، پس وہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔''

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کی ضد، ہٹ دھرمی اور حجت و دلیل کے بغیر تکذیب حق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے جو ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور طلب معاش کے لیے بازاروں کے چکر لگاتا ہے؟ اگر یہ واقعی رسول ہوتا تو آسمان سے ضرور کوئی فرشتہ اترتا جو ہر وقت اس کے ساتھ ہوتا اور اس کی مدد کرتا، یا آسمان سے اس کے لیے خزانہ بھیج دیا جاتا، تاکہ طلب معاش کے لیے اسے کدّ و کاوش نہ کرنا پڑتی، یا اس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہوتا، جس کے پھل کھایا کرتا۔ آگے فرمایا کہ ظالموں نے اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسحور و مجنون کہا اور صحابہ سے کہا کہ تم لوگ تو ایک ایسے آدمی کے پیچھے لگ گئے ہو جس کی عقل جادو کے اثر سے ماری گئی ہے۔ آخری آیت

میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ان باطل اقوال پر اظہار حیرت کرتے ہوئے اور اپنے رسول کی شان میں عظیم گستاخی تصور کرتے ہوئے فرمایا کہ ذرا ان عقل کے اندھے مشرکین کی کافرانہ جرأت تو دیکھیے کہ کبھی آپ کو جادوگر کہتے ہیں، تو کبھی شاعر اور کبھی کاہن و مجنون اور جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ راہ حق سے دور بھٹک گئے ہیں۔ ان کی ہدایت کی اب کوئی امید نہیں ہے۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ : اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اس عجیب و غریب اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۲۰] ”اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر بلاشبہ وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تمھارے بعض کو بعض کے لیے ایک آزمائش بنایا ہے۔ کیا تم صبر کرو گے؟ اور تیرا رب ہمیشہ سے سب کچھ دیکھنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۳۳، ۳۴] ”بے شک ہم جانتے ہیں کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ یقیناً تجھے وہ بات غمگین کرتی ہے جو وہ کہتے ہیں، تو بے شک وہ تجھے نہیں جھٹلاتے اور لیکن وہ ظالم اللہ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے اس پر صبر کیا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آگئی اور کوئی اللہ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ یقیناً تیرے پاس ان رسولوں کی کچھ خبریں آئی ہیں۔“

تَبٰرَكَ الَّذِيْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ يَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝

”بہت برکت والا ہے وہ کہ اگر چاہے تو تیرے لیے اس سے بھی بہتر بنا دے ایسے باغات جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں اور تیرے لیے کئی محل بنا دے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ وہ اللہ جو بے شمار برکتوں والا ہے، اگر چاہتا تو کفار جو کچھ بیان کرتے ہیں، اس سے کہیں بہتر دنیاوی نعمتیں آپ کو عطا کرتا، ایسے باغات دیتا جن میں نہریں جاری ہوتیں اور ایک محل کیا، آپ کو بہت سے محل دیتا، لیکن اس نے آپ کے لیے ایسا نہیں چاہا۔ اس لیے کہ یہ دنیا آپ کے لیے عیش و آرام کی جگہ نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ کوئی اگر آپ پر ایمان لائے تو اس لیے کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں، اس لیے نہیں کہ آپ کے پاس مالِ کثیر اور محلات و قصور ہیں۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۫ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ

سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيرًا ﴿١٢﴾ وَ إِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ﴿١٣﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ﴿١٤﴾

''بلکہ انھوں نے قیامت کو جھٹلا دیا اور ہم نے اس کے لیے جو قیامت کو جھٹلائے، ایک بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جب وہ انھیں دور جگہ سے دیکھے گی تو وہ اس کے لیے سخت غصے کی اور گدھے کی سی آوازیں سنیں گے۔ اور جب وہ اس کی کسی تنگ جگہ میں آپس میں جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے تو وہاں کسی نہ کسی ہلاکت کو پکاریں گے۔ آج ایک ہلاکت کو مت پکارو، بلکہ بہت زیادہ ہلاکتوں کو پکارو۔''

یعنی یہ لوگ ایسی باتیں تکذیب وعناد کے طور پر کہتے ہیں، چونکہ وہ بعث بعد الموت پر ایمان نہیں رکھتے، اسی لیے قرآن کریم اور آپ کی تکذیب کرتے ہیں۔ اگر آخرت پر ان کا ایمان ہوتا تو وہاں کے عذاب سے بچنے اور جنتوں کی نعمتوں کے حصول کی فکر کرتے۔ آخرت کی تکذیب کرنے والوں کا ٹھکانا اللہ نے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ بنایا ہے، جو جہنمیوں کو دور سے دیکھ کر ہی شدید غضبناک ہو جائے گی اور انھیں اپنی گرفت میں لینے کے لیے چیخنے لگے گی، جسے سن کر جہنمی کانپ اٹھیں گے۔ جب جہنمیوں کے ہاتھ اور پاؤں ان کی گردنوں کے ساتھ زنجیروں سے جکڑ کر جہنم کی ایک تنگ جگہ میں پھینک دیے جائیں گے، تو مارے حسرت و یاس کے پکاریں گے کہ اے ہماری ہلاکت! تو کہاں ہے؟ آ ہمیں ہلاک کر دے، تاکہ اس عذاب سے چھٹکارا پا لیں، تو ان کے حزن و ملال اور غم و اندوہ کو مزید بڑھانے کے لیے ان سے کہا جائے گا کہ ایک نہیں، بہت سی ہلاکتوں کو پکارو، آج تم جس رسوا کن عذاب میں مبتلا ہو وہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ تم بہت ساری ہلاکتوں کو اس سے نجات پانے کے لیے دعوت دو۔

إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا: یعنی وہ ان پر ناراضی کی وجہ سے چیخ چلائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَ بِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٦﴾ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَّ هِيَ تَفُورُ ﴿٧﴾ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ﴾ [الملك : ٦ تا ٨] ''اور خاص ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا، جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے، اس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے جیسی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ قریب ہوگی کہ غصے سے پھٹ جائے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس دن جہنم لائی جائے گی، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے کھینچ رہے ہوں گے۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ٢٨٤٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھاری (دنیا کی) آگ دوزخ کی آگ کے

مقابلہ میں (اپنی گرمی اور ہلاکت خیزی میں) سترواں حصہ ہے۔'' لوگوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! (جلانے کے لیے) تو یہ (دنیا ہی کی) آگ کافی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''دوزخ کی آگ اس سے انہتر (۶۹) حصے زیادہ گرم ہے اور ہر حصہ دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ۳۲۶۵۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۳]

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ : تنگ جگہ میں انھیں اس طرح جکڑ دیا جائے گا، جس طرح نیزے میں انی جکڑی ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ [إبراهيم : ۴۹ تا ۵۱] ''اور تو مجرموں کو اس دن زنجیروں میں ایک دوسرے کے ساتھ جکڑے ہوئے دیکھے گا۔ ان کی قمیصیں گندھک کی ہوں گی اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپے ہوگی۔ تاکہ اللہ ہر جان کو اس کا بدلہ دے جو اس نے کمایا۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''

دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا : ''ثبور'' کے معنی ہلاکت، خرابی، حسرت اور خسارے کے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَاۗءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝ بَلٰٓى ڔ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴾ [الإنشقاق : ۱۰ تا ۱۵] ''اور لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا گیا۔ تو عنقریب وہ بڑی ہلاکت کو پکارے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔ بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا۔ یقیناً اس نے سمجھا تھا کہ وہ کبھی (اپنے رب کی طرف) واپس نہیں لوٹے گا۔ کیوں نہیں! یقیناً اس کا رب اسے خوب دیکھنے والا تھا۔''

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا ۝ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰي رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْــــُٔوْلًا ۝

''کہہ دے کیا یہ بہتر ہے یا ہمیشگی کی جنت، جس کا متقی لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے، وہ ان کے لیے بدلہ اور ٹھکانا ہوگی۔ ان کے لیے اس میں جو چاہیں گے ہوگا، ہمیشہ رہنے والے، یہ تیرے رب کے ذمے ہو چکا، ایسا وعدہ جو قابل طلب ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اے محمد (ﷺ)! ہم نے ان بدبختوں کا حال بیان کر دیا ہے جو اوندھے منہ دوزخ میں گرائے جائیں گے اور دوزخ درشت چہرے، جوشِ غضب اور چیختے چلاتے ہوئے ان سے ملے گی اور انھیں زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کے تنگ مقامات میں پھینک دیا جائے گا کہ نہ کوئی حرکت کر سکیں گے، نہ کوئی مدد طلب کر سکیں گے اور نہ اپنے آپ کو کسی طرح چھڑا سکیں گے۔ تو بتائیے! کیا یہ دوزخ بہتر ہے یا وہ جنت خلد جس کا اللہ نے اپنے مومن بندوں سے وعدہ فرمایا ہے اور جو ان کے ایمان و عمل صالح کا بدلہ ہوگی اور جو ان کا ابدی ٹھکانا ہوگی۔ وہاں وہ جس چیز کی بھی خواہش

کریں گے، انھیں فوراً ملے گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ : جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے عذاب کا مقابلہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۹۸ تا ۱۰۲] ''بے شک تم اور جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں، تم اسی میں داخل ہونے والے ہو۔ اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور یہ سب اسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے لیے اس میں گدھے جیسی آواز ہوگی اور وہ اس میں نہیں سنیں گے۔ بے شک وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے بھلائی طے ہو چکی، وہ اس سے دور رکھے گئے ہوں گے۔ وہ اس کی آہٹ نہیں سنیں گے اور وہ اس میں جسے ان کے دل چاہیں گے، ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ : کھانے پینے، پہننے، رہنے سہنے، اعلیٰ سواریوں اور خوش نما مناظر کے تمام لذت بخش سامان انھیں فراہم ہوں گے، علاوہ ازیں انھیں ایسی ایسی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا جنھیں کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی انسان کے دل میں ان کا وہم وگمان بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳۰ تا ۳۲] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمھارے دل چاہیں گے اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔''

اور فرمایا: ﴿ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۶۸ تا ۷۵] ''اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور وہ فرماں بردار تھے۔ جنت میں داخل ہو جاؤ تم اور تمھاری بیویاں، تم خوش کیے جاؤ گے۔ ان کے گرد سونے کے تھال اور پیالے لے کر پھرا جائے گا اور اس میں وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔ اور یہی وہ جنت

ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے۔ تمھارے لیے اس میں بہت سے میوے ہیں، جن سے تم کھاتے ہو۔ بے شک مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہ ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اسی میں ناامید ہوں گے۔''

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَ كَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا نَصْرًا ۚ وَ مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾

''اور جس دن وہ انھیں اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے، اکٹھا کرے گا، پھر کہے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا، یا وہ خود راستے سے بھٹک گئے تھے؟ وہ کہیں گے تو پاک ہے، ہمارے لائق نہ تھا کہ ہم تیرے سوا کسی بھی طرح کے دوست بناتے اور لیکن تو نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو سامان دیا، یہاں تک کہ وہ (تیری) یاد کو بھول گئے اور وہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ سو انھوں نے تو تمھیں اس بات میں جھٹلا دیا جو تم کہتے ہو، پس تم نہ کسی طرح ہٹانے کی طاقت رکھتے ہو اور نہ کسی مدد کی اور تم میں سے جو ظلم کرے گا ہم اسے بہت بڑا عذاب چکھائیں گے۔''

عقیدۂ بعث بعد الموت کی تاکید کے طور پر اللہ نے فرمایا کہ جب وہ میدانِ محشر میں مشرکین اور ان کے معبودوں کو اکٹھا کرے گا، تو ان معبودوں سے پوچھے گا، کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا، یا وہ خود ہی گمراہ ہو گئے تھے؟ تو وہ معبود کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تو تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، جب ہمارے لیے یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا کہ تیرے سوا کسی کو اپنا ولی اور دوست بناتے اور اس کی عبادت کرتے، تو پھر یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ ہم نے غیروں کو یہ حکم دیا ہوگا کہ تم لوگ اللہ کے سوا ہمیں ولی بنا لو اور ہماری عبادت کرو؟ بات یہ ہے کہ تو نے انھیں گوناگوں نعمتوں سے نوازا تھا، تو ہونا یہ چاہیے تھا کہ وہ تیرا شکر ادا کرتے اور تیرے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے، لیکن نتیجہ الٹ رہا، یعنی وہ شہوتوں میں ڈوب کر تجھے بھول گئے اور اس طرح ہلاکت و بربادی ان کی قسمت بن گئی۔

آخری آیت میں انھی مشرکین کو مخاطب کر کے اللہ نے کہا کہ جنھیں تم اپنا معبود کہتے تھے اور جن کی عبادت کرتے تھے، انھی معبودوں نے تمھیں جھٹلا دیا۔ اس لیے اب تم نہ عذاب کو اپنے آپ سے ٹال سکتے ہو اور نہ کوئی تمھاری مدد کے لیے آگے بڑھے گا۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ سنا دیا کہ جو کوئی شرک کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کرے گا، وہ اسے بہت بڑے عذاب میں مبتلا کرے گا۔

ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ : یعنی انسانوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن جن کو الٰہ بنا رکھا ہے ان سے سوال کیا جائے گا کہ کیا انھوں نے اپنے پوجنے والوں کو یہ تعلیم دی تھی ؟ اس قسم کا ایک سوال سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے بھی کیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ ﴾ [المائدة : ۱۱٦، ۱۱۷] ”اور جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو؟ وہ کہے گا تو پاک ہے، میرے لیے بنتا ہی نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں، اگر میں نے یہ بات کہی تھی تو یقیناً تو نے اسے جان لیا، تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے، یقیناً تو ہی سب چھپی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔ میں نے انھیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا۔“

وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۸۲] ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۸۲] ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں“ تو ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ! ہم میں سے کون ایسا ہے، جس نے اپنے آپ پر ظلم نہ کیا ہو؟ آپ نے فرمایا: ”بات یہ نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو (یعنی جو کچھ تم سمجھ رہے ہو وہ صحیح نہیں)، یہاں ظلم سے مراد شرک ہے، کیا تم نے لقمان علیہ السلام کی بات نہیں سنی جو انھوں نے اپنے بیٹے سے کی تھی: ﴿ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ”اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔“ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ واتخذ الله إبراهيم خليلا ...... الخ ﴾ : ۳۳٦۰۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب صدق الإيمان و إخلاصه : ۱۲٤]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں حوض پر تمھارا میر سامان ہوں گا اور تم میں سے بعض لوگ وہاں لائے جائیں گے، پھر مجھ سے دور ہٹا دیے جائیں گے، میں کہوں گا، اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں؟ جواب میں کہا جائے گا، آپ نہیں جانتے، انھوں نے آپ کے بعد کیسی کیسی بدعات شروع کر دی تھیں۔“
[بخاري، كتاب الرقاق، باب في الحوض : ٦٥۷٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن میری امت میں سے ایک

جماعت مجھ پر پیش کی جائے گی، پھر وہ حوض سے دور کر دیے جائیں گے، میں عرض کروں گا اے میرے رب! یہ تو میری امت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمھیں معلوم نہیں کہ انھوں نے تمھارے بعد کیا کیا نئی چیزیں گھڑ لی تھیں، یہ لوگ (دین سے) الٹے قدموں واپس لوٹ گئے تھے۔" [بخاري، كتاب الرقاق، باب في الحوض : ٦٥٨٥]

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ۟

"اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر بلاشبہ وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تمھارے بعض کو بعض کے لیے ایک آزمائش بنایا ہے۔ کیا تم صبر کرو گے؟ اور تیرا رب ہمیشہ سے سب کچھ دیکھنے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام، جنھیں اس نے مبعوث فرمایا تھا، وہ کھانا کھاتے تھے اور غذا حاصل کرنے کے لیے وہ بھی محتاج تھے۔ رزق کمانے اور خرید و فروخت کے لیے وہ بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور یہ بات ان کے اور ان کے عظیم منصب کے منافی نہ تھی۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمیشہ سے یہ ہمارا طریقہ رہا ہے کہ ہم اپنی مخلوق میں سے بعض کو بعض کے ذریعے سے آزمائش میں ڈالتے ہیں۔ مومن کو کافر کے ذریعے سے، مال دار کو فقیر کے ذریعے سے، صحت مند کو بیمار کے ذریعے سے اور شریف کو رذیل کے ذریعے سے۔ اس لیے اے میرے رسول! آپ صبر سے کام لیجیے اور مشرکین کی طرف سے آپ کو جو تکلیف پہنچ رہی ہے اسے برداشت کیجیے اور یقین رکھیے کہ آپ کا رب سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ کون صبر کرتا ہے اور کون جزع فزع سے کام لیتا ہے، اسے سب معلوم ہے۔ قیامت کے دن وہ صبر کرنے والوں کو اچھے سے اچھا بدلہ دے گا۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ﴾ [يوسف : ١٠٩] "اور ہم نے تجھ سے پہلے نہیں بھیجے مگر کچھ مرد، جن کی طرف ہم ان بستیوں والوں میں سے وحی کیا کرتے تھے۔" اور فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ ﴾ [الأنبياء : ٨] "اور ہم نے انھیں محض جسم نہیں بنایا تھا جو کھانا نہ کھاتے ہوں۔"

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ : یعنی ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ تمھاری آزمائش کی ہے، تاکہ ہم معلوم کر لیں کہ فرماں بردار کون ہے اور نافرمان کون؟ اس آیت کا تقاضا ہے کہ ایمان والوں کو صبر کرنا چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِيْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۫ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [آل عمران : ١٨٦] "یقیناً تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں

نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔'' اور فرمایا:
﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۵۵ تا ۱۵۷] ''اور یقیناً ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دے۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔''

سیدنا عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تجھے اس لیے بھیجا ہے کہ تجھے اور تیری وجہ سے اور لوگوں کو آزماؤں۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار : ۲۸٦۵]

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾

”اور ان لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے، یا ہم اپنے رب کو دیکھتے؟ بلاشبہ یقیناً وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انھوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی۔“

کفار مکہ کے لغو قسم کے مطالبات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جیسے تم پر فرشتہ نازل ہوتا ہے، ایسے ہی ہم میں سے ہر ایک پر فرشتہ اترنا چاہیے، تاکہ ہمیں پورا یقین ہو جائے کہ جو تمھاری دعوت ہے وہ درست ہے۔ اگر یہ نہیں ہو سکتا تو ہم کم از کم اپنے رب ہی کو دیکھ لیں، جو ہمیں ایک دفعہ یہ کہہ دے کہ میں فلاں شخص کو رسول بنا کر بھیج رہا ہوں اور تمھیں اس پر ایمان لے آنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے یہ مطالبات اس لیے نہیں ہیں کہ اگر ان کی یہ بات پوری ہو جائے تو یہ ایمان لانے کے لیے بالکل تیار بیٹھے ہیں، بلکہ یہ لوگ ایسی فضول باتیں اس لیے کر رہے ہیں کہ انھیں یہ یقین نہیں ہے کہ مرنے کے بعد ہمارے حضور پیش ہونا ہے۔ اگر انھیں اس بات کا یقین ہوتا تو کبھی ایسی باتیں نہ بناتے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۱۱] ”اور اگر واقعی ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مردے گفتگو کرتے اور ہم ہر چیز ان کے پاس سامنے لا جمع کرتے تو بھی وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے مگر یہ کہ اللہ چاہے اور لیکن ان کے اکثر جہالت برتتے ہیں۔“

لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا : حق کے مقابلہ میں حقارت آمیز الفاظ انھی کی زبانوں سے نکلتے ہیں جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴾ [المدثر : ۲۲ تا ۲۵] ”پھر اس نے تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا۔ پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر اس نے کہا یہ جادو کے سوا کچھ نہیں، جو نقل کیا جاتا ہے۔ یہ انسان کے قول کے سوا کچھ نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴾ [الصافات : ۳۵، ۳۶] ”بے شک وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو تکبر کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کیا واقعی ہم یقیناً اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر چھوڑ دینے والے ہیں؟“ اور فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۷﴾ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۸﴾ وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [الجاثیة : ۷ تا ۹] ”بڑی ہلاکت ہے ہر سخت جھوٹے، گناہ گار کے لیے۔ جو اللہ کی آیات سنتا ہے، جبکہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں، پھر وہ تکبر کرتے ہوئے اڑا رہتا ہے، گویا اس

نے وہ نہیں سنیں، سو اسے دردناک عذاب کی بشارت دے دے۔ اور جب وہ ہماری آیات میں سے کوئی چیز معلوم کر لیتا ہے تو اسے مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔‘‘

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَ يَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾

’’جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرموں کے لیے خوشی کی کوئی خبر نہ ہوگی اور کہیں گے (کاش! ہمارے اور ان کے درمیان) ایک مضبوط آڑ ہو۔‘‘

اس دن سے مراد موت کا دن ہے۔ یعنی یہ کافر، فرشتوں کو دیکھنے کی آرزو تو کرتے ہیں، لیکن موت کے وقت جب یہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو ان کے لیے کوئی خوشی اور مسرت نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ فرشتے انھیں اس موقع پر عذاب جہنم کی وعید سناتے ہیں اور کہتے ہیں اے خبیث روح! خبیث جسم سے نکل۔ جس سے روح جسم میں چھپتی پھرتی ہے، جس پر فرشتے اسے مارتے پیٹتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴾ [النحل : ۲۸، ۲۹] ’’جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، تو وہ فرماں برداری پیش کرتے ہیں کہ ہم کوئی برا کام نہیں کیا کرتے تھے۔ کیوں نہیں! یقیناً اللہ خوب جاننے والا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔ پس جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہو، سو بلاشبہ وہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ لَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۹۳] ’’اور کاش! تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، نکالو اپنی جانیں، آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔‘‘

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، جب ہم قبرستان پہنچے تو قبر ابھی تیار نہیں ہوئی تھی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد (اس قدر خاموشی سے) بیٹھ گئے، گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے، آپ نے سر مبارک اوپر اٹھایا اور فرمایا: ’’عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔‘‘ آپ نے یہ بات دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمائی، پھر (مومن آدمی کے اخروی سفر کے حالات بیان کیے، پھر) فرمایا: ’’کافر آدمی جب دنیا سے کوچ کرنے لگتا ہے اور اس کا اخروی سفر شروع ہونے لگتا ہے تو اس کی طرف سیاہ چہرے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں،

ان کے پاس ٹاٹ (کے کفن) ہوتے ہیں اور وہ اس سے حد نگاہ کے فاصلے پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے خبیث روح! نکل (اور چل) اللہ کے غصے اور غضب کی طرف، روح جسم کے اندر چھپتی پھرتی ہے، لیکن ملک الموت اسے اس طرح باہر کھینچ لیتا ہے، جیسے کانٹے دار لوہے کی سیخ گیلی اون سے باہر نکالی جاتی ہے، جب ملک الموت اس کی روح نکال لیتا ہے تو دوسرے فرشتے لمحہ بھر کے لیے بھی اسے ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے، بلکہ اسے ٹاٹ (کے کفن) میں لپیٹ لیتے ہیں۔ تو اس سے ایسی گندی بو آتی ہے جیسی زمین پر کسی مردار سے اٹھنے والی سڑاند ہو۔ فرشتے اسے لے کر اوپر (آسمان کی طرف) جاتے ہیں تو (راستے میں) جہاں کہیں ان کا گزر مقرب فرشتوں پر ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کس خبیث کی روح ہے؟ جواب میں فرشتے کہتے ہیں، یہ فلاں بن فلاں کی روح ہے۔ وہ اس کا وہ بدترین نام لیتے ہیں جو دنیا میں لیا جاتا تھا، یہاں تک کہ فرشتے اسے لے کر آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ فرشتے آسمان کا دروازہ کھولنے کے لیے درخواست کرتے ہیں، لیکن دروازہ نہیں کھولا جاتا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٤٠] ''ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اور ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔'' اور فرمایا: ''پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، سب سے نچلی زمین میں سجین (جیل) میں اس کا اندراج کر لو، اور اس کافر کی روح بری طرح زمین پر پٹخ دی جاتی ہے۔'' اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴾ [الحج : ٣١] ''اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔'' [مسند أحمد : ٤/٢٨٧، ٢٨٨، ح : ١٨٥٦١]

وَ قَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾

''اور ہم اس کی طرف آئیں گے جو انھوں نے کوئی بھی عمل کیا ہوگا تو اسے بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے میدانِ محشر میں کافروں کی محرومی کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا میں انھوں نے جو عمل محض دکھاوے کے لیے کیا تھا، قیامت کے دن اس کی کوئی قیمت نہیں ہوگی۔ وہ فضا میں پھیلے ہوئے غبار کی مانند بے وقت و بے معنی ہو جائے گا۔ ''هَبَآءً'' ان باریک ذروں کو کہتے ہیں جو روشن دان سے گھر کے اندر داخل ہونے والی سورج کی کرنوں میں محسوس ہوتے ہیں، لیکن اگر کوئی انھیں ہاتھ میں پکڑنا چاہے تو یہ ممکن نہیں۔ یہاں کافروں کے اعمال کو جس طرح بے حیثیت ذروں کی مثل کہا گیا ہے، اسی طرح دوسرے مقامات پر کہیں راکھ سے، کہیں سراب سے اور کہیں صاف

چکنے پتھر سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ ﴾ [إبراهيم : ١٨] ''ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، ان کے اعمال اس راکھ کی طرح ہیں جس پر آندھی والے دن میں ہوا بہت سخت چلی۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شریکوں سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں، سو جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کیا تو میں اس کو بھی اور اس کے شرک (کے کام) کو بھی چھوڑ دیتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الزهد و الرقاق، باب تحريم الرياء : ٢٩٨٥]

سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جس کی بنیاد شریعت میں نہیں، تو وہ کام مردود ہے۔'' [بخاری، کتاب الصلح، بابٌ إذا اصطلحوا على صلح جور : ٢٦٩٧۔ مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة : ١٧١٨]

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَىِٕذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِيْلًا ۝

''اس دن جنت والے ٹھکانے کے اعتبار سے نہایت بہتر اور آرام گاہ کے اعتبار سے کہیں اچھے ہوں گے۔''

بعض نے اس سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ اہل ایمان کے لیے قیامت کا یہ ہولناک دن اتنا مختصر اور ان کا حساب اتنا آسان ہوگا کہ قیلولے کے وقت تک یہ فارغ ہو جائیں گے اور جنت میں اپنے اہل خاندان اور حور عین کے ساتھ دوپہر کو استراحت فرما ہوں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ ۚ وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَ اَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْۤ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٦٨ تا ٧٣] ''اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور وہ فرماں بردار تھے۔ جنت میں داخل ہو جاؤ تم اور تمھاری بیویاں، تم خوش کیے جاؤ گے۔ ان کے گرد سونے کے تھال اور پیالے لے کر پھرا جائے گا اور اس میں وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔ اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے۔ تمھارے لیے اس میں بہت سے میوے ہیں، جن سے تم کھاتے ہو۔''

سیدنا عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(جنت کا) خیمہ ایک موتی ہے، جو اندر سے خالی ہوگا، اس کی بلندی تیس میل تک ہے، اس کے ہر کونے میں مومن کی بیوی ہوگی، جسے دوسرے نہ دیکھ سکیں

گے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۴۳۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی صفة خیام الجنة ...... الخ : ۲۸۳۸]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے (جنت میں) ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ وہ کسی آدمی کے حاشیہ خیال ہی میں گزری ہیں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ﴾ [السجدة : ۱۷] ''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۴۴]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک کمان کے برابر یا ایک قدم کے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر جنت کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو آسمان سے لے کر زمین تک روشنی ہو جائے اور آسمان سے لے کر زمین تک ہر طرف خوشبو پھیل جائے اور اس کے سر کا دوپٹا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة و النار : ۶۵۶۸]

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾

''اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے اتارے جائیں گے، لگاتار اتارا جانا۔ اس دن حقیقی بادشاہی رحمان کی ہوگی اور کافروں پر وہ بہت مشکل دن ہوگا۔''

مظاہر قیامت اور منکرین آخرت کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ اس دن آسمان پھٹ جائے گا، ستارے غائب ہو جائیں گے اور پورا نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا، فرشتے اتر کر تمام مخلوقات کو میدانِ محشر میں گھیر لیں گے، اس دن صرف اللہ کی بادشاہی رہ جائے گی، دنیا کے تمام بادشاہ عاجز بندوں کی حیثیت سے میدانِ محشر میں اکٹھے ہوں گے اور عذاب کی سختی کا تصور کر کے کافروں کا بہت ہی برا حال ہوگا۔

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴾ [الحاقة : ۱۳ تا ۱۷] ''پس جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھایا جائے گا، پس دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک بار ٹکرا دینا۔ تو اس دن ہونے والی ہو جائے گی۔ اور آسمان پھٹ جائے گا، پس وہ اس دن کمزور ہوگا۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے اور تیرے رب کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔''

اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴾ [الحج : ٥٦] ”تمام بادشاہی اس دن اللہ کی ہوگی، وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا، پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو (اپنی) مٹھی میں لے لے گا اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے، تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ لما خلقت بیدی ﴾ : ۷٤۱۲]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمانوں کو دائیں ہاتھ پر لپیٹ لے گا اور پھر فرمائے گا، میں ہوں بادشاہ، کہاں ہیں آج زمین کے بادشاہ؟“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ ملك الناس ﴾ : ۷۳۸۲]

وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۙ فَذٰلِكَ يَوْمَىِٕذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴾ [المدثر : ۸ تا ۱۰] ”سو جب صور میں پھونکا جائے گا۔ تو وہ اس دن، ایک مشکل دن ہے۔ کافروں پر آسان نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ [القمر : ٦ تا ٨] ”سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔“ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۚ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۚ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۙ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۙ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ؕ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۙ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۙ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخٰطِـُٔوْنَ ﴾ [الحاقة : ۲٥ تا ۳۷] ”اور لیکن جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔ اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش کہ وہ (موت) کام تمام کر دینے والی ہوتی۔ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری حکومت مجھ سے برباد ہوگئی۔ اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔ پھر ایک زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے، پس اسے داخل کر دو۔ بلاشبہ وہ بہت عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ سو آج یہاں نہ اس کا کوئی دلی دوست ہے۔ اور نہ اس کے لیے زخموں کے دھوون کے سوا کوئی کھانا ہے۔ جسے گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔“

﴿وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝﴾

”اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا، کہے گا اے کاش! میں رسول کے ساتھ کچھ راستہ اختیار کرتا۔ ہائے میری بربادی! کاش کہ میں فلاں کو دلی دوست نہ بناتا۔“

یعنی مارے حسرت وندامت کے دانتوں سے اپنی انگلیاں کاٹیں گے اور کہیں گے، اے کاش! دنیا میں ہم نے رسول کی بات مانی ہوتی اور اس پر ایمان لے آئے ہوتے۔ اے کاش! میں نے فلاں ظالم کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نافرمانوں سے دوستی اور وابستگی نہیں رکھنی چاہیے۔ اس لیے کہ صحبت صالح سے انسان اچھا اور صحبت طالع سے انسان برا بنتا ہے۔ اکثر لوگوں کی گمراہی کی وجہ غلط دوستوں کا انتخاب اور صحبت بد کا اختیار کرنا ہی ہے۔ اسی لیے حدیث میں بھی صالحین کی صحبت کی تاکید اور بری صحبت سے اجتناب کو ایک بہترین مثال سے واضح کیا گیا ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نیک اور برے دوست کی مثال کستوری والے اور بھٹی دھونکنے والے کی مانند ہے۔ کستوری والا یا تو تمھیں (تحفہ کے طور پر) کچھ دے دے گا، یا تم اس سے خرید لو گے، یا تم اس سے اچھی خوشبو ہی پا لو گے اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلا دے گا، یا تم اس سے بدبودار دھواں حاصل کرو گے۔“ [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب المسك : ٥٥٣٤۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحین : ٢٦٢٨]

﴿لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝﴾

”بے شک اس نے تو مجھے نصیحت سے گمراہ کر دیا، اس کے بعد کہ میرے پاس آئی اور شیطان ہمیشہ انسان کو چھوڑ جانے والا ہے۔“

یعنی شیطان نے مجھے قرآن پر ایمان لانے سے روکا اور طرح طرح کے جھوٹے دلائل کے ذریعے سے مجھے باور کرایا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ شیطان کی تو صفت ہی یہ ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں سے جھوٹے وعدے کرتا ہے اور گمراہی کی راہ پر دور تک لے جاتا ہے، پھر بھٹکتا ہوا چھوڑ کر چل دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَ قَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَ مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَ لُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ [إبراهيم : ٢٢] ”اور شیطان کہے گا، جب سارے کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا کہ بے شک اللہ نے تم سے وعدہ کیا، سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا تو میں نے تم سے خلاف ورزی

کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، سوائے اس کے کہ میں نے تمھیں بلایا تو تم نے میرا کہنا مان لیا، اب مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمھاری فریاد کو پہنچنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو، بے شک میں اس کا انکار کرتا ہوں جو تم نے مجھے اس سے پہلے شریک بنایا۔ یقیناً جو لوگ ظالم ہیں انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' شیطان آخرت ہی میں نہیں بلکہ دنیا میں بھی انسانوں کو مصیبت میں گرفتار دیکھ کر علیحدہ ہو جاتا ہے، اپنے تمام وعدوں سے دستبردار ہو جاتا ہے اور انسانوں کے کچھ کام نہیں آتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [الأنفال : ٤٨] ''اور جب شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوشنما بنا دیے اور کہا آج تم پر لوگوں میں سے کوئی غالب آنے والا نہیں اور یقیناً میں تمھارا حمایتی ہوں، پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹا اور اس نے کہا بے شک میں تم سے بری ہوں، بے شک میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔''

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝۳۰

''اور رسول کہے گا اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑا ہوا بنا رکھا تھا۔''

قیامت کے دن رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور مشرکین مکہ کا شکوہ کریں گے کہ اے میرے رب! انھی لوگوں نے دنیا میں تیرے قرآن کے ساتھ بے اعتنائی برتی تھی، جب ان کے سامنے اس کی تلاوت ہوتی تھی تو یہ لوگ اس کا مذاق اڑاتے، سیٹیاں بجاتے اور مختلف قسم کی آوازیں نکالتے تھے، تاکہ لوگ غور سے نہ سن سکیں۔ یہ شکوہ اس لیے ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کے لیے بڑھا دیا جائے۔

''هَجرَ قُرآن'' یعنی قرآن کریم کو چھوڑ دینا، تو یہ کئی طرح سے ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص اسے غور سے نہ سنے اور اس پر ایمان نہ لائے، اس پر عمل نہ کرے، اپنے تمام معاملات میں اسے فیصل نہ مانے اور اس میں غور و فکر نہ کرے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ۝۳۱

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے مجرموں میں سے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا اور تیرا رب ہدایت دینے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے۔''

کفار مکہ نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے اور قدم قدم پر ان کی دعوت کے آڑے آتے تھے، تو ایک انسان ہونے کی حیثیت سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی اور کبھی کبھار دل برداشتہ بھی ہو جاتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو

تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ سے پہلے جتنے انبیاء آئے، مجرم قوم میں سے کوئی نہ کوئی ان کا بڑا پکا دشمن ہوتا تھا، جو ان کی ایذا رسانی کے درپے ہوتا اور لوگوں کو اپنے کفر کی طرف بلاتا تھا۔ اس لیے آپ دل برداشتہ نہ ہوں اور یقین رکھیے کہ جو بھی اللہ کی کتاب پر ایمان لائے گا اور آپ کی تصدیق کرے گا، اللہ اسے دنیا و آخرت دونوں جہاں میں ہدایت دے گا اور اس کی مدد فرمائے گا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ : مجرم جو نبیوں کے ساتھ دشمنی کرتے رہے، جنات میں سے بھی ہوتے تھے اور انسانوں میں سے بھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۱۲] ”اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا، ان کا بعض بعض کی طرف ملمع کی ہوئی بات دھوکا دینے کے لیے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ گھڑتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ۳۵] ”پس صبر کر جس طرح پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی کا مطالبہ نہ کر، جس دن وہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا نہیں رہے۔ یہ پہنچا دینا ہے، پھر کیا نافرمان لوگوں کے سوا کوئی اور ہلاک کیا جائے گا؟“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابو جہل اپنے دوستوں سمیت وہاں بیٹھا ہوا تھا اور ایک دن پہلے ایک اونٹنی ذبح کی گئی تھی۔ ابو جہل نے کہا کہ تم میں سے کون جا کر اس فلاں قبیلہ کی اونٹنی کی بچہ دانی لاتا ہے اور اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیتا ہے، جب وہ سجدے میں جائیں گے؟ یہ سن کر ان کا بدبخت و شقی (عقبہ بن ابی معیط ملعون) اٹھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے میں گئے، تو اس نے وہ بچہ دانی لا کر آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دی۔ پھر ان لوگوں نے ہنسنا شروع کر دیا اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ میں کھڑا دیکھ رہا تھا۔ میں اگر زور آور ہوتا (یعنی میرے مددگار لوگ ہوتے) تو میں اس کو آپ کی پیٹھ سے پھینک دیتا، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے ہی میں رہے اور آپ نے سر نہیں اٹھایا، یہاں تک کہ ایک آدمی گیا اور اس نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر کی تو وہ آئیں اور اس وقت وہ (چھوٹی عمر کی) لڑکی تھیں، انھوں نے اس کو آپ کی پیٹھ سے اتارا اور پھر ان لوگوں کی طرف آئیں اور ان کو برا بھلا کہا، پھر جب آپ نماز پڑھ چکے، تو آپ نے بلند آواز سے ان پر بددعا کی۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب ما لقي النبي صلی اللہ علیہ وسلم من أذى المشركين والمنافقين : ۱۷۹٤]
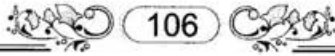
﴿ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴾ : یعنی آپ مجرموں کی طرف سے مخالفت کی قطعاً پروا نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر اپنا کام جاری رکھیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [المائدة : ٦٧] ”اے رسول ! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ بے شک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۚۖ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۪ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۙ وَّ اَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴾ [الصافات : ١٧١ تا ١٧٥] ”اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے طے ہو چکی۔ کہ بے شک وہ، یقیناً وہی ہیں جن کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر، یقیناً وہی غالب آنے والا ہے۔ سو ایک وقت تک ان سے منہ موڑ لے۔ اور انھیں دیکھ، پس وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے۔“

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۛۚ كَذٰلِكَ ۛۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝۳۲

”اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ قرآن اس پر ایک ہی بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا ؟ اسی طرح (ہم نے اتارا) تا کہ ہم اس کے ساتھ تیرے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، خوب ٹھہر کر پڑھنا۔“

مشرکین مکہ کبر و نخوت میں آ کر بغیر کسی معقول سبب کے کہتے تھے کہ جس طرح تورات، انجیل اور زبور ایک بار میں مکمل نازل ہو گئی تھیں، اسی طرح قرآن بھی ایک ہی بار کیوں نہ اتارا گیا ؟ حالانکہ اس طرح کے سوالات کرنے کا انھیں کوئی حق نہیں پہنچتا تھا، یہ محض ان کے کفر و عناد کا نتیجہ تھا۔ نبی کریم ﷺ کو ان کے اس قسم کے اعتراضات سے تکلیف پہنچتی تھی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں اطمینان دلانے کے لیے فرمایا کہ قرآن کریم آیتوں اور سورتوں کی شکل میں اس لیے نازل ہو رہا ہے، تا کہ آپ کے دل کو اس سے تقویت پہنچتی رہے اور آپ کی ہمت افزائی ہوتی رہے۔ قرآن کریم اس لیے بھی ٹکڑوں میں نازل ہو رہا ہے، تا کہ اس کا یاد کرنا، اسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آسان ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ١٠٦] ”اور عظیم قرآن، ہم نے اس کو جدا جدا کر کے (نازل) کیا، تا کہ تو اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور ہم نے اسے نازل کیا، (تھوڑا تھوڑا) نازل کرنا۔“

وَ لَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝۳۳ ؕ

”اور وہ تیرے پاس کوئی مثال نہیں لاتے مگر ہم تیرے پاس حق اور بہترین تفسیر بھیج دیتے ہیں۔“

اس آیت میں بھی قرآن کریم کے تیئیس سالوں میں نازل کیے جانے کی حکمت بیان کی گئی ہے اور مشرکین مکہ کے اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! اس کی ایک حکمت یہ ہے کہ کفارِ مکہ جب بھی کوئی کافرانہ اور معاندانہ اعتراض کریں گے، تو ہم بروقت انھیں ایسا مسکت جواب دیں گے کہ انھیں منہ کی کھانا پڑے گی۔

اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۳۴﴾

”وہ لوگ جو اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے وہی ٹھکانے میں بدترین اور راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔“

اس آیت میں انھی منکرین آخرت اور قرآن پر معاندانہ اعتراض کرنے والے مشرکین مکہ کا انجام بد بتایا گیا ہے کہ فرشتے انھیں چہروں کے بل گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جائیں گے اور کہیں گے، یہ لوگ دنیا میں گمراہ ترین لوگ تھے اور آخرت میں اپنے انجام کے اعتبار سے بدترین لوگ ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ۝ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴾ [القمر : ۴۷، ۴۸] ”یقیناً مجرم لوگ بڑی گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔ جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں پر گھسیٹے جائیں گے، چکھو آگ کا چھونا۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! قیامت کے دن کافر اپنے منہ کے بل کیسے جمع کیے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ”جس نے دنیا میں انسان کو دو پاؤں پر چلایا، کیا وہ اس کو قیامت کے دن منہ کے بل چلانے پر قادر نہیں؟“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ الذین یحشرون علی وجوههم إلی جهنم ﴾ : ۴۷۶۰]

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِیْرًا ۝ۚۖ ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَی الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًا ﴿۳۶﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا بنا دیا۔ پھر ہم نے کہا کہ دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، بری طرح ہلاک کرنا۔“

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی اور ان کے بھائی ہارون کو ان کا مددگار بنایا اور انھیں حکم دیا کہ وہ فرعون اور قبطیوں کے سامنے دعوت توحید پیش کریں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا، لیکن فرعون اور فرعونیوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور معجزات کو جھٹلا دیا اور موسیٰ و ہارون (علیہما السلام) کی دعوتِ توحید کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں قلزم (بحر احمر) میں غرق کر دیا۔

وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةً ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ

عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۳۷﴾

’’اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بھی دعوت توحید کا مشن اور منہج دے کر ان کی قوم کے پاس بھیجا، لیکن نوح علیہ السلام کی سالہا سال پر محیط کوششوں کے باوجود وہ لوگ ایمان نہ لائے اور نوح علیہ السلام اور ان سے قبل کے تمام انبیاء کی تکذیب کر دی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انھیں طوفان کے ذریعے سے ہلاک کر دیا اور آنے والے لوگوں کے لیے ان کی ہلاکت کو درس عبرت بنا دیا۔ جبکہ آخرت میں دردناک عذاب ان ظالموں کا انتظار کر رہا ہے۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الشعراء : ۱۱۹ تا ۱۲۲] ’’تو ہم نے اسے اور ان کو جو اس کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں تھے، بچا لیا۔ پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بلاشبہ تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾

’’اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔‘‘

قوم عاد، قوم ثمود اور کنویں کے قریب رہنے والوں نے بھی اپنے انبیاء کی تکذیب کی اور دوسری بہت سی قوموں نے بھی اپنے انبیاء کی تکذیب کی، تو اللہ تعالیٰ نے سب کو انبیاء کے ذریعے مثالیں دے کر اور دوسری قوموں کے واقعات سنا کر راہ راست پر لانے کی کوشش کی، لیکن جب ان کے حق میں کوئی دلیل و حجت مفید ثابت نہ ہوئی اور وہ اپنے کفر و عناد پر مصر رہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔

وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۷] ’’اور ہم نے نوح کے بعد کتنے ہی زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے اور تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا کافی ہے۔‘‘

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

''اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔''

اس آیت کریمہ میں قوم لوط کی بستیوں سدوم وعمورہ کا ذکر ہے، جن کے رہنے والوں نے لوط علیہ السلام کو جھٹلایا، ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور فعل بد پر مصر رہے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ مشرکین مکہ اپنے تجارتی سفروں میں شام و فلسطین جاتے ہوئے ان بستیوں سے گزرتے تھے اور دیکھتے تھے کہ اب وہ بستیاں نشانِ عبرت بن گئی ہیں، لیکن اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے تھے، اس لیے کہ انھیں آخرت میں حساب اور جزا وسزا پر یقین ہی نہیں تھا۔

وہ بستی جس پر المناک بارش کے نزول کا ذکر کیا گیا ہے، وہ سیدنا لوط علیہ السلام کی بستی تھی، اس سلسلہ میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴾ [القمر : ۳۳، ۳٤] ''لوط کی قوم نے ڈرانے والوں کو جھٹلا دیا۔ بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ایک ہوا بھیجی، سوائے لوط کے گھر والوں کے، انھیں ہم نے صبح سے کچھ پہلے نجات دی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الشعراء : ۱۷۳ تا ۱۷۵] ''اور ہم نے ان پر بارش برسائی، زبردست بارش۔ پس ان لوگوں کی بارش بری تھی جنھیں ڈرایا گیا تھا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان والے نہیں تھے۔ اور بلاشبہ تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الحجر : ۷٤ تا ۷۷] ''تو ہم نے اس کے اوپر کا حصہ اس کا نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر کھنگر کے پتھروں کی بارش برسائی۔ بے شک اس میں گہری نظر سے دیکھنے والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور بے شک وہ (بستی) یقیناً ایک دائمی (آباد) راستے پر ہے۔ بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے۔''

وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَ سَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾

''اور جب وہ تجھے دیکھتے ہیں تو تجھے نہیں بناتے مگر مذاق، کیا یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ بے شک یہ تو

قریب تھا کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ ہی کر دیتا، اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم ان پر جمے رہے۔ اور عنقریب وہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے، کون راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہے۔"

یعنی کفار مکہ کیسے ہدایت حاصل کر سکتے ہیں جبکہ ان کا محبوب مشغلہ ہی یہ ہے کہ وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو ایک دوسرے کو کہتے ہیں، کیا یہ ہیں وہ صاحب! جو اللہ کا رسول ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں؟ کیا یہی شخص اللہ تعالیٰ کو اپنی ساری مخلوق میں سے رسالت کے لیے پسند آیا تھا؟ اس کی حیثیت کو دیکھو اور اس کے بلند بانگ دعویٰ کو دیکھو۔ کیا ہم اتنے ہی عقل کے اندھے ہیں کہ اس کے اس دعویٰ کو درست تسلیم کر لیں؟ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ جو کلام یہ پیش کرتا ہے اس میں جادو کا اثر ہوتا ہے، جو بڑے بڑوں کے قدم پھسلا سکتا ہے اور سننے والوں کو اپنا گرویدہ بنا سکتا ہے اور اگر ہم پوری مستقل مزاجی اور ثابت قدمی سے اپنے باپ دادا کے دین پر جمے نہ رہتے تو اس نے کب سے ہمیں اپنے معبودوں سے برگشتہ کر دیا ہوتا۔ آیت کے آخر میں اللہ نے فرمایا کہ جب وہ لوگ اپنی آنکھوں سے دنیا یا آخرت میں عذاب کو دیکھ لیں گے، تو انھیں پتا چل جائے گا کہ گم گشتۂ راہ کون ہے؟ وہ یا اللہ کے رسول اور مومنین۔ دنیاوی عذاب کے اعتبار سے جب میدانِ بدر میں کفارِ مکہ قتل کیے گئے اور جو رہ گئے قید کر لیے گئے، تو یہ اس بات کی واضح دلیل تھی کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے مقابلے میں وہی لوگ گمراہ تھے۔ اخروی عذاب سے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴾ [مریم : ۷۵] "کہہ دے جو شخص گمراہی میں پڑا ہو تو لازم ہے کہ رحمان اسے ایک مدت تک مہلت دے، یہاں تک کہ جب وہ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، یا تو عذاب اور یا قیامت کو، تو ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مقام میں زیادہ برا اور لشکر کے اعتبار سے زیادہ کمزور ہے۔" اور فرمایا: ﴿ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴾ [الزمر : ۳۹، ۴۰] "کہہ دے اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو، بے شک میں بھی عمل کرنے والا ہوں، پھر تم جلد ہی جان لو گے۔ کہ کون ہے جس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے۔"

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۙ﴿۴۳﴾

"کیا تو نے وہ شخص دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنا لیا، تو کیا تو اس کا ذمہ دار ہوگا۔"

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی مزید تسلی کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو اپنی خواہش نفس کا بندہ ہو کہ آج ایک پتھر کی پوجا کر رہا ہے اور کل اگر اسے کوئی دوسرا پتھر خوبصورت نظر آ جاتا ہے، تو پہلے کو چھوڑ کر دوسرے کو پوجنے لگتا ہے۔ کیا آپ ایسے گرے انسان کو راہِ راست پر لا سکتے ہیں؟ آپ ایسا نہیں کر سکتے، اس لیے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیجیے۔

أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿۴۴﴾

''یا تو گمان کرتا ہے کہ واقعی ان کے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں، وہ نہیں ہیں مگر چوپاؤں کی طرح، بلکہ وہ راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔''

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے انھی مشرکین مکہ کی انتہائی گری ہوئی حالت بیان کی جا رہی ہے کہ کیا آپ سمجھتے ہیں، ان سے جو کہا جا رہا ہے اسے وہ سن رہے ہیں اور جو مطالبہ کیا جا رہا ہے اسے سمجھ رہے ہیں؟ ہرگز نہیں، یہ تو جانوروں کی مانند ہیں، بلکہ جانوروں سے بدتر ہیں کہ جانور کم از کم آنے جانے کی راہ کو تو سمجھتا ہے اور چرواہے کی آواز سن کر اس کے مطابق دائیں بائیں تو ہوتا ہے، لیکن یہ لوگ نہ تو اپنے رب کو پہچانتے ہیں اور نہ اس کے رسول کی پکار کا جواب دیتے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ﴿۴۶﴾

''کیا تو نے اپنے رب کو نہیں دیکھا، اس نے کس طرح سائے کو پھیلا دیا اور اگر وہ چاہتا تو اسے ضرور ساکن کر دیتا، پھر ہم نے سورج کو اس پر دلالت کرنے والا بنایا۔ پھر ہم نے اسے اپنی طرف سمیٹ لیا، تھوڑا تھوڑا سمیٹنا۔''

یہاں اللہ تعالیٰ ان دلائل کو بیان فرما رہا ہے جو اس کے وجودِ پاک اور اس کی قدرت کاملہ پر دلالت کرتے ہیں۔ ان میں پہلی دلیل ''سایہ'' ہے، جو طلوع فجر سے طلوعِ آفتاب تک پایا جاتا ہے۔ اس مدت میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ''سائے'' کو پوری کائنات پر پھیلا دیتا ہے، پھر جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو وہ سایہ آہستہ آہستہ سمٹنے لگتا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو اسے ساکن و ثابت بنا دیتا، لیکن اللہ اپنے بندوں کی مصلحت کے مطابق اسے سمیٹتا جاتا ہے، یہاں تک کہ دن چڑھ آتا ہے۔ کچھ دیر بعد آفتاب مغرب کی طرف مائل ہونے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ سایہ دوبارہ پھیلنے لگتا ہے، تاکہ دن کے مختلف حصے اور نمازوں کے اوقات جانے جائیں، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور رات کی تاریکی چھا جاتی ہے۔ سائے کا اس طرح شام کے وقت بتدریج پھیلنا، صبح کے وقت بتدریج اس کا سمٹنا اور بندوں کے بہت سے مصالح اور منافع کا اس سے متعلق ہونا، اللہ کی قدرت، علم و حکمت اور بندوں کے لیے اس کی رحمت عام ہونے کی دلیل ہے۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ﴿۴۷﴾

''اور وہی ہے جس نے تمھارے لیے رات کو لباس بنایا اور نیند کو آرام اور دن کو اٹھ کھڑا ہونا بنایا۔''

رات کو لباس بنانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح لباس جسم کو چھپا لیتا ہے، اسی طرح رات بھی انسان کو چھپا لیتی ہے۔ جس

طرح لباس سردی، گرمی اور گردوغبار سے بچاتا ہے، اسی طرح رات بھی ہمہ اوقات محنت و مشقت کرنے سے بچاتی ہے۔ رات کے وقت عموماً انسان اپنے تمام کاروبار سمیٹ کر آرام کرتا ہے، پھر سو جاتا ہے تو دن بھر کی تکان دور کر لیتا ہے اور پھر کام کرنے کے لیے تر وتازہ ہو جاتا ہے۔ انسان کے راحت و آرام اور چین و سکون کے لیے رات کا بنانا اور کسب معاش اور دوسرے تمام کاموں کے لیے دن کا بنانا یہ سب اللہ کی مہربانی نہیں تو اور کیا ہے؟ ان نعمتوں کی شکر گزاری میں انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا چاہیے نہ کہ دوسروں کے سامنے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ۝ وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ۝ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴾ [النبا : ۹ تا ۱۱] ''اور ہم نے تمھاری نیند کو (باعث) آرام بنایا۔ اور ہم نے رات کو لباس بنایا۔ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [القصص : ۷۳] ''اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے، تا کہ اس میں آرام کرو اور تا کہ اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴾ [الروم : ۲۳] ''اور اس کی نشانیوں میں سے تمھارا دن اور رات میں سونا اور تمھارا اس کے فضل سے (حصہ) تلاش کرنا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔''

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو (سونے کے لیے) بستر پر لیٹتے تو اپنا (دایاں) ہاتھ اپنے رخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے: ((اَللّٰهُمَّ ! بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَ أَحْيَا)) ''اے میرے اللہ! تیرے نام کے ساتھ مرتا (یعنی سوتا) ہوں اور تیرے ہی نام کے ساتھ جیتا (یعنی بیدار ہوتا) ہوں۔'' اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَ إِلَيْهِ النُّشُوْرُ)) ''سب تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب وضع الید تحت الخد الیمنی : ۶۳۱۴۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعاء عند النوم : ۲۷۱۱]

وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۙ۝۴۸

''اور وہی ہے جس نے ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری کے لیے بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا۔''

اللہ کی قدرت کاملہ کی ایک دلیل ''بارش کا پانی'' ہے جو ذائقے میں میٹھا ہوتا ہے اور پاک کرنے والا ہوتا ہے۔ اسے انسان اور حیوان سبھی پیتے ہیں اور لوگ اس کے ذریعے سے طہارت اور پاکیزگی حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کو پیدا کیا، اسے بارش کی شکل میں زمین پر برسایا، انسانوں اور حیوانوں کے جسموں کو اس کا محتاج بنایا اور پھر انھیں اس کا پینا اور استعمال کرنا سکھایا، یہ ساری چیزیں اس کے ''رب'' ہونے کی دلیل ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ ﴾ [الأنفال : ۱۱] ''اور وہ تم پر آسمان سے پانی اتارتا تھا، تاکہ اس کے ساتھ تمھیں پاک کر دے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴾ [الواقعة : ٦٨، ٦٩] ''پھر کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے، یا ہم ہی اتارنے والے ہیں؟''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا ہم بضاعہ کے کنویں سے وضو کر لیا کریں؟ کیونکہ یہ ایسا کنواں ہے کہ جس میں حیض کے چیتھڑے، کتوں کا گوشت اور گندگی پھینک دی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''پانی پاک ہے، اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔'' [أبو داوٗد، کتاب الطهارة، باب ما جاء في بئر بضاعة : ٦٦۔ ترمذی، کتاب الطهارة، باب ما جاء أن الماء لا ينجسه شيء : ٦٦]

لِّنُحْیِ۟ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّ نُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾

''تاکہ ہم اس کے ذریعے ایک مردہ شہر کو زندہ کریں اور اسے اس (مخلوق) میں سے جو ہم نے پیدا کی ہے، بہت سے جانوروں اور انسانوں کو پینے کے لیے مہیا کریں۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے ان کے درمیان پھیر پھیر کر بیان کیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں، مگر اکثر لوگوں نے ناشکری کرنے کے سوا کچھ نہیں مانا۔''

اللہ کی قدرت کی ایک علامت بارش کے پانی میں اللہ کا تصرف ہے کہ کبھی ایک علاقے میں بارش ہوتی ہے اور دوسرا علاقہ خشک رہتا ہے۔ اللہ اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق اسے جہاں چاہتا ہے بھیجتا ہے اور جہاں سے چاہتا ہے، اسے روک لیتا ہے۔ اس کی مرضی میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ ہم نے سایہ، بادل اور بارش کو قرآن اور دیگر آسمانی کتابوں میں بار بار اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ لوگ ان پر غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت کے قائل ہوں اور اس کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ان تمام نعمتوں سے مستفید ہوتا ہے، لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر لوگ اس کے شکر گزار نہیں ہوتے اور اسے چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرنے لگتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الروم : ٥٠] ''سو اللہ کی رحمت کے نشانات کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بے شک وہی یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٣] ''یا وہ جو تمھیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے اور وہ جو ہواؤں کو اپنی رحمت

سے پہلے خوشخبری دینے کے لیے بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت بلند ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔‘‘

فَاَبٰۤی اَکۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوۡرًا : اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش نازل ہوئی ہے، جیسا کہ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور اس رات بارش ہوئی تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ’’لوگو! جانتے ہو تمھارے رب نے کیا فرمایا؟‘‘ انھوں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’سنو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آج جب صبح ہوئی تو میرے بندوں میں سے کچھ مجھ پر ایمان لائے اور کچھ نے کفر کیا، جنھوں نے کہا کہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم پر بارش برسی ہے وہ تو میرے ساتھ ایمان رکھنے والے اور ستارے سے کفر کرنے والے ہوئے اور جنھوں نے کہا کہ ہم پر فلاں ستارے کے اثر سے پانی برسایا گیا تو انھوں نے میرے ساتھ کفر کیا اور وہ ستارے پر ایمان لائے۔‘‘ [بخاری، کتاب الأذان، باب یستقبل الإمام الناس إذا سلم : ۸۴۶۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء : ۷۱]

وَ لَوۡ شِئۡنَا لَبَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ قَرۡیَۃٍ نَّذِیۡرًا ﴿۫ۖ۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ وَ جَاہِدۡہُمۡ بِہٖ جِہَادًا کَبِیۡرًا ﴿۵۲﴾

’’اور اگر ہم چاہتے تو ضرور ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔ پس تو کافروں کا کہنا مت مان اور اس کے ساتھ ان سے جہاد کر، بہت بڑا جہاد۔‘‘

یعنی ہم چاہتے تو ہر بستی میں الگ الگ نبی بھیج دیتے اور ہر جگہ حق و باطل کے معرکے بپا ہوتے، لیکن ہماری مشیت یہی ہے کہ اب ایک ہی آفتاب نبوت بھیج دیا جائے، جس کی رسالت سب لوگوں کے لیے یکساں اور تا قیامت ہو۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ نبی جتنا عظیم الشان ہوگا معرکۂ حق و باطل بھی اتنا ہی بڑا ہوگا۔ اسی لیے یہ تاکید فرمائی کہ کافروں سے کسی قسم کے سمجھوتہ کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ اپنی پوری قوت کے ساتھ ان کافروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیجیے۔ یہ خطاب اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، لیکن اس میں آپ کی پوری امت بھی شامل ہے۔ جہاد کا لغوی معنی کسی مقصد کے حصول کے لیے بھرپور کوشش ہے اور جہاد کبیر میں تاکید مزید بھی پائی جاتی ہے اور وسعت اور پھیلاؤ بھی، یعنی ایک تو اس امت کا ہر فرد اپنی اس کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے اور اپنے تمام تر ذرائع استعمال کرے۔ دوسرے یہ کہ دشمن کا ہر اس محاذ پر مقابلہ کیا جائے جس پر اسلام دشمن طاقتیں کام کر رہی ہوں۔ اس میں زبان و قلم کا جہاد بھی شامل ہے، مال کا بھی اور توپ و تفنگ کا بھی، غرض یہ کہ جس محاذ پر بھی دشمن حملہ آور ہو اسی محاذ پر اس کا پوری قوت سے مقابلہ کیا جائے۔

وَلَوۡ شِئۡنَا لَبَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ قَرۡیَۃٍ نَّذِیۡرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا ﴾

[الفرقان : ١] ''بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تا کہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [سبا : ٢٨] ''اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں: ① مجھے ایک مہینے کی مسافت پر رعب کے ذریعے سے مدد دی گئی۔ ② پوری زمین میرے لیے مسجد بنا دی گئی اور پاک بنا دی گئی، پس میری امت میں سے جس شخص پر (جہاں بھی) نماز کا وقت ہو جائے اسے چاہیے کہ (اسی مقام پر) نماز پڑھ لے۔ ③ میرے لیے غنیمت کے مال حلال کر دیے گئے ہیں اور مجھ سے پہلے کسی (نبی) کے لیے حلال نہیں کیے گئے تھے۔ ④ مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی ہے۔ ⑤ ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا، جبکہ میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔'' [بخاري، كتاب التيمم، باب قول الله تعالى : ﴿ فلم تجدوا ماء ....الخ﴾ : ٣٣٥۔ مسلم، كتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلوة : ٥٢١]

وَ هُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَ جَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾

''اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، یہ میٹھا ہے، پیاس بجھانے والا اور یہ نمکین ہے کڑوا اور اس نے ان دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ بنا دی۔''

اللہ تعالیٰ کے رب اور یکتا ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس کی قدرت سے دو دریا ایک ساتھ بہتے ہیں، ایک کا پانی میٹھا ہے اور دوسرے کا کھارا اور دونوں کے درمیان اس نے ایک ایسی غیر مرئی دیوار کھڑی کر دی ہے کہ دونوں دریا ایک ساتھ بہتے ہیں، لیکن میٹھا کھارے کے ساتھ ہرگز نہیں ملتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴾ [الرحمٰن : ١٩، ٢٠] ''اس نے دو سمندروں کو ملا دیا۔ جو اس حال میں مل رہے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے (جس سے) وہ آگے نہیں بڑھتے۔''

وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾

''اور وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر کو پیدا کیا، پھر اسے خاندان اور سسرال بنا دیا اور تیرا رب بے حد قدرت والا ہے۔''

اس کے خالق و مالک ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے انسان کو ایک حقیر نطفہ سے پیدا کیا ہے اور ان میں سے کوئی مذکر اور کوئی مؤنث ہوتا ہے۔ ان سب کی نسبت اپنے باپ دادا کی طرف ہوتی ہے اور جب مرد و عورت کی آپس میں شادی ہوتی ہے تو ان کے بہت سے سسرالی رشتہ دار بن جاتے ہیں۔ کنبے کا یہ سارا پھیلاؤ ایک قطرۂ منی سے وجود

میں آتا ہے، یہ سب اللہ کی قدرت کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کا رب بڑی قدرت رکھتا ہے۔

وَ يَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُهُمۡ وَ لَا يَضُرُّهُمۡ ؕ وَ كَانَ الۡكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيۡرًا ﴿۵۵﴾

''اور وہ اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نفع دیتی ہے اور نہ انھیں نقصان پہنچاتی ہے اور کافر ہمیشہ اپنے رب کے خلاف مدد کرنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی جہالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ کے سوا ایسے بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو نفع ونقصان کے قطعاً مالک نہیں ہیں، ان کے پاس اس سلسلے میں کوئی دلیل وحجت بھی نہیں ہے، بلکہ محض اپنی آراء اور خواہشات سے انھوں نے ان بتوں کی پوجا شروع کر دی ہے۔ وہ ان بتوں کی نہیں درحقیقت شیطان کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں بتوں کی عبادت پر ورغلاتا ہے۔ تو گویا کافر اپنے رب کے خلاف شیطان کی مدد کرتا ہے، یعنی اسے مزید اللہ کی نافرمانی پر اکساتا ہے اور اس کی ہمت بڑھاتا ہے۔

وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيۡرًا ﴿۵۶﴾

''اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ ہم نے تو آپ کو جنت کی خوشخبری دینے اور جہنم سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، تو آپ اپنا کام کرتے رہیے اور اس فکر سے پریشان نہ ہو جائیے کہ کون اسلام لے آیا اور کون کفر پر مصر رہا؟ اس لیے کہ ہدایت کی توفیق دینا میرا کام ہے، ہم جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں کفر وضلالت میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔

قُلۡ مَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اَنۡ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ﴿۵۷﴾

''کہہ دے میں تم سے اس پر کسی مزدوری کا سوال نہیں کرتا مگر جو چاہے کہ اپنے رب کی طرف کوئی راستہ اختیار کرے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی کہا کہ اے مشرکین مکہ! میں جو تمھیں قرآن پڑھ کر سناتا ہوں اور ایک اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں، تو مجھے تم سے کسی مادی منفعت کا لالچ نہیں ہے، بلکہ میرا منشا تو یہ ہے کہ تم میں سے جو چاہے میری دعوت کو قبول کر کے اللہ پر ایمان لائے، اس کی بندگی کرے اور اس کی قربت ورحمت کا حق دار بن جائے۔

وَ تَوَكَّلۡ عَلَى الۡحَىِّ الَّذِىۡ لَا يَمُوۡتُ وَ سَبِّحۡ بِحَمۡدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوۡبِ عِبَادِهٖ خَبِيۡرَا ۚۛ ﴿۵۸﴾

''اور اس زندہ پر بھروسا کر جو نہیں مرے گا اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری خبر رکھنے والا کافی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنے تمام دعوتی اور غیر دعوتی امور میں صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیجیے جو

ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ساری مخلوقات مر جائے گی اور وہ اکیلا زندہ رہے گا۔ اس لیے وہی اس لائق ہے کہ اس پر بھروسا کیا جائے اور دعوت الی اللہ کی راہ میں جو تکلیفیں اور صعوبتیں آئیں، انھیں برداشت کرنے اور ثابت قدم رہنے کے لیے اللہ کی تسبیح بیان کیجیے، نماز پڑھیے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہیے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خوب واقف ہے، اس لیے آپ کافروں اور مشرکوں کے کفر و شرک پر دل برداشتہ نہ ہوں اللہ ان کے ایک ایک گناہ کو شمار کر رہا ہے اور اس کا بدلہ انھیں مل کر رہے گا۔

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۛۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۹﴾

”وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر بلند ہوا، بے حد رحم والا ہے، سو اس کے متعلق کسی پورے باخبر سے پوچھ۔“

یعنی وہ زندہ ہے کبھی فوت نہیں ہوگا، وہی ہر چیز کا خالق، مالک اور پروردگار ہے، اسی نے اپنی قدرت وقوت کے ساتھ بلند و بالا اور وسیع و عریض سات آسمانوں کو، زیریں و گنجان سات زمینوں کو اور ان دونوں کے درمیان کی ساری چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور جس کی صفت ”رحمٰن“ ہے، پھر وہ عرش پر مستوی ہوگیا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور استویٰ علی العرش وغیرہ کی تفصیل آپ باری تعالیٰ سے پوچھ لیجیے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ان سے متعلق پورا علم رکھتا ہے۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں اور رحمان کیا چیز ہے؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کے لیے تو ہمیں حکم دیتا ہے اور یہ بات انھیں بدکنے میں بڑھا دیتی ہے۔“

مشرکین مکہ ”رحمٰن“ کا معنی نہیں جانتے تھے اور نہ جانتے تھے کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے جب ان سے کہا کہ تم لوگ بتوں کے بجائے ”رحمٰن“ کو سجدہ کرو، تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم کسی ”رحمٰن“ کو نہیں جانتے۔ کفار اس بات کا انکار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو رحمٰن کے نام سے موسوم کیا جائے، جیسا کہ انھوں نے حدیبیہ کے دن بھی اس بات کا انکار کر دیا تھا۔ سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اور کفار کے مابین حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ لکھا جا رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے کاتب سے فرمایا: ” بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ “ لکھو۔“ تو کفار کے نمائندے سہیل نے کہا، اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ رحمان کون ہے، بلکہ

آپ " بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ "لکھیے، جو آپ (پہلے) لکھا کرتے تھے۔[بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب صلح الحديبية : ۱۷۸٤]

اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا : یعنی کیا تم چاہتے ہو کہ تم ہمیں جس کی عبادت کا حکم دو ہم اسی کی عبادت کریں؟ یعنی چاہتے ہو کہ ہم تمھاری ہر بات مانتے رہیں تو ایسا نہیں ہوگا اور ہم ''رحمٰن'' کو سجدہ نہیں کریں گے، یعنی تکبر کی وجہ سے دین و ایمان سے ان کی نفرت اور بڑھ گئی۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کی تلاوت کرنے والے اور سننے والے کو ضرور سجدہ کرنا چاہیے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾

''بہت برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض ایسے مظاہر قدرت کو بیان کیا ہے کہ اگر ''رحمٰن'' کے لیے سجدہ نہ کرنے والے مشرکین ان میں غور وفکر کریں تو وجوب سجدہ کے قائل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی بابرکت ذات نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے ہیں۔ بعض نے ان برجوں سے مراد اصطلاحی برج لیے ہیں جن کی تعداد بارہ ہے اور ان کے نزدیک یہ برج بڑے بڑے ستاروں کی منزلیں ہیں۔ نیز اس بابرکت ذات نے آسمان میں آفتاب و مہتاب بنائے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ [یونس : ٥] ''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔''

وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا، اس کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے، یا کچھ شکر کرنا چاہے۔''

یعنی اس بابرکت ذات نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا دیا ہے، ہر ایک دوسرے کے بعد ضرور آجاتا ہے۔ جب سے اللہ نے دنیا بنائی ہے، اس نظام میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ لیل و نہار کے اس تعاقب سے اللہ کی عبادتوں کے اوقات کی تعیین ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص دن کی کوئی عبادت بھول جاتا ہے تو اسے رات میں ادا کر لیتا ہے اور رات کی عبادت دن میں ادا کر لیتا ہے۔ یہ سارے فائدے اسے حاصل ہوتے ہیں جو اللہ کی عبادت کرنا چاہتا ہے، اس کی نعمتوں کا شکر بجا لانا چاہتا ہے اور رات میں نمازیں پڑھتا ہے اور اللہ کے سامنے گریہ و زاری کرتا ہے اور دن کے وقت روزے

رکھتا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴾ [آل عمران : ۱۹۰ تا ۱۹٤] ”بے شک آسمانوں اور (زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب! بلاشبہ تو جسے آگ میں ڈالے سو یقیناً تو نے اسے رسوا کر دیا اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔ اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک آواز دینے والے کو سنا، جو ایمان کے لیے آواز دے رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب! پس ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ فوت کر۔ اے ہمارے رب! اور ہمیں عطا فرما جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بے شک تو وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ (ہر روز) رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے، تاکہ دن کا گناہ گار توبہ کر لے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے، تاکہ رات کا گناہ گار توبہ کر لے، یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔“ [مسلم، كتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب و إن تكررت الذنوب و التوبة : ۲۷۵۹]

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝۶۳

”اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔“

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا : یعنی وہ متکبر نہیں ہوتے، جب چلتے ہیں تو سکون و وقار کے ساتھ چلتے ہیں، اکڑ کر نہیں چلتے، ان کی چال میں نہ گھبراہٹ ہوتی ہے اور نہ حد اعتدال سے زیادہ تیزی، نہ تکبر ہوتا ہے اور نہ گھمنڈ، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ۳۷] ”اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک تو نہ کبھی زمین کو پھاڑے گا اور نہ کبھی لمبائی میں پہاڑوں تک

پہنچے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۟ وَ اقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴾ [لقمان : ۱۸، ۱۹] ’’اور لوگوں کے لیے اپنا رخسار نہ پھلا اور زمین میں اکڑ نہ چل، بے شک اللہ کسی اکڑنے والے، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔ اور اپنی چال میں میانہ روی رکھ اور اپنی آواز کچھ نیچی رکھ، بے شک سب آوازوں سے بری یقیناً گدھوں کی آواز ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴾ [الفرقان : ۷۲] ’’اور وہ جو جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک آدمی اپنی چادر لٹکا کر چلا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا، پس وہ قیامت تک یونہی زمین میں دھنستا ہی رہے گا۔‘‘ [بخاري، كتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء : ۵۷۹۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک شخص اکڑتا ہوا اپنے حلہ (ایک ہی رنگ کی دو چادروں) میں چل رہا تھا، اپنے بالوں پر بڑا خوش تھا اور اس نے اپنی چادر ٹخنوں سے نیچے لٹکا رکھی تھی کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا، اب وہ قیامت تک زمین کے اندر دھنستا رہے گا۔‘‘ [مسند أحمد : ۲۶۷/۲، ح : ۷۶۴۸]

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں آپ نے کچھ لوگوں (کے دوڑنے) کی آواز سنی۔ نماز کے بعد آپ نے فرمایا: ’’یہ آواز کیسی تھی؟‘‘ ہم نے کہا، ہم نماز کے لیے جلدی جلدی آئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ’’آئندہ ایسا نہ کرنا، جب تم نماز کے لیے آؤ تو اطمینان اور وقار کو لازم پکڑو اور جتنی نماز مل جائے اسے (امام کے ساتھ) پڑھ لو اور جتنی رہ جائے وہ (امام کے سلام پھیرنے کے بعد) پوری کر لو۔‘‘ [بخاري، كتاب الأذان، باب قول الرجل : فاتتنا الصلوة : ۶۳۵۔ مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب إتيان الصلوة بوقار …… الخ : ۶۰۳]

وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا : یعنی جب جاہل لوگ جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے ان سے بری بات کرتے ہیں تو وہ جواب میں اسی طرح کی بری باتیں نہیں کرتے، بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے اور اچھی بات ہی کہتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۹۹] ’’درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؗ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ؗ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴾ [القصص : ۵۵] ’’اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ سلام ہے تم پر، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’صدقہ دینے سے کوئی مال کم نہیں ہوتا اور جو بندہ

معاف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع : ۲۵۸۸]

وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴿۶۴﴾

''اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے رات گزارتے ہیں۔''

یعنی وہ راتوں میں اٹھ کر نمازیں پڑھتے ہیں اور اپنے رب کے حضور گریہ وزاری کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ﴾ [المزمل : ٦] ''بلاشبہ رات کو اٹھنا (نفس کو) کچلنے میں زیادہ سخت اور بات کرنے میں زیادہ درستی والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىِٕمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [الزمر: ٩] ''(کیا یہ بہتر ہے) یا وہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے عبادت کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے؟ کہہ دے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے؟ نصیحت تو بس عقلوں والے ہی قبول کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ [الذاریات : ۱۵ تا ۱۸] ''بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔ وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔ اور رات کی آخری گھڑیوں میں وہ بخشش مانگتے تھے۔''

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز دیکھوں گا تو (میں نے دیکھا کہ) آپ نے (تحیۃ الوضوء کی) دو رکعت ہلکی پڑھیں، پھر دو رکعت پڑھیں (بہت) طویل، (بہت) طویل، پھر دو رکعت اور پڑھیں، لیکن وہ ان سے چھوٹی تھیں، پھر دو اور پڑھیں اور وہ ان سے بھی چھوٹی تھیں، پھر دو اور پڑھیں اور وہ ان سے بھی چھوٹی تھیں، پھر دو اور پڑھیں اور وہ ان سے بھی چھوٹی تھیں، پھر (ایک رکعت) وتر پڑھا۔ یہ سب ملا کر تیرہ رکعتیں ہوئیں۔ [مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودعائه باللیل : ۷۶۵]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب التهجد، باب کیف صلوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ؟ : ۱۱۳۸۔ مسلم، کتاب صلاة المسافرین ، باب صلاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودعائه باللیل : ۷٦٤]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء، جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں اور نماز فجر کے مابین گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے اور ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔ [مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلوة اللیل و عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل ...... الخ : ۷۳٦/۱۲۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپ کے بچھونے پر آپ کے سامنے لیٹی رہتی تھی اور جب آپ وتر پڑھنے لگتے تو مجھے بھی جگا دیتے اور میں بھی وتر پڑھ لیتی۔ [بخاری، کتاب الوتر، باب إیقاظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم أهله بالوتر : ۹۹۷۔ مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب صلوۃ اللیل و عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل ......الخ : ۷۴۴]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”اے عبداللہ! تم فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا کہ وہ (پہلے) رات کو قیام کرتا تھا، پھر اس نے رات کا قیام چھوڑ دیا۔“ [بخاری، کتاب التهجد، باب ما یکره من ترك قیام اللیل لمن کان یقومه : ۱۱۵۲]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سات قسم کے آدمیوں کو اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سایے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔“ تو ان سات آدمیوں میں سے ایک وہ شخص ہوگا جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقة بالیمین : ۱۴۲۳]

وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖۗ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۶۶﴾

”اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔ بے شک اس کا عذاب ہمیشہ چمٹ جانے والا ہے۔ بے شک وہ بری ٹھہرنے کی جگہ اور قیامت کی جگہ ہے۔“

یعنی وہ اپنی زندگی اللہ کی اطاعت و بندگی میں گزارنے کے باوجود جہنم کے عذاب سے شدید خائف ہوتے ہیں اور دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ! جہنم کے اس عذاب کو ہم سے ٹال دے، جو کبھی ختم نہیں ہوگا اور جو بدترین ٹھکانا ہوگا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ [البقرۃ : ۲۰۱، ۲۰۲] ”اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انھوں نے کمایا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اَلصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْمُنْفِقِيْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴾ [آل عمران : ۱۵ تا ۱۷] ”کہہ دے کیا میں تمھیں اس سے بہتر چیز بتاؤں، جو لوگ متقی بنے ان کے لیے ان کے رب کے پاس باغات ہیں، جن کے نیچے سے

نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور نہایت پاک صاف بیویاں اور اللہ کی جانب سے عظیم خوشنودی ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ جو صبر کرنے والے اور سچ کہنے والے اور حکم ماننے والے اور خرچ کرنے والے اور رات کی آخری گھڑیوں میں بخشش مانگنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۚۙ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾ [آل عمران : ۱۹۰ تا ۱۹۲] ''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب! بلاشبہ تو جسے آگ میں ڈالے سو یقیناً تو نے اسے رسوا کر دیا اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

وَ الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝۶۷

''اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ خرچ میں تنگی کرتے ہیں اور (ان کا خرچ) اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔''

یعنی وہ مال خرچ کرنے میں اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہیں، نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل کی وجہ سے اپنی ذات کو اور اپنے اہل وعیال کو تنگی میں ڈالتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۱] ''اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو، بے شک وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَ لَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۴۱] ''اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کیے چھپروں پر چڑھائے ہوئے اور نہ چڑھائے ہوئے اور کھجور کے درخت اور کھیتی، جن کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور نہ ملتے جلتے۔ اس کے پھل میں سے کھاؤ، جب وہ پھل لائے اور اس کا حق اس کی کٹائی کے دن ادا کرو اور حد سے نہ گزرو، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝

وَ اِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡهُمُ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ تَرۡجُوۡهَا فَقُلۡ لَّهُمۡ قَوۡلًا مَّيۡسُوۡرًا ۝ وَ لَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ مَغۡلُوۡلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ الۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا مَّحۡسُوۡرًا ﴾ [بنی إسرائيل : ۲٦ تا ۲۹] ''اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور مت بے جا خرچ کر، بے جا خرچ کرنا۔ بے شک بے جا خرچ کرنے والے ہمیشہ سے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے۔ اور اگر کبھی تو ان سے بے توجہی کر ہی لے، اپنے رب کی کسی رحمت کی تلاش کی وجہ سے، جس کی تو امید رکھتا ہو تو ان سے وہ بات کہہ جس میں آسانی ہو۔ اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا کر لے اور نہ اسے کھول دے، پورا کھول دینا، ورنہ ملامت کیا ہوا، تھکا ہارا ہو کر بیٹھ رہے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يَّبۡخَلُ ۚ وَ مَنۡ يَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا يَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الۡغَنِىُّ وَ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنۡ تَتَوَلَّوۡا يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡ ﴾ [محمد : ۳۸] ''سنو! تم وہ لوگ ہو کہ تم بلائے جاتے ہو، تاکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تو تم میں سے کچھ وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ ہی بے پروا ہے اور تم ہی محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تہ بہ تہ تاریکیاں بن جائے گا، اور بخل سے بچو، کیونکہ بخل نے تم سے پہلی قوموں کو برباد کر دیا، اس نے ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ناحق خون بہائیں اور محرمات کو حلال ٹھہرائیں۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۸]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انسانوں پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں دو فرشتے نہ اترتے ہوں، ان میں سے ایک فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! جس نے تیری راہ میں خرچ کیا تو اسے اچھا بدلہ عطا کر اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! ہاتھ روک لینے والے کا مال تلف کر۔'' [بخاری، كتاب الزكوة، باب قول الله تعالى : ﴿ فأما من أعطى واتقى ﴾ : ۱٤٤۲۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب في المنفق والممسك : ۱۰۱۰]

وَ الَّذِيۡنَ لَا يَدۡعُوۡنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقۡتُلُوۡنَ النَّفۡسَ الَّتِىۡ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ لَا يَزۡنُوۡنَ ۚ وَ مَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ يَلۡقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفۡ لَهُ الۡعَذَابُ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَ يَخۡلُدۡ فِيۡهٖ مُهَانًا ۝

''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔''

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ : یعنی وہ اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا معبود نہیں جانتے ہیں اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحج : ۷۳، ۷٤] ”اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۱۷] ”اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے، جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں تو اس کا حساب صرف اس کے رب کے پاس ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے، حالانکہ اللہ نے تجھے پیدا کیا ہے۔“ اس نے پوچھا، پھر کون سا (گناہ بڑا ہے)؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائے گی۔“ اس نے پوچھا، پھر کون سا (گناہ بڑا ہے)؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔“ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴾ [الفرقان : ٦٨، ٦٩] ”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔“ [بخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ يأيها الرسول بلغ ما أنزل إليك ...... الخ ﴾ : ۷۵۳۲۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون الشرك أقبح الذنوب : ۸٦/۱٤۲]

وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ : یعنی وہ کسی بے گناہ کو قتل نہیں کرتے، الا یہ کہ کوئی شخص اسلام سے پھر جائے، یا شادی کرنے کے بعد زنا کرے، یا کسی کو بے سبب قتل کر دے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْۤا اَوْ يُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [المائدة : ٣٣، ٣٤] ’’ان لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں، یہی ہے کہ انھیں بری طرح قتل کیا جائے، یا انھیں بری طرح سولی دی جائے، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مختلف سمتوں سے بری طرح کاٹے جائیں، یا انھیں اس سرزمین سے نکال دیا جائے۔ یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔ مگر جو لوگ اس سے پہلے توبہ کر لیں کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ١٧٨، ١٧٩] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں میں بدلہ لینا لکھ دیا گیا ہے، آزاد (قاتل) کے بدلے وہی آزاد (قاتل) اور غلام (قاتل) کے بدلے وہی غلام (قاتل) اور (قاتلہ) عورت کے بدلے وہی (قاتلہ) عورت (قتل) ہوگی، پھر جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی معاف کر دیا جائے تو معروف طریقے سے پیچھا کرنا اور اچھے طریقے سے اس کے پاس پہنچا دینا (لازم) ہے۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے ایک قسم کی آسانی اور ایک مہربانی ہے، پھر جو اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور تمھارے لیے بدلہ لینے میں ایک طرح کی زندگی ہے اے عقلوں والو! تاکہ تم بچ جاؤ۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴾ [بني إسرائيل : ٣٣] ’’اور اس جان کو قتل مت کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو شخص قتل کر دیا جائے، اس حال میں کہ مظلوم ہو تو یقیناً ہم نے اس کے ولی کے لیے پورا غلبہ رکھا ہے۔ پس وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہوگا۔‘‘

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مجھ سے (دین کی باتیں) سیکھ لو، مجھ سے سیکھ لو، مجھ سے سیکھ لو، اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے ایک راہ نکالی ہے۔ جب کنوارا مرد کنواری عورت سے زنا کرے تو سو کوڑے لگاؤ اور ایک سال کے لیے جلا وطن کر دو اور اگر شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو سو کوڑے لگاؤ اور سنگسار کر دو۔‘‘ [مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنٰی : ١٦٩٠]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میرے ساتھ اشعری قبیلے کے دو شخص تھے، ایک میری دائیں جانب تھا اور دوسرا بائیں طرف۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کسی علاقے کا حاکم بنا دیجیے اور دوسرے نے بھی اسی خواہش کا اظہار کیا، تو آپ نے فرمایا: ’’ابو موسیٰ!‘‘ یا فرمایا: ’’عبد اللہ بن قیس!‘‘ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! انھوں نے اپنے دل کی بات مجھ سے نہیں کہی تھی اور مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ دونوں کوئی

عہدہ چاہتے ہیں۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، گویا میں اس وقت بھی آپ کی مسواک کو دیکھ رہا ہوں، وہ آپ کے ہونٹ کے نیچے اٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''جو کوئی ہم سے کسی عہدے کا سوال کرتا ہے تو ہم اسے وہ عہدہ نہیں دیتے، البتہ اے ابو موسیٰ!'' یا آپ نے یہ فرمایا: ''اے عبداللہ بن قیس! تم یمن (کی امارت) کے لیے روانہ ہو جاؤ۔'' اس کے بعد آپ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے پیچھے روانہ کیا۔ جب معاذ رضی اللہ عنہ (یمن میں) ابو موسیٰ کے پاس پہنچے تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے بیٹھنے کے لیے گدا بچھوایا اور کہنے لگے، سواری سے اتریئے۔ اس وقت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص تھا، جس کی مشکیں کسی ہوئی تھیں۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، یہ کون شخص ہے؟ انھوں نے کہا، یہ یہودی تھا، پھر اس نے اسلام قبول کیا، اب پھر یہودی ہو گیا ہے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا، بیٹھ جائیے۔ انھوں نے کہا، میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق یہ قتل نہیں کیا جائے گا۔ انھوں نے تین بار یہی کہا۔ اس پر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو وہ قتل کر دیا گیا۔ [بخاري، كتاب استتابة المرتدين، باب حكم المرتد و المرتدة : ٦٩٢٣، ٧١٤٩]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکوں کا ایک جاسوس سفر میں آپ کے پاس آ گیا۔ وہ آپ کے صحابہ کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتا رہا اور پھر کھسک کر چلا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے ڈھونڈ کر قتل کر دو۔'' سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اسے قتل کر دیا اور آپ نے اس کا سامان مجھے دے دیا۔ [بخاري، كتاب الجهاد، باب الحربي إذا دخل دار الإسلام بغير أمان : ٣٠٥١]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بڑے گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، (ناحق) قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔'' [بخاري، كتاب الأيمان و النذور، باب اليمين الغموس : ٦٦٧٥]

وَلَا يَزْنُوْنَ : اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ٣٢] ''اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا۔'' [بخاري، كتاب الحدود، باب إثم الزناة : ٦٨٠٩۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بالمعاصي : ٥٧، عن أبي هريرة رضي الله عنه]

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىِٕكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور

اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اس ہمیشگی کے عذاب سے ان لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو صدق دل سے تائب ہو جائیں گے، اللہ، رسول، آخرت اور دین اسلام پر ایمان لا کر اسلام کے فرائض خمسہ کی پابندی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اس لیے کہ وہ بڑا مغفرت کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیات مکہ میں نازل ہوئیں: ﴿وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾ [الفرقان : ٦٨، ٦٩] مشرکوں نے کہا، پھر ہمیں اسلام قبول کرنے سے کیا فائدہ، ہم نے تو دوسروں کو اللہ کے برابر ٹھہرایا ہے، ناحق خون بھی کیا ہے اور فحش کام بھی کیے ہیں تو اس وقت اللہ نے یہ آیت اتاری: ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [الفرقان : ۷۰] ’’مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب التفسیر : ۳۰۲۳/۱۹]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اور سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا، اس شخص کو قیامت والے دن (اللہ کے سامنے) لایا جائے گا تو کہا جائے گا، اس کے بڑے بڑے گناہوں کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے گناہوں کی نسبت اس سے باز پرس کرو۔ چنانچہ اسے اس کے چھوٹے گناہ دکھائے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ فلاں فلاں دن تو نے فلاں فلاں گناہ کیا تھا اور فلاں فلاں دن تو نے فلاں فلاں گناہ کیا تھا؟ تو وہ کہے گا، ہاں! اور یوں یہ کسی ایک کا بھی انکار نہ کر سکے گا اور اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہو گا کہ ان کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا، لیکن اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لیے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی ہے، تو اس پر وہ کہے گا، اے میرے پروردگار! میں نے تو اور بھی بہت سے (برے) اعمال کیے تھے، جو میں یہاں نہیں دیکھ رہا۔‘‘ یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ کے دانت مبارک نظر آنے لگے۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنی أھل الجنة منزلة فیھا : ۱۹۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمھیں لے جائے اور ایسی قوم لے آئے جو گناہ کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ انھیں بخشے۔‘‘ [مسلم، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة : ۲۷۴۹]

وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾

’’اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے نزدیک وہی توبہ قابل اعتبار ہوگی جس کے بعد آدمی گناہوں سے بالکل دور ہو جائے، ان پر نادم ہو اور عمل صالح کے ذریعے سے اپنی توبہ کی دلیل پیش کرے۔ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الزمر : ۵۳] ''کہہ دے اے میرے بندو، جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله : ۱۲۱]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم سے ان کاموں کا، جو ہم نے جاہلیت کے زمانہ میں کیے ہیں، مؤاخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''تم میں سے جس نے اسلام لانے کے بعد اچھے عمل کیے، تو اس سے مؤاخذہ نہیں ہوگا اور جس نے (اسلام لانے کے بعد) برے عمل کیے اس سے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں کیے گئے اعمال کا مؤاخذہ ہوگا۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب هل يؤاخذ بأعمال الجاهلية ؟ : ۱۲۰]

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝

''اور وہ جو جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں۔''

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ : یعنی وہ ایسی مجلس میں شریک نہیں ہوتے جس میں جھوٹ بولا جاتا ہے اور باطل کی تائید کی جاتی ہے اور نہ وہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ نہ وہ مشرکین کی عیدوں میں شریک ہوتے ہیں اور نہ موسیقی اور گانا سنتے ہیں۔ارشاد فرمایا: ﴿ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴾ [الحج : ۳۰] ''اور جھوٹی بات سے بچو۔''

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں کبیرہ گناہوں میں سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ یہی فرمایا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا، کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔'' اور اس وقت آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے، اب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: ''سنو! اور جھوٹی بات کہنا، سنو! اور جھوٹی گواہی دینا۔'' اور یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار دہراتے رہے، یہاں تک کہ ہم اپنے دل میں کہنے لگے کہ کاش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب خاموش ہو جائیں۔ [بخاري، كتاب الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور : ۲۶۵۴۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الكبائر و أكبرها : ۸۷]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کر دے۔'' [مسلم، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع : ۵/۹]

وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا : اور ایسے لوگ جب کسی بے جا اور لغو قول و عمل والی مجلس کے پاس سے گزرتے ہیں، تو اپنی عزت نفس کا خیال کرتے ہوئے دامن بچا کر نکل جاتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۳] ”اور وہی جو لغو کاموں سے منہ موڑنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ ﴾ [القصص : ۵۵] ”اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جو بے فائدہ اور بے مقصد ہو۔“ [ترمذی، کتاب الزهد، باب [حدیث : من حسن إسلام المرء] : ۲۳۱۷۔ ابن ماجه، کتاب الفتن، باب كف اللسان فی الفتنة : ۳۹۷۶]

وَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا ۝۷۳

”اور وہ کہ جب انھیں ان کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔“

یعنی جب کوئی شخص قرآن کریم کی آیتیں پڑھ کر انھیں نصیحت کرتا ہے تو بہرے اور اندھے نہیں ہو جاتے کہ نہ نصیحت سنیں اور نہ ان آیتوں کے اثرات کو دیکھ پائیں، بلکہ بہت ہی غور سے سنتے ہیں اور ان کے اثرات ان پر ظاہر ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيْدٌ ﴾ [ق : ۳۷] ”بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے یقیناً نصیحت ہے جس کا کوئی دل ہو، یا کان لگائے، اس حال میں کہ وہ (دل سے) حاضر ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ۲ تا ۴] ”(اصل) مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا، خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں، انھی کے لیے ان کے رب کے پاس بہت سے درجے اور بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۰۴] ”اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“ اور فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [ص : ۲۹] ”یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔“

﴿ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ ﴾

”اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ! ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔“

یعنی وہ اپنے رب سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا، یعنی انھیں توفیق دے کہ وہ تیری بندگی کریں اور تیرے دین پر چلیں، تا کہ ان کی نیکی اور صالحیت ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے۔ وہ یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں بھلائی کے کاموں میں لوگوں کا پیشرو اور سردار بنا، یعنی ہمیں اور ہماری اولاد کو بھلائی کے کاموں کی توفیق دے اور ہمیں سردار بھی بنا، تا کہ لوگ خیر وصلاح کے کاموں میں ہماری اتباع کریں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ١٥] ”اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید کی، اس کی ماں نے اسے ناگواری کی حالت میں اٹھائے رکھا اور اسے ناگواری کی حالت میں جنا اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس برس کو پہنچ گیا تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جسے تو پسند کرتا ہے اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح فرما دے، بے شک میں نے تیری طرف توبہ کی اور بے شک میں حکم ماننے والوں سے ہوں۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین کاموں کے (کہ ان کا ثواب ملتا ہے)، ایک صدقہ جاریہ، دوسرا وہ علم جس سے اس کے بعد نفع اٹھایا جائے اور تیسرے نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔“ [مسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ١٦٣١]

﴿ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّ سَلٰمًا ۙ﴿۷۵﴾ ﴾

”ان لوگوں کو جزا میں بالا خانہ دیا جائے گا، اس لیے کہ انھوں نے صبر کیا اور اس میں ان کا استقبال زندگی کی دعا اور سلام کے ساتھ کیا جائے گا۔“

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا : اللہ کے جن نیک بندوں کے اندر یہ صفات پائی جائیں گی، ان سے ان کے رب نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا، اس لیے کہ انھوں نے اپنے رب کی بندگی کی راہ میں تمام تکلیفیں گوارا کیں اور حق پر قائم رہے، یہاں تک کہ جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴾ [الزمر : ٢٠] ”لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے بالا خانے ہیں، جن کے اوپر خوب بنائے ہوئے بالا خانے ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں۔ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٥٨، ٥٩] ”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے، ہم انھیں ضرور ہی جنت کے اونچے گھروں میں جگہ دیں گے، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں، یہ ان عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے۔ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنتی لوگ بالا خانے والوں کو اپنے اوپر اس طرح دیکھیں گے جیسے وہ چمکتے ستارے کو، جو صبح کے وقت باقی رہ گیا ہو، آسمان کے کنارے پر مشرق یا مغرب میں دیکھتے ہیں، یہ اس لیے کہ ان کے مابین درجات کا فرق ہوگا۔“ لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ تو انبیاء کے مقام ہوں گے، جنھیں ان کے سوا اور کوئی نہ پا سکے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیوں نہیں، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔“ [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة : ٣٢٥٦۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب ترائي أهل الجنة أهل الغرف ...... الخ : ٢٨٣١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے، خواہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرے، خواہ اسی جگہ بیٹھا رہے جہاں پیدا ہوا (اور جہاد نہ کر پائے)۔“ لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو خوشخبری نہ سنا دیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے، سو جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کیا کرو تو فردوس کا سوال کیا کرو، کیونکہ فردوس جنت کے وسط میں ہے اور سب سے اونچا حصہ ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔“ [بخاري، كتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين في سبيل الله : ٢٧٩٠]

وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّ سَلٰمًا : یعنی اس جنت میں فرشتے انھیں مبارک باد دیں گے اور ہمیشہ کے لیے امن و سلامتی اور سعادت و نیک بختی کا پیغام پہنچائیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۝ هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ

﴿ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ۝ لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّ لَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ ۝ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ﴾ [یٰس : ۵۵ تا ۵۸] ”بے شک جنت کے رہنے والے آج ایک شغل میں خوش ہیں۔ وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ ان کے لیے اس میں بہت پھل ہے اور ان کے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو وہ طلب کریں گے۔ سلام ہو۔ اس رب کی طرف سے کہا جائے گا جو بے حد مہربان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝ دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ [یونس : ۹، ۱۰] ”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی رہنمائی کرے گا، ان کے نیچے سے نعمت کے باغوں میں نہریں بہتی ہوں گی۔ ان کی دعا ان میں یہ ہوگی، ”پاک ہے تو اے اللہ!“ اور ان کی آپس کی دعا ان (باغات) میں سلام ہوگی اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہوگا کہ سب تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓىِٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ شَیْـًٔا ۝ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا ۝ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ﴾ [مریم : ۶۰ تا ۶۲] ”مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔ ہمیشگی کے باغات میں، جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے (ان کے) بن دیکھے وعدہ کیا ہے۔ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر رہنے والا ہے۔ وہ اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے مگر سلام اور ان کے لیے اس میں ان کا رزق صبح و شام ہوگا۔“

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ۝

”ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں۔ وہ ٹھہرنے اور رہنے کی اچھی جگہ ہے۔“

اللہ کے نیک بندے اس جنت میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور وہ کیا ہی اچھی جائے قیام ہوگی اور وہ کس قدر خوش بخت ہوں گے کہ جنھیں وہاں رہنا نصیب ہوگا اور وہ ہر آفات و بلیات سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائیں گے۔

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا اور اسے جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کر کے ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک پکارنے والا (فرشتہ) پکارے گا، اے جنتیو! اب تمھیں موت نہیں آئے گی اور اے دوزخیو! اب تمھیں بھی موت نہیں آئے گی۔ اس پر جنتیوں کی خوشی مزید بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کے رنج میں اضافہ ہو جائے گا۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة و النار : ۶۵۴۸۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب النار یدخلها الجبارون ...... الخ : ۴۳/ ۲۸۵۰]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب اہل جنت، جنت میں اور اہل نار آگ

میں داخل ہو جائیں گے تو ایک آواز دینے والا ان کے درمیان کھڑا ہو کر پکارے گا کہ اے آگ والو! اب تمھیں موت نہیں آئے گی اور اے جنت والو! اب تمھیں موت نہیں آئے گی، بلکہ ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون ألفا بغیر حساب : ٦٥٤٤]

حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا : سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مجلس میں بیٹھا تھا، آپ نے اس مجلس میں جنت کا حال بیان کیا، یہاں تک کہ آپ (اپنے بیان کی) انتہا کو پہنچے، پھر آخر میں فرمایا: ''جنت میں وہ نعمت ہے جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی آدمی کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے۔'' پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدة : ١٦، ١٧] ''ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب صفة الجنة : ٢٨٢٥]

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۝

''کہہ میرا رب تمھاری پروا نہیں کرتا اگر تمھارا پکارنا نہ ہو، سو بے شک تم نے جھٹلا دیا، تو عنقریب (اس کا انجام) چمٹ جانے والا ہوگا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ جن و انس کی بندگی کا محتاج نہیں ہے، اس لیے کہ وہ اپنی تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، اس نے بندوں کی بھلائی کے لیے، ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے انھیں اطاعت و بندگی کا حکم دیا ہے اور کفر و شرک کی راہ چھوڑ کر توحید کی راہ پر گامزن ہونے کی دعوت دی ہے۔ اس لیے جو لوگ اس کی دعوت ٹھکرا دیں گے، اس کے قرآن اور اس کے رسول کی تکذیب کریں گے اور اس کے سوا غیروں کی عبادت کریں گے، انھیں لازمی طور پر عذاب دیا جائے گا۔ بیشتر مفسرین نے اس سے مراد میدانِ بدر میں کفار مکہ کا قتل کیا جانا اور باقی ماندہ کا گرفتار کیا جانا لیا ہے، جیسا کہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے اور ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا، پھر آپ تین دن وہاں رہے اور جب واپس آنے لگے تو آپ کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور انھیں (کفار قریش کو) ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام سے پکارنے لگے: ''اے فلاں کے بیٹے فلاں! اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا اب تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے؟ بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، ہم نے اسے سچا پا لیا، کیا تم سے تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، تم نے بھی اسے سچا پایا؟'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ٣٩٧٦]

سورۃ الشعرآء مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

طٰسٓمّٓ ① تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ②

''طٰسٓمّٓ ۔ یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔''

الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ : مبین سے مراد ہے کہ یہ کتاب اپنا مدعا صاف صاف بیان کر رہی ہے، اس میں کچھ بھی ابہام نہیں کہ جس کی کسی کو سمجھ نہ آ سکے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا غَیۡرَ ذِیۡ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمۡ یَتَّقُوۡنَ ﴾ [الزمر : ۲۸] ''واضح قرآن، جس میں کوئی کجی نہیں، تاکہ وہ بچ جائیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِهِ الۡکِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّهٗ عِوَجًا ﴾ [الکھف : ۱] ''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہ رکھی۔''

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ③

''شاید تو اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہے، اس لیے کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔''

نبی کریم ﷺ کو نصیحت کی گئی ہے کہ اگر مشرکین مکہ آپ پر ایمان نہیں لاتے، تو اس غم میں اپنے آپ کو ہلاک نہ کر لیجیے، آپ کا کام تبلیغ کرنا ہے، اسے آپ نے انجام دے دیا، ہدایت دینا آپ کا کام نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا ﴾ [الکھف : ۶] ''پس شاید تو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَا تَذۡهَبۡ نَفۡسُکَ عَلَیۡهِمۡ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌۢ

﴿ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴾ [فاطر : ۸] ”سو تیری جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے۔ بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشیۃ : ۲۱، ۲۲] ”پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔“

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝

”اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں، پھر اس کے سامنے ان کی گردنیں نیچی ہو جائیں۔“

یعنی اگر ہم چاہتے کہ انھیں ایمان لانے پر مجبور کر دیں، تو ہمارے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی، ہم آسمان سے کوئی ایسی نشانی بھیج دیتے جسے دیکھ کر وہ ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے، جیسے کسی پہاڑ یا کسی بڑے ستارے یا کسی فرشتے کو ان کے سروں کے اوپر لے آتے اور مارے خوف و دہشت کے ان کی گردنیں جھک جاتیں کہ کب ان کے سروں پر گر کر انھیں ہلاک کر دے اور اپنے آپ کو اس حالت میں پا کر مجبوراً ایمان لے آتے، لیکن ایسا ایمان ان کے کسی کام کا نہ ہوتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یونس : ۹۹] ”اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً جو لوگ زمین میں ہیں سب کے سب اکٹھے ایمان لے آتے۔ تو کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا، یہاں تک کہ وہ مومن بن جائیں؟“

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝

”اور ان کے پاس رحمان کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی جو نئی ہو، مگر وہ اس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔“

کفارِ مکہ کے کفر و عناد اور ان کے تکبر اور ہٹ دھرمی کو بیان کیا جا رہا ہے کہ قرآن کریم بدستور نازل ہوتا رہا، ایک آیت کے بعد دوسری آیت اور ایک سورت کے بعد دوسری سورت، لیکن وہ لوگ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی تکذیب ہی کرتے رہے اور ان کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ آئی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یوسف : ۱۰۳] ”اور اکثر لوگ، خواہ تو حرص کرے، ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [یٰس : ۳۰] ”ہائے افسوس بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا رہا مگر وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔“

فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

”پس بے شک وہ جھٹلا چکے، سو ان کے پاس جلد ہی اس چیز کی خبریں آ جائیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔“

یہ لوگ تو بار بار سمجھانے کے باوجود اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور مخالفت پر اڑے بیٹھے ہیں۔ ان لوگوں کا علاج یہ نہیں کہ

کوئی معجزہ ان پر نازل کیا جائے کہ وہ ایمان لانے پر مجبور ہو جائیں۔ بلکہ ان کا علاج صرف یہ باقی رہ گیا ہے کہ انھیں جوتوں سے سیدھا کیا جائے اور عنقریب انھیں ایسی بھی خبریں ملتی رہیں گی جن سے ان کو معلوم ہو جائے گا کہ جن باتوں کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہی باتیں برحق اور درست تھیں۔ لہٰذا ان کی تمام تر معاندانہ کوششوں کے باوجود اسلام کو غلبہ نصیب ہوتا چلا گیا اور یہ ہر میدان میں مات کھاتے رہے اور ان کے لواحقین یہ خبریں سن کر غم کے گھونٹ پیتے رہے اور پیتے رہیں گے۔

اَوَ لَمۡ یَرَوۡا اِلَی الۡاَرۡضِ کَمۡ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ کَرِیۡمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸﴾ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۹﴾ ع ٥

''اور کیا انھوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کتنی چیزیں ہر عمدہ قسم میں سے اگائی ہیں۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بے شک تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔''

یعنی اگر مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تخلیق پر غور کرتے تو انھیں یقین ہو جاتا کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ مثال کے طور پر زمین اور اس میں پیدا ہونے والے پودوں کو لے لو، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے انواع و اقسام کے بے شمار پودے اور پھل پیدا کیے ہیں جو اس کے کمال قدرت کی دلیل ہیں، لیکن ایمان باللہ وہ عظیم ترین نعمت ہے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نہیں دیتا جو اس کی نشانیوں میں غور نہیں کرتے اور اپنے اختیار سے کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں۔ آخری آیت میں فرمایا کہ آپ صبر و ثبات کے ساتھ اپنی ذمہ داری پوری کرتے رہیے اور حزن و ملال نہ کیجیے، اللہ ان کافروں سے انتقام لینے پر پوری طرح قادر ہے، کیونکہ وہ ہر چیز پر غالب ہے اور وہ اپنے نیک بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

وَ اِذۡ نَادٰی رَبُّکَ مُوۡسٰۤی اَنِ ائۡتِ الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿ۙ۱۰﴾ قَوۡمَ فِرۡعَوۡنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوۡنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ ﴿ؕ۱۲﴾ وَ یَضِیۡقُ صَدۡرِیۡ وَ لَا یَنۡطَلِقُ لِسَانِیۡ فَاَرۡسِلۡ اِلٰی ہٰرُوۡنَ ﴿۱۳﴾

''اور جب تیرے رب نے موسیٰ کو آواز دی کہ ان ظالم لوگوں کے پاس جا۔ فرعون کی قوم کے پاس، کیا وہ ڈرتے نہیں۔ اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ اور میرا سینہ تنگ پڑتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی، سو تو ہارون کی طرف پیغام بھیج۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ کے رب نے موسیٰ کو طور کے پاس آواز دی اور کہا کہ آپ ظالم قوم، قوم فرعون کے پاس جائیے اور ان سے کہیے، کیا انھیں اللہ کے عذاب کا خوف نہیں ہے کہ کفر و سرکشی پر اصرار کر

رہے ہیں اور بنی اسرائیل پر ظلم وستم ڈھا رہے ہیں؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس عظیم ذمہ داری کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی ناتوانی کا اظہار کیا اور اللہ سے دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلا دیں گے جس کے نتیجہ میں میں تنگ دل ہو جاؤں گا اور میری زبان بھی نہیں چلتی، اس کے سبب میں پیغام رسانی کی ذمہ داری پوری نہیں کر سکوں گا، اس لیے میرے رب! تو جبریل کو میرے بھائی ہارون کے پاس وحی دے کر بھیج دے، تاکہ وہ بھی تیرا رسول ہو جائے اور میری مدد کرے۔

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ﴿١٤﴾ قَالَ كَلَّا ۖ فَاذْهَبَا بِآيَاتِنَا ۖ إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَمِعُونَ ﴿١٥﴾ فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦﴾ أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٧﴾

''اور ان کا میرے ذمے ایک گناہ ہے، پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ فرمایا ہرگز ایسے نہ ہوگا، سو تم دونوں ہماری نشانیوں کے ساتھ جاؤ، بے شک ہم تمھارے ساتھ خوب سننے والے ہیں۔ تو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ بلاشبہ ہم رب العالمین کا پیغام پہنچانے والے ہیں۔ یہ کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔''

موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی کہا، اے میرے رب! میں نے قبطیوں کے حق میں ماضی میں ایک گناہ بھی کیا ہے، یعنی جب میں مصر میں تھا تو غلطی سے ایک قبطی میرے ہاتھوں مارا گیا تھا، تو مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ کہیں مجھے قتل نہ کر دیں اور پیغام رسانی کا کام نہ کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگ آپ کو قتل کر دیں، آپ دونوں ہمارے معجزات لے کر جائیے، ہم آپ کے ساتھ ہیں اور فرعون کو دعوتِ توحید دیتے وقت آپ دونوں کی اس سے جو بات ہوگی اسے ہم سنتے رہیں گے۔ آپ دونوں فرعون کے پاس جائیے، اس سے کہیے کہ ہم دونوں رب العالمین کے پیغمبر ہیں اور یہ بھی کہیے کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ ملک شام جانے کی اجازت دے دو۔

قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ ﴿١٨﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿١٩﴾

''اس نے کہا کیا ہم نے تجھے اپنے اندر اس حال میں نہیں پالا کہ تو بچہ تھا اور تو ہم میں اپنی عمر کے کئی سال رہا۔ اور تو نے اپنا وہ کام کیا، جو تو نے کیا اور تو ناشکروں میں سے ہے۔''

جابر ومتکبر اور اپنے آپ کو معبود سمجھنے والا فرعون یہ کب گوارا کر سکتا تھا کہ اسی کے گھر میں پروردہ ایک معمولی بنی اسرائیلی بچہ بڑا ہو کر اس کے بالمقابل کھڑا ہو، رسول ہونے کا دعویٰ کرے اور بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کرے، اس لیے اس نے حقارت آمیز انداز میں کہا کہ کیا تو وہی نہیں ہے جو میرے گھر میں پلا بڑھا تھا اور ایک مدت تک ہمارے

ساتھ رہا تھا؟ ہماری روٹی کھاتا رہا تھا اور تو نے ایک آدمی کو بھی قتل کر دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ تو بڑا احسان فراموش ہے۔

قَالَ فَعَلْتُهَآ إِذًا وَّ أَنَا مِنَ الضَّآلِّينَ ﴿٢٠﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَّ جَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٢١﴾ وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ﴿٢٢﴾

''کہا میں نے اس وقت وہ کام اس حال میں کیا کہ میں خطا کاروں سے تھا۔ پھر میں تم سے بھاگ گیا جب میں تم سے ڈرا تو میرے رب نے مجھے حکم عطا کیا اور مجھے رسولوں میں سے بنا دیا۔ اور یہ کوئی احسان ہے جو تو مجھ پر جتلا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔''

موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں کہا، میں نہیں سمجھتا تھا کہ ٹھوکر لگانے یا گھونسا مارنے سے وہ آدمی مر جائے گا۔ میرا مقصد اسے قتل کرنا ہرگز نہیں تھا۔ پھر میں تمھارے علاقے سے بھاگ کر مدین چلا گیا، اس ڈر سے کہ کہیں تم لوگ مجھے قتل نہ کر دو۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، مجھے اللہ نے حکمت و نبوت سے نوازا اور اپنا رسول بنایا ہے، مجھ پر اپنے جس احسان کا تم ذکر کر رہے ہو تو وہ لائق ذکر نہیں ہے، اس لیے کہ تم نے تو میری پوری قوم یعنی بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ مجھے تو تم نے اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ تم نے اپنے گمان کے مطابق مجھے اپنا بیٹا بنانا چاہا تھا، یہ بھی تمھاری خود غرضی تھی۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَ مَا رَبُّ الْعٰلَمِينَ ﴿٢٣﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۖ إِنْ كُنْتُمْ مُّوقِنِينَ ﴿٢٤﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ أَلَا تَسْتَمِعُونَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٦﴾ قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِيٓ أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٨﴾

''فرعون نے کہا اور رب العالمین کیا چیز ہے؟ کہا جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور اس کا بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ اس نے ان لوگوں سے کہا جو اس کے اردگرد تھے، کیا تم سنتے نہیں؟ کہا جو تمھارا رب اور تمھارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔ کہا یقیناً تمھارا یہ پیغمبر، جو تمھاری طرف بھیجا گیا ہے، ضرور پاگل ہے۔ اس نے کہا جو مشرق و مغرب کا رب ہے اور اس کا بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے، اگر تم سمجھتے ہو۔''

فرعون نے پوچھا، وہ رب العالمین کہ جس کے تم دونوں رسول ہونے کا دعویٰ کر رہے ہو، وہ کون ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے؟ فرعون کے اس اسلوب کلام میں غایت درجہ تکبر اور اللہ تعالیٰ کی شان میں حد درجہ گستاخی عیاں تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ رب العالمین وہی ہے جو آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے، اگر تم کسی چیز پر یقین کرنا چاہتے ہو تو یہ بات بدرجۂ اولیٰ یقین کرنے کی ہے۔ اس لیے کہ اس کے دلائل آفتاب کی طرح روشن

ہیں۔فرعون موسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب سن کر سرداران قوم اور ارکانِ حکومت کی طرف متوجہ ہوا اور کبر وغرور کے ساتھ کہنے لگا کہ ذرا تم لوگ اس کی بات تو سنو، میں اس سے اس کے رب کی حقیقت پوچھ رہا ہوں اور وہ اس کے افعال بتا رہا ہے، یعنی میرے علاوہ کوئی رب العالمین ہے ہی نہیں تو وہ کیسے اپنے کسی دوسرے رب کی حقیقت بتا سکتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ وہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو اور اپنی پوری قوم کو دھوکا دے رہا ہے اور حقیقت کا اعتراف کرنے سے کترا رہا ہے، تو اس کی اور حاضرین مجلس کی مزید آنکھیں کھول دینے کے لیے انھوں نے کہا کہ وہی جو تمھارا رب ہے اور تمھارے گزشتہ آبا واجداد کا رب ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے صراحت کر دی کہ اے فرعون کے ماننے والو! تم رب العالمین کے ایک حقیر بندے فرعون کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ فرعون جب لاجواب ہو گیا تو اپنی قوم کو مطمئن کرنے کے لیے کہنے لگا کہ موسیٰ پاگل ہو گیا ہے اور اس کی بات پاگلوں کی بڑ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا کہ رب العالمین وہ ہے جو مشرق و مغرب اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے اور یہ بات اتنی واضح ہے کہ تھوڑی سی عقل رکھنے والا آدمی بھی اسے سمجھتا ہے۔یعنی اے فرعون! تمھاری عقل ماری گئی ہے کہ اتنی سادہ سی بات تمھیں سمجھ میں نہیں آتی۔

قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾

’’کہا یقیناً اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے ضرور ہی قید کیے ہوئے لوگوں میں شامل کر دوں گا۔کہا کیا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی واضح چیز لے آؤں؟ اس نے کہا تو اسے لے آ، اگر تو سچوں سے ہے۔‘‘

فرعون جب موسیٰ علیہ السلام کی اس معقول اور مدلل گفتگو سے بالکل لاجواب ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی دعوت کو پھیلانے کے لیے عزم صمیم کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں، تو ڈرانے اور دھمکانے والا طریقہ اختیار کیا جو ہمیشہ سے ان متکبروں کا طریقہ رہا ہے کہ جن کے پاس اپنے دعویٰ کی صداقت کے لیے دلائل نہیں ہوتے۔اس نے کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو اپنا معبود بنایا تو میں تمھیں جیل کی اندھیر کوٹھڑی میں ڈال دوں گا جہاں مر کر گل سڑ جاؤ گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اس کا جواب سن کر سمجھ لیا کہ فرعون ان کے دلائل کے سامنے بالکل لاجواب ہو گیا ہے اور اس میں ایک گونہ کمزوری آ گئی ہے۔اسی لیے انھوں نے نرم اسلوب اختیار کرتے ہوئے کہا کہ کیا میں تمھارے سامنے اللہ تعالیٰ کا معجزہ پیش کروں جو ثابت کر دے گا کہ میں اپنے دعویٰ میں بالکل سچا ہوں؟ تو فرعون نے کہا کہ ہاں! اگر سچے ہو تو پیش کرو۔

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾

"پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ واضح اژدہا تھی۔ اور اپنا ہاتھ نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید (چمکدار) تھا۔"

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی، تو وہ سچ مچ کا ایک سانپ بن کر دوڑنے لگی۔ مسند ابی یعلیٰ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک لمبی روایت میں ہے، وہ کہتے ہیں کہ وہ سانپ کچھ دیر کے بعد فرعون کی طرف بڑھنے لگا تو اس نے ڈر کے مارے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اسے پکڑ لو، موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑ لیا (تو وہ لاٹھی بن گیا۔) [مسند أبي یعلی: ۵۱۹/۲، ح: ۲۶۱۰]

اس کے بعد انھوں نے اپنے گریبان سے اپنا ہاتھ نکالا، تو وہ بغیر برص کی بیماری کے خوبصورت چمکتا ہوا نظر آنے لگا۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّ قِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾

"اس نے ان سرداروں سے کہا جو اس کے ارد گرد تھے، یقیناً یہ تو ایک بہت ماہر فن جادوگر ہے۔ جو چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے ساتھ تمھیں تمھاری سرزمین سے نکال دے، تو تم کیا حکم دیتے ہو؟ انھوں نے کہا اسے اور اس کے بھائی کو مؤخر رکھ اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیج دے۔ کہ وہ تیرے پاس ہر بڑا جادوگر لے آئیں، جو بہت ماہر فن ہو۔ تو جادوگر ایک مقرر دن کے طے شدہ وقت کے لیے جمع کر لیے گئے۔ اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم جمع ہونے والے ہو؟ شاید ہم ان جادوگروں کے پیروکار بن جائیں، اگر وہی غالب رہیں۔"

فرعون دونوں نشانیاں دیکھ کر تاڑ گیا کہ یہ کوئی مافوق العادت چیز ہے، لیکن اس نے اپنے ارد گرد فرعونیوں کو دھوکے میں ڈالنے کے لیے کہا کہ یہ تو کوئی بہت بڑا جادوگر ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمھاری سرزمین پر قابض ہو جائے اور تمھیں اس سے بے دخل کر دے۔ اس نے یہ بات موسیٰ علیہ السلام کے خلاف ان کے دلوں میں نفرت پھیلانے کے لیے کہی، تاکہ لوگ ان کی بات نہ مانیں۔ فرعون نے کہا کہ اس کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ فرعونیوں نے اس سے کہا کہ آپ ان دونوں بھائیوں کے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کیجیے اور حکم دے دیجیے کہ ملک کے تمام ماہر جادوگروں کو اکٹھا کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کے حکم کے مطابق فرعونیوں کی عید کے دن صبح کے وقت سارے جادوگر جمع ہو گئے۔ تمام لوگوں کو وقت پر جمع ہونے کی خوب ترغیب دلائی گئی تھی، تاکہ موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور موسیٰ کی شکست کا نظارہ کر کے اس پر ایمان نہ لائیں۔ لیکن ان کی اس جدوجہد

سے موسیٰ علیہ السلام کی خواہش پوری ہوئی کہ جب اللہ کا معجزہ ظاہر ہو تو سب لوگ اسے دیکھیں، تاکہ حق اور باطل ان کی آنکھوں کے سامنے عیاں ہو جائے۔

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَىِٕنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾

”پھر جب جادوگر آ گئے تو انھوں نے فرعون سے کہا کیا واقعی ہمارے لیے ضرور کچھ صلہ ہوگا، اگر ہم ہی غالب ہوئے؟ کہا ہاں اور یقیناً تم اس وقت ضرور مقرب لوگوں سے ہو گے۔“

جب تمام جادوگر مقابلے کے لیے میدان میں اکٹھے ہو گئے تو انھوں نے فرعون کو اپنی حیثیت کا احساس دلانے اور موقع سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لیے اس سے پوچھا کہ اگر ہم موسیٰ پر غالب آ گئے تو کیا ہمیں داد و دہش سے نوازا جائے گا؟ تو فرعون نے جواب دیا کہ تمھیں تمھاری اجرت بھی ملے گی اور مزید برآں تمھیں دربار کے خاص لوگوں میں شامل کر لیا جائے گا۔

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِيَّهُمْ وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾

”موسیٰ نے ان سے کہا پھینکو جو کچھ تم پھینکنے والے ہو۔ تو انھوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں اور انھوں نے کہا فرعون کی عزت کی قسم! بے شک ہم، یقیناً ہم ہی غالب آنے والے ہیں۔ پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ان چیزوں کو نگل رہی تھی جو وہ جھوٹ بنا رہے تھے۔“

جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ پہلے تم اپنی جادوگری کا مظاہرہ کرو گے یا ہم لوگ کریں؟ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ پہلے تم لوگ جو کرنا چاہتے ہو کرو۔ تو جادوگروں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں میدان میں ڈال دیں اور ڈالتے وقت فرعون کی عزت کی قسم کھا کر کہا کہ یقیناً میدان ہمارے ہاتھ میں رہے گا۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے پورا میدان سانپوں سے بھر گیا۔ موسیٰ علیہ السلام یہ خوفناک منظر دیکھ کر دل میں ڈر گئے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں بذریعہ وحی حکم دیا کہ آپ اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دیجیے، لاٹھی کا زمین پر ڈالنا تھا کہ وہ ایک ہیبت ناک سانپ بن کر جادوگروں کے تمام جھوٹے سانپوں کو نگل گئی۔

فَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ

اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۚ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۚ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ﴿۵۱﴾ ع ۲/۸

’’تو جادوگر نیچے گرا دیے گئے، اس حال میں کہ سجدہ کرنے والے تھے۔ انھوں نے کہا ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لے آئے۔ موسیٰ اور ہارون کے رب پر۔ کہا تم اس پر ایمان لے آئے، اس سے پہلے کہ میں تمھیں اجازت دوں، بلاشبہ یہ ضرور تمھارا بڑا ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے، سو یقیناً تم جلدی جان لو گے، میں ضرور ہر صورت تمھارے ہاتھ اور تمھارے پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹوں گا اور یقیناً تم سب کو ضرور بری طرح سولی دوں گا۔ انھوں نے کہا کوئی نقصان نہیں، بے شک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ بے شک ہم لالچ رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمارے لیے ہماری خطائیں معاف کرے گا، اس لیے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے بنے ہیں۔‘‘

جادوگر یہ منظر دیکھ کر فوراً ایمان لے آئے اور سجدہ میں گر گئے۔ انھیں یقین ہو گیا کہ یہ کوئی جادو نہیں بلکہ اللہ کا عطا کیا ہوا معجزہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں۔ جادوگروں نے کہا ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے ہیں، جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا رب ہے۔ جادوگروں کے یکا یک ایمان لانے سے فرعون ڈر گیا کہ کہیں پوری قوم نہ ایمان لے آئے اور وہ تنہا رہ جائے، اس لیے اس نے دھمکی دیتے ہوئے جادوگروں سے کہا کہ تم لوگ میری اجازت کے بغیر موسیٰ پر ایمان لے آئے ہو، اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ موسیٰ ہی وہ بڑا جادوگر ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے۔ فرعون نے کہا، تمھیں عنقریب اپنے کیے کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ میں تم میں سے ہر ایک کا ایک جانب کا ہاتھ اور دوسری جانب کا ایک پاؤں کاٹ دوں گا اور کھجور کے درختوں پر سولی دے کر لٹکا دوں گا۔ مسلمان ہونے والے جادوگروں نے اس کے جواب میں کہا کہ دنیاوی سزا سے ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوگا، بلکہ اگر ہم قتل کر دیے جائیں گے تو اپنے رب کے پاس اجر عظیم پائیں گے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہمارے کفر اور جادوگری کے گناہ کو اس وجہ سے معاف کر دے گا کہ حق واضح ہو جانے کے بعد ہم لوگ پوری قوم سے پہلے ایمان لے آئے ہیں۔

وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْۤ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۚ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۙ﴿۵۴﴾ وَ اِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۙ﴿۵۵﴾ وَ اِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ؕ﴿۵۶﴾

’’اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو رات کو لے چل، یقیناً تمھارا پیچھا کیا جائے گا۔ تو فرعون نے
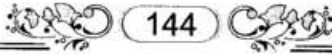
شہروں میں اکٹھا کرنے والے بھیج دیے۔ کہ بے شک یہ لوگ تو ایک تھوڑی سی جماعت ہیں۔ اور بلاشبہ یہ ہمیں یقیناً غصہ دلانے والے ہیں۔ اور بے شک ہم یقیناً سب چوکنے رہنے والے ہیں۔"

اس عظیم کامیابی کے کئی سال بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر رات کے وقت خشکی کے بجائے سمندر کی طرف چل پڑیں اور انھیں بتا دیا کہ فرعون اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آپ کا پیچھا کرے گا، لیکن آپ بڑھتے چلے جائیے گا، وہ لوگ آپ لوگوں کو نہیں پکڑ سکیں گے۔ فرعون کو جب خبر ہوئی تو اس نے اپنی فوجوں کو اکٹھا کرنے کا حکم دیا اور بنی اسرائیل کو ان کی نگاہوں میں کمزور ظاہر کرنے کے لیے کہا کہ ان کی تعداد ہی کیا ہے، ان کی حرکتوں نے ہمیں ناراض کر دیا ہے۔ فرعون نے کہا کہ ہم موسیٰ اور بنی اسرائیل کے مکر سے خوب واقف ہیں اور ان کے شر سے بچنے کے لیے چوکنا ہیں۔ اس لیے اے میری فوج کے جوانو! چلو انھیں جلد از جلد جا لیں اور گھیر کر واپس لائیں۔

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾

"تو ہم نے انھیں باغوں اور چشموں سے نکال دیا۔ اور خزانوں سے اور عمدہ جگہ سے۔ ایسے ہی ہوا اور ہم نے ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انھیں کشاں کشاں سرزمین مصر، اس کے باغات، نہروں، خزانوں اور عیش کی جگہوں سے دور کر کے موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے لگا دیا، اس طرح ہم نے انھیں ان کے گھروں، املاک اور جائدادوں سے الگ کر دیا اور بنی اسرائیل کو ان تمام چیزوں کا وارث بنا دیا۔

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾

"تو انھوں نے سورج نکلتے ان کا پیچھا کیا۔ پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا بے شک ہم یقیناً پکڑے جانے والے ہیں۔ کہا ہرگز نہیں! بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ مجھے ضرور راستہ بتائے گا۔"

فرعون اور اس کی فوج نے طلوعِ آفتاب کے وقت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا پیچھا کیا اور جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی مارے ڈر کے کہنے لگے کہ اب تو ہم پکڑ لیے گئے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے پورے ایمان و یقین کے ساتھ کہا کہ ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا، میرا رب میرے ساتھ ہے اور وہ راہ نجات کی طرف

ہدی ضرور راہنمائی کرے گا۔

﴿فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝﴾

’’تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مار، پس وہ پھٹ گیا تو ہر ٹکڑا بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا۔ اور وہیں ہم دوسروں کو قریب لے آئے۔ اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے، سب کو بچا لیا۔ پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ آپ اپنی لاٹھی سمندر کے پانی پر ماریے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا اور آل یعقوب کے بارہ گروہوں کے لیے سمندر میں بارہ راستے بن گئے اور پانی اونچے پہاڑ کی طرح دونوں کناروں پر کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ فرعون اور اس کی فوجوں کو سمندر کے قریب لاتا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی سمندر میں بنے راستوں سے گزر کر دوسری طرف چلے گئے، تو فرعون نے بھی اپنی فوج کے ساتھ انھی راستوں سے گزرنا چاہا اور جب وہ بیچ سمندر میں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کی طرح کھڑے پانی کو ان پر لوٹا دیا اور وہ سب کے سب ڈوب گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴾ [طٰہٰ : ۷۸] ’’پس فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا تو انھیں سمندر سے اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے انھیں ڈھانپا۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت کر کے) مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہود کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا: ’’یہ دن کیا (اہمیت رکھتا) ہے، جس کا تم روزہ رکھتے ہو؟‘‘ انھوں نے کہا، یہ ایک اچھا اور عظیم دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون سے نجات دلائی تھی، اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا اور ہم بھی اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہم موسیٰ علیہ السلام کے تمھاری نسبت زیادہ حق دار ہیں۔‘‘ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ [بخاري، كتاب الصوم، باب صوم يوم عاشوراء : ۲۰۰۴۔ مسلم، كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء : ۱۱۳۰]

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝﴾ ع ۸

’’بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بے شک تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، بے حد رحم والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ اور فرعون کا یہ واقعہ بہت ہی عبرت انگیز ہے اور اللہ کی عظیم قدرتوں کی دلیل ہے، نیز فرمایا کہ فرعونیوں میں سے چند ہی ایمان لائے، باقی سب فرعون ہی کی پیروی کرتے رہے، یہاں تک کہ غرقاب ہو گئے۔ آخر میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ کا رب ہر حال میں غالب ہے اور اپنے دشمنوں سے ضرور انتقام لیتا اور اپنے نیک بندوں پر رحم کرتا ہے اور انھیں تکلیف و مصیبت سے نجات دیتا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾

”اور ان پر ابراہیم کی خبر پڑھ۔ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ انھوں نے کہا ہم کچھ بتوں کی عبادت کرتے ہیں، پس انھی کے مجاور بنے رہتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ مشرکین قریش کو ابراہیم علیہ السلام کی داستانِ توحید سنا دیجیے، جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا کہ تم لوگ کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ ابراہیم علیہ السلام کے باپ اور ان کی قوم کے دیگر افراد نے فخر کے طور پر کہا کہ ہم بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور دن بھر ان کی عبادت میں لگے رہتے ہیں، یعنی رات کے وقت ستاروں کی اور دن میں انھی ستاروں کے مجسموں کی پرستش کرتے ہیں۔

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ : سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ سے حنین کی طرف نکلے، راستے میں بیری کے درخت کے پاس سے گزر ہوا، جہاں مشرکین و کفار مجاور بن کر بیٹھتے تھے اور وہاں اپنا اسلحہ لٹکاتے تھے، اس مقام کو ذات انواط کہا جاتا تھا (یعنی ایسا مقام جہاں چیزوں کو لٹکایا جائے) چنانچہ جب ہم بیری کے اس بہت بڑے سبز درخت کے پاس سے گزرے تو ہم (میں سے بعض لوگوں) نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی کوئی ایسا ہی آستانہ بنا دیجیے! اللہ کے رسول ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ”اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگوں نے بھی بالکل وہی بات کہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ (اے موسیٰ!) ہمارے لیے بھی کوئی مشکل کشا بنا دے، جس طرح کہ ان لوگوں کے مشکل کشا ہیں۔“ پھر آپ ﷺ نے (اپنے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: ”حقیقت حال یہ ہے کہ تم نادان لوگ ہو، یہ ایسے (شرکیہ و کفریہ) طور طریقے ہیں جو تم سے پہلے لوگوں نے اختیار کیے تھے اور تم بھی ایک ایک کر کے ان کو اپناتے چلے جاؤ گے۔“ [مسند أحمد : ۵/ ۲۱۸، ح : ۲۱۹۵۶۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لترکبن ...... الخ : ۲۱۸۰۔ ابن حبان : ۶۷۰۳۔ السنن الکبریٰ للنسائی : ۶/ ۳۴۶، ح : ۱۱۱۸۵]

قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا

كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

”کہا کیا وہ تمھیں سنتے ہیں، جب تم پکارتے ہو؟ یا تمھیں فائدہ دیتے، یا نقصان پہنچاتے ہیں؟ انھوں نے کہا بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کہ وہ ایسے ہی کرتے تھے۔“

ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ جب تم لوگ ان بتوں کو پکارتے ہو تو کیا یہ سنتے ہیں؟ یا تمھیں نفع پہنچا سکتے ہیں؟ یا اگر تم ان کی عبادت کرنا چھوڑ دو تو کیا یہ تمھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ اس سوال کا مقصد ان کے دین کا فساد ثابت کرنا تھا۔ اس لیے کہ اس کا جواب ان کے پاس اس کے سوا کچھ بھی نہیں تھا کہ واقعی یہ بت نہ ہماری پکار کا جواب دیتے ہیں اور نہ ہمیں نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، تو گویا ان کی عبادت لہو و لعب اور حماقت کے سوا کچھ بھی نہ تھی۔ اسی لیے مشرکین نے اپنے کفر و شرک پر اصرار کرتے ہوئے یہ جواب دیا کہ ہمارے باپ دادا ایسا ہی کرتے آئے ہیں، اس لیے ہم بھی ایسا ہی کریں گے اور اس پر سختی سے قائم رہیں گے۔

أَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ أَوْ يَضُرُّوْنَ : قبیلہ سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور وہ مسلمان ہو گئے، پھر وہ واپس اپنی قوم کے پاس گئے، تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ واپس جا کر سب سے پہلا جملہ جو انھوں نے اپنی زبان سے ادا کیا، وہ یہ تھا کہ لات اور عزیٰ (کس قدر) برے ہیں۔ لوگوں نے جب ضمام رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ سنا تو کہنے لگے، اے ضمام! (بزرگوں کی گستاخی سے) رک جا اور برص اور کوڑھ کی بیماریوں سے بچ اور بچ (کہ کہیں بزرگوں کی گستاخی سے) تو پاگل نہ ہو جائے! یہ سن کر ضمام رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم سے کہا، ہلاکت ہو تمھارے لیے! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ دونوں (مل کر بھی) نہ کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ کچھ سنوار سکتے ہیں، (سنو!) اللہ عزوجل نے ایک رسول بھیجا ہے اور اس پر ایک کتاب اتاری ہے، جن جہالتوں اور گمراہیوں میں تم پڑے ہو، اس کتاب کے ساتھ وہ تمھیں ان سے بچاتا ہے۔ [مسند أحمد : ۱/ ۲٦٤، ۲٦٥، ح : ۲۳۸٤۔ مستدرك حاكم : ۳/ ٥٤، ٥٥، ح : ٤۳۸۰]

قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾

”کہا تو کیا تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے۔ تم اور تمھارے پہلے باپ دادا۔ سو بلاشبہ وہ میرے دشمن ہیں، سوائے رب العالمین کے۔“

ابراہیم علیہ السلام نے کہا، پھر تم سب جان لو کہ جن بتوں کی تم اور تمھارے آبا و اجداد پرستش کرتے رہے ہیں، میری ان سب سے دشمنی ہے، سوائے رب العالمین کے، جو دنیا و آخرت میں میرا مولیٰ و آقا ہے۔ اس لیے میں صرف اسی کی

عبادت کرتا ہوں۔

قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا، ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرے لیے جائز نہیں ہے کہ میری شادی کسی مشرک سے ہو، اے ابوطلحہ! کیا تو نہیں جانتا ہے کہ یقیناً تمھارا معبود، جس کی تم عبادت کرتے ہو، اسے فلاں آدمی یا (فرمایا) فلاں قبیلے کا بڑھئی غلام تراشتا ہے اور اگر تم اس میں آگ بھڑکاؤ تو وہ یقیناً خاکستر ہو جائے؟ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، یہ سن کر ابوطلحہ چلے گئے اور یقیناً ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بات ان کے دل میں بیٹھ گئی، وہ جب کبھی ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر پیغام نکاح دیتے تو وہ انھیں یہی بات کہتیں، ایک دن وہ آئے اور کہا کہ جو دعوت تو نے مجھے دی تھی میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (پھر انھوں نے شادی کر لی اور) ام سلیم رضی اللہ عنہا کا مہر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ہی تھا، اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ [الطبقات الکبرٰی لابن سعد : ۸/۳۱۳، و إسناده صحیح]

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [الممتحنة : ٤] ''یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۷۹، ۸۰] ''کہنے لگا اے میری قوم! بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔ بے شک میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، ایک (اللہ کی) طرف ہو کر اور میں مشرکوں سے نہیں۔''

الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝۷۸ وَ الَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِ ۝۷۹ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝۸۰ وَ الَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝۸۱ وَ الَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝۸۲

''وہ جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے۔ اور وہی جو مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ اور وہ جو مجھے موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا۔ اور وہ جس سے میں طمع رکھتا ہوں کہ وہ جزا کے دن مجھے میری خطا بخش دے گا۔''

ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں صرف اس رب العالمین کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جو دین و دنیا کی بھلائی کی طرف میری راہنمائی کرتا ہے۔ جو کھلاتا اور پلاتا ہے، یعنی اس نے مجھے روزی دینے کے لیے تمام آسمانی اور

زمینی اسباب مہیا کیے، بادل بھیجا، پانی برسایا، زمین کو زندگی دی اور انواع واقسام کے پھل اور غذائی مادے پیدا کیے اور پانی کو صاف شفاف اور میٹھا بنایا جسے جانور اور انسان سبھی پیتے ہیں۔ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا دینے پر اس کے سوا کوئی قادر نہیں ہوتا۔ اس رب العالمین کی صفت یہ بھی ہے کہ وہی تمام انسانوں کو موت دیتا ہے اور قرب قیامت کے وقت وہ سب کو دوبارہ زندہ کرے گا اور اسی سے امید کی جاتی ہے کہ قیامت کے دن وہ میرے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾

”اے میرے رب! مجھے حکم عطا کر اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا۔“

ابراہیم علیہ السلام جب اپنے رب کی تعریف، اس کی حمد وثنا اور اس کی گوناگوں نعمتوں کو بیان کر چکے، تو انھوں نے اپنے رب سے دعا کی، نہایت عجز وانکسار سے کہا، اے میرے رب! مجھے علم وفہم میں کمال عطا فرما اور انبیاء کی طرح عمل صالح کی توفیق دے اور جنت میں مجھے ان کا ساتھی بنا، دوسروں کے لیے مجھے خیر کا نمونہ بنا اور آئندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھ۔

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾

”اور پیچھے آنے والوں میں میرے لیے سچی ناموری رکھ۔ اور مجھے نعمت کی جنت کے وارثوں میں سے بنا۔ اور میرے باپ کو بخش دے، یقیناً وہ گمراہوں میں سے تھا۔“

یعنی اس دنیا میں، میں ایسے اچھے کام کر سکوں کہ بعد میں آنے والے لوگ میرا ذکر اچھے الفاظ میں کیا کریں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا حرف بحرف قبول ہوگئی۔ دنیا کے اکثر اہل مذاہب ان کو اپنا دینی پیشوا سمجھتے ہیں، ان سے محبت کرتے اور ان کی تعریف بیان کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنی دعا میں یہ بھی کہا، میرے رب! مجھے بے شمار نعمتوں والی جنت کا وارث بنا، یعنی ان میں سے بنا جنھیں تو بغیر محنت ومشقت کیے جنت عطا فرمائے گا، جیسے انسان کو وراثت بغیر محنت کیے حاصل ہوتی ہے اور میرے رب! میرے باپ کی مغفرت فرما دے، اس لیے کہ اس نے جہالت ونادانی کی وجہ سے تیرے ساتھ غیروں کو شریک بنایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ﴾ [التوبة : ۱۱۴] ”اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا نہیں تھا مگر اس وعدہ کی وجہ سے جو اس نے اس سے کیا تھا، پھر جب اس کے لیے واضح ہوگیا کہ بے شک وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہوگیا۔ بے شک ابراہیم یقیناً بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔“ اور فرمایا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ

دُوْنِ اللّٰهِ ٘ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴾ [الممتحنة : ٤] ''یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھیں نہیں مانتے اور ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا (تمھارے لیے نمونہ نہیں) کہ بے شک میں تیرے لیے بخشش کی دعا ضرور کروں گا اور میں تیرے لیے اللہ سے کسی چیز (کے دلوانے) کا مالک نہیں ہوں، اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسا کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

''اور مجھے رسوا نہ کر، جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ جس دن نہ کوئی مال فائدہ دے گا اور نہ بیٹے۔ مگر جو اللہ کے پاس سلامتی والا دل لے کر آیا۔''

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ بھی کہا کہ میرے رب! جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے، اس دن لوگوں کے سامنے مجھے رسوا نہ کرنا، یا قیامت کے دن مجھے عذاب نہ دینا، جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد۔ صرف وہ آدمی جہنم کے عذاب سے بچ سکے گا جس کا دل دنیا میں کفر و شرک، نفاق اور دیگر مذموم اخلاق و عادات سے محفوظ ہو گا۔ ایسے ہی آدمی کا نیک عمل قیامت کے دن اس کے کام آئے گا۔

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ : یعنی قیامت کے دن، جب اگلے پچھلے سارے لوگ اٹھا کر کھڑے کیے جائیں گے، مجھے ذلت و رسوائی سے بچانا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ روایت بیان کی ہے، جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر سے قیامت کے دن ملاقات کریں گے تو آزر کے منہ پر سیاہی اور گرد و غبار ہو گا۔ ابراہیم علیہ السلام اس سے کہیں گے کہ کیا میں نے (دنیا میں) تم سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟ ان کا باپ آزر کہے گا، آج میں تمھاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس وقت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے، اے اللہ! تو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا تو اس سے بڑھ کر اور کیا رسوائی ہو گی کہ آج میرا والد تیری رحمت سے سب سے زیادہ دور ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے۔ پھر (ابراہیم علیہ السلام کو تسلی دینے کے لیے) کہا جائے گا، اے ابراہیم! تمھارے پاؤں کے نیچے کیا چیز ہے؟ ابراہیم علیہ السلام (نیچے نظر کریں گے تو) دیکھیں گے کہ نجاست میں لتھڑا ہوا ایک بجو ہے، چنانچہ اس کو پاؤں سے پکڑ کر دوزخ

میں ڈال دیا جائے گا۔“ [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ واتخذ الله إبراهيم خليلاً ﴾ : ٣٣٥٠]

وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٩٠﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿٩١﴾ وَ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَ الْغَاوٗنَ ﴿٩٤﴾ وَ جُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿٩٥﴾

”اور متقی لوگوں کے لیے جنت قریب لائی جائے گی۔ اور گمراہ لوگوں کے لیے بھڑکتی آگ ظاہر کر دی جائے گی۔ اور ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جنھیں تم پوجتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کیا وہ تمھاری مدد کرتے ہیں، یا اپنا بچاؤ کرتے ہیں؟ پھر وہ اور تمام گمراہ لوگ اس میں اوندھے منہ پھینک دیے جائیں گے۔ اور ابلیس کے تمام لشکر بھی۔“

قیامت کے دن جنت نیک بختوں کے قریب کر دی جائے گی، جسے دیکھ کر وہ خوش ہوں گے اور جہنم بدبختوں کے سامنے کر دی جائے گی، جسے دیکھ کر غم وحسرت سے ان کے دل پارہ پارہ ہوں گے۔ جہنمیوں سے کہا جائے گا کہ جن معبودوں کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے وہ کہاں چلے گئے؟ انھیں ہمارے سامنے لاؤ، کیا آج وہ تم سے یا اپنے آپ سے عذاب کو ٹال سکیں گے؟ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھیں اور ان کی عبادت کرنے والے گمراہوں کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، جس میں لڑھکتے ہوئے اس کی آخری کھائی تک پہنچ جائیں گے۔ ان کے ساتھ ابلیس کے ان پیروکاروں اور مددگاروں کو بھی اس میں ڈال دیا جائے گا، جو لوگوں کو شرک و معاصی، زمین میں فساد اور ارتکاب جرائم پر ابھارتے تھے۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿٣١﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿٣٢﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿٣٣﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴾ [ق : ٣١ تا ٣٤] ”اور جنت پرہیز گاروں کے لیے قریب کر دی جائے گی، جو کچھ دور نہ ہوگی۔ یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اس شخص کے لیے جو بہت رجوع والا، خوب حفاظت کرنے والا ہو۔ جو رحمان سے بغیر دیکھے ڈر گیا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔ اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہی ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔“

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ : سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ اتنے میں دو آدمی آپ کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک مفلسی کی شکایت کرتا تھا اور دوسرا رہزنی کا شاکی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”رہزنی کا حال تو یہ ہے کہ تم پر زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ ایک قافلہ مکہ کی طرف روانہ ہوگا اور اس کے ساتھ کوئی محافظ نہیں ہوگا۔ رہی مفلسی تو قیامت اس وقت تک برپا نہیں ہوگی جب تک (منظر یہ نہ ہو کہ) تم میں سے کوئی شخص اپنی خیرات لیے ہوئے گھومے گا تو اسے ایسا کوئی آدمی نہیں ملے گا جو اسے قبول کر لے۔ پھر (قیامت کے دن) تم میں

سے کوئی شخص اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا، اس حالت میں کہ اس کے اور اللہ کے درمیان نہ کوئی پردہ ہوگا اور نہ کوئی ترجمان۔ تب اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ کیا میں نے دنیا میں تجھے مال نہیں دیا تھا؟ وہ عرض کرے گا، کیوں نہیں، (بے شک تو نے مال دیا تھا) پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں نے (دنیا میں) تیری طرف رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ عرض کرے گا، کیوں نہیں، (بے شک تو نے رسول بھیجا تھا)۔ پھر وہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو آگ ہوگی اور بائیں طرف دیکھے گا تو آگ ہوگی، تو تم میں سے ہر شخص کو آگ سے بچنا چاہیے، اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی، اگر یہ بھی نہ ملے تو اچھی بات کہہ کر ہی سہی۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقة قبل الرد : ۱۴۱۳]

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ : ثقہ تابعی مجاہد بن جبر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے آقا عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں میرے پاس ایک پتھر تھا، جسے ہم نے اپنے ہاتھ سے تراشا تھا اور جس کی میں اللہ کے علاوہ عبادت کرتا تھا، میں خالص وعمدہ دودھ لے کر آتا، جو میرے نزدیک سب سے زیادہ قیمتی ہوتا تھا اور اس بت پر بہا دیتا، پھر کتا آتا اور (مزے لے کر) اسے چاٹ لیتا اور پھر وہیں ٹانگ اٹھا کر پیشاب کر دیتا۔ [مسند أحمد : ۴۲۵/۳، ح : ۱۵۵۱۰۔ مستدرك حاكم : ۴۵۸/۱، ح : ۱۶۸۳]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے روز جہنم (میدان حشر میں) لائی جائے گی، تو اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ کو ستر ہزار فرشتے کھینچ رہے ہوں گے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منه : ۲۸۴۲]

قَالُوْا وَ هُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَ مَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ لَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾

''وہ کہیں گے جب کہ وہ اس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ اللہ کی قسم! بے شک ہم یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ جب ہم تمھیں جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے۔ اور ہمیں گمراہ نہیں کیا مگر ان مجرموں نے۔ اب نہ ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والے ہیں۔ اور نہ کوئی دلی دوست۔''

مشرکین اپنے معبودوں کے ساتھ جہنم میں جھگڑیں گے اور کہیں گے، اللہ کی قسم! ہم جو تمھیں رب العالمین کے برابر سمجھتے تھے اور تمھاری عبادت کرتے تھے، تو ہم کھلی گمراہی میں تھے اور ہماری گمراہی کے ذمہ دار تم ہی ہو۔ تم نے ہی ہمیں شرک و کفر اور گمراہی و سرکشی پر ابھارا، خود بھی ڈوبے اور ہمیں بھی لے ڈوبے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل شرک جہنمیوں کا قول نقل کیا ہے: ﴿ وَ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴾ [الأحزاب : ۶۷] ''اور کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انھوں نے ہمیں اصل راہ سے گمراہ کر

دیا۔'' دنیا میں جنھیں ہم اپنا سفارشی اور مخلص دوست سمجھتے تھے، آج وہ سب کے سب غائب ہیں۔ مشرکین اپنے بتوں کے بارے میں اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ اللہ کے دربار میں ان کے سفارشی بنیں گے اور انسانوں کے کچھ شیاطین دنیا میں ان کے بڑے پکے دوست تھے۔ میدانِ محشر میں کوئی بھی ان کے کام نہیں آئے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [الزخرف : ٦٧] ''سب دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی لوگ۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۙ۝ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۙ۝ وَ لَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۚ۝ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ۙ۝ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيْهِ ۙ۝ وَ فَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۙ۝ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۙ۝ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۙ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۚۖ۝ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلّٰى ۙ۝ وَ جَمَعَ فَاَوْعٰى ﴾ [المعارج : ٨ تا ١٨] ''جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہیں پوچھے گا۔ حالانکہ وہ انھیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم چاہے گا کاش کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے خاندان کو، جو اسے جگہ دیا کرتا تھا۔ اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں، پھر اپنے آپ کو بچا لے۔ ہرگز نہیں! یقیناً وہ (جہنم) ایک شعلہ مارنے والی آگ ہے۔ منہ اور سر کی کھال کو اتار کھینچنے والی ہے۔ وہ (ہر) اس شخص کو پکارے گی جس نے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا۔ اور (مال) جمع کیا اور اسے بند رکھا۔''

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰۲

''تو کاش کہ واقعی ہمارے لیے واپس جانے کا ایک موقع ہو، تو ہم مومنوں میں سے ہو جائیں۔''

مشرکین جہنم میں غایت حزن و ملال کے ساتھ کہیں گے، اے کاش! ہم دوبارہ دنیا میں لوٹائے جاتے تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتے اور رسول کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے، لیکن ان کی یہ تمنا ایسی ہوگی جو کبھی پوری نہیں ہوگی۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۰۳ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۱۰۴

''بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان والے نہیں تھے۔ اور بے شک تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔''

یعنی ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کا جو واقعہ ابھی بیان کیا گیا ہے، اس میں صاحب بصیرت انسان کے لیے بڑی عبرت کی باتیں ہیں۔ انھوں نے کس خوش اسلوبی کے ساتھ لوگوں کے سامنے اپنی دعوت پیش کی، کس قدر صبر و تحمل اور بردباری

سے کام لیا اور مسئلہ توحید کی کیسی عمدہ وضاحت کی، یہ اور ان کے علاوہ بہت سی مفید نصیحتیں اس واقعے سے حاصل ہوتی ہیں، لیکن دعوتِ ابراہیمی کی ان تمام خوبیوں کے باوجود ان کی قوم کے بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے۔ اگلی آیت میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ کا رب ہر حال میں غالب ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جیسا چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ اس کے بندے اگر اس کی طرف رجوع کریں اور اس کی عبادت میں مخلص ہوں، تو وہ نہایت مہربان ہے، انھیں بے شمار نعمتوں والی جنت میں داخل کرے گا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾

”نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں؟ بے شک میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، میری اجرت تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔“

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے و رسول نوح علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا ہے، بتوں کی پوجا پاٹ شروع ہونے کے بعد یہ پہلے رسول تھے جنھیں اہل زمین کی طرف بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا، اس لیے کہ تمام انبیاء و رسل کی دعوت ایک تھی، سب نے شرک کی نفی کی، لوگوں کو توحید کی طرف بلایا۔ اس لیے جس نے ایک نبی کو جھٹلایا اس نے گویا تمام انبیاء کو جھٹلا دیا۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا، کیا تمھیں اللہ کا ڈر نہیں لگتا کہ بتوں کی پرستش کرتے اور اس کے رسول کو جھٹلاتے ہو؟ اللہ نے مجھے تمھارے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور جو کچھ مجھے بذریعہ وحی بتلایا جاتا ہے، وہ میں پوری امانت کے ساتھ تم تک پہنچاتا ہوں۔ اس لیے اللہ کے عذاب سے ڈرو، کفر کی راہ اختیار نہ کرو، میری تکذیب نہ کرو، جن باتوں کا میں تمھیں حکم دیتا ہوں ان پر عمل کرو۔ اللہ پر ایمان لے آؤ، شرک کرنا چھوڑ دو اور اللہ کے نازل کردہ دین کے مطابق زندگی گزارو۔ میں جو تمھیں اللہ کے دین کی تبلیغ کرتا ہوں تو اس کی میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میں اپنے اجر و ثواب کی امید اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہوں، اس لیے اللہ کے عذاب سے ڈرو اور میری بات مانو۔

قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قَالَ وَ مَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾

''انھوں نے کہا کیا ہم تجھ پر ایمان لے آئیں، حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ لگے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں۔ اس نے کہا اور مجھے کیا علم کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں۔ ان کا حساب تو میرے رب ہی کے ذمے ہے، اگر تم سمجھو۔ اور میں ایمان والوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں۔ میں نہیں ہوں مگر ایک کھلم کھلا ڈرانے والا۔''

قوم نوح نے جواب دیا کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے، نہ تمھاری پیروی کریں گے اور نہ تم پر ایمان لانے والے ان گھٹیا لوگوں کو اپنے لیے نمونہ قرار دیں گے جنھوں نے تمھاری اتباع و تصدیق کی ہے، کیونکہ وہ تو ہمارے ذلیل لوگ ہیں۔ ان کے نزدیک عزت و شرف کا معیار مال و جاہ تھا، نہ کہ بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق۔ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ مال و دولت والے دنیا داروں نے اللہ کے دین اور بلند اخلاق و کردار کی پروا نہ کی اور غریبوں اور کمزوروں کو گھٹیا اور رذیل سمجھا۔ حالانکہ انھی کمزوروں نے آگے بڑھ کر اللہ کے دین کو گلے سے لگایا اور اونچے کردار اور اچھے اخلاق کو مال و دولت پر ترجیح دی۔ تاریخ شاید ہے کہ انبیاء کی پیروی کرنے والے زیادہ تر غریب اور کمزور لوگ ہوتے تھے، جبکہ دولت مند لوگ اپنے کبر و غرور کی وجہ سے پیچھے رہ جاتے تھے اور کہتے تھے کہ جس دین کی اتباع حقیر و فقیر لوگ کر رہے ہیں، وہ سچا اور برحق دین کیسے ہوسکتا ہے؟ نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے لوگوں کے اعمال جاننے کا پابند نہیں بنایا گیا ہے کہ کون کیا کرتا ہے؟ کون مال دار ہے اور کون فقیر؟ کس کے دل میں کیا ہے، اس کا علم اللہ کو ہے اور وہی اپنے بندوں کا حساب لے گا۔ مجھے تو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کو بغیر کسی امتیاز کے اللہ کے دین کی طرف بلاؤں۔ اے میری قوم کے لوگو! اگر تمھیں ان باتوں کا شعور ہوتا تو تم لوگوں کی صنعت و حرفت اور ان کی مال داری اور غریبی کو حق و باطل کے درمیان امتیاز کا معیار نہ سمجھتے۔ میں تمھاری یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ غریب مسلمانوں کو اپنے پاس سے بھگا دوں، میں تو تمھیں اللہ کے عذاب سے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ ﴿۱۱۶﴾

''انھوں نے کہا اے نوح! یقیناً اگر تو باز نہ آیا تو ہر صورت سنگسار کیے گئے لوگوں سے ہو جائے گا۔''

جیسا کہ ہمیشہ سے کافر و مشرک قوموں کا شیوہ رہا ہے کہ جب انھیں اپنے دعویٰ کی صداقت کے لیے کوئی دلیل و حجت نہیں ملی، تو وہ متکبرانہ انداز گفتگو اور دھمکی پر تل گئے۔ انھوں نے کہا کہ اے نوح! اگر تم نے ہمارے دین کی عیب جوئی اور ہمارے معبودوں کو برا کہنا بند نہ کیا تو ہم تمھیں پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ۚ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِیْ وَ مَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۸﴾

’’اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ پس تو میرے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور میرے ساتھ جو ایمان والے ہیں، انھیں بچا لے۔‘‘

نوح علیہ السلام نو سو پچاس سال تک اپنی قوم کو دعوت توحید دیتے رہے، لیکن ظالم قوم اپنے کفر و شرک پر مصر رہی، تو بالآخر انھوں نے اپنے رب سے مناجات کرتے ہوئے کہا کہ میرے رب! میری قوم نے مجھے یکسر جھٹلا دیا ہے، اب ان کی اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں ہے، اس لیے میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے اہل ایمان ساتھیوں کو اس عذاب سے بچا لے جس کے ذریعے سے تو ظالموں کو ہلاک کرے گا۔ اس کیفیت سے متعلق دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴾ [المؤمنون : ۲٦] ’’اس نے کہا اے میرے رب! میری مدد کر، اس لیے کہ انھوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا وَ لَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴾ [هود : ۳٦، ۳۷] ’’اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ تیری قوم میں سے کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا مگر جو ایمان لا چکا، پس تو اس پر غمگین نہ ہو جو وہ کرتے رہے ہیں۔ اور ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا اور مجھ سے ان کے بارے میں بات نہ کرنا جنھوں نے ظلم کیا، یقیناً وہ غرق کیے جانے والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴾ [هود : ٤٠] ’’یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور ابل پڑا تو ہم نے کہا اس میں ہر چیز میں سے دو قسمیں (نر و مادہ) دونوں کو اور اپنے گھر والوں کو سوار کر لے، سوائے اس کے جس پر پہلے بات ہو چکی اور ان کو بھی جو ایمان لے آئے اور اس کے ہمراہ تھوڑے سے لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا۔‘‘

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾ ع

’’تو ہم نے اسے اور ان کو جو اس کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں تھے، بچا لیا۔ پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بلاشبہ تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سن لی، انھیں اور ان لوگوں کو نجات دے دی جو کشتی میں سوار ہو گئے تھے، جبکہ باقی تمام لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے اس واقعہ سے بہت سی نصیحتیں حاصل ہوتی ہیں، جن سے قوم نوح نے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا، اسی لیے ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لائے۔ آخری آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب

کرکے کہا گیا ہے کہ آپ کا رب ہر حال میں غالب ہے، وہ اپنے دشمنوں سے ضرور انتقام لیتا اور اپنے نیک بندوں پر مہربان ہوتا ہے، اسی لیے انھیں عذاب نہیں دیتا۔

كَذَّبَتْ عَادُ ۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

''عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمھارے لیے ایک امانتدار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، میری اجرت تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول ہود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے بھی اپنی قوم عاد کو دعوت دی، آپ کی قوم سرزمین احقاف میں رہتی تھی، احقاف حضرموت کے قریب بلاد یمن سے ملے ہوئے ریت کے پہاڑ تھے، ان کا زمانہ قوم نوح کے بعد ہے۔ قوم عاد نے ہود علیہ السلام کی تکذیب کر کے گویا تمام انبیاء کی تکذیب کر دی۔ اس لیے کہ سب کی دعوت ایک تھی۔ ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے ان سے کہا کہ کیا تمھیں اللہ کے عذاب کا ڈر نہیں کہ اس کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہو اور معاصی کا ارتکاب کرتے ہو؟ مجھے اللہ نے تمھارے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے، تاکہ اس کا دین تم کو پہنچا دوں اور میں اس بارے میں پورے طور پر امانت دار ہوں، اپنی طرف سے کچھ گھٹاتا بڑھاتا نہیں ہوں، اس لیے اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو اور دیکھو! میں دعوت و تبلیغ کے کام کا تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، مجھے اپنے اجر و ثواب کی امید رب العالمین سے ہے۔ اس لیے کہ اسی نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اسی نے مجھے یہ ذمہ داری سونپی ہے۔

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳۵﴾

''کیا تم ہر اونچی جگہ پر ایک یادگار بناتے ہو؟ اس حال میں کہ لاحاصل کام کرتے ہو۔ اور بڑی بڑی عمارتیں بناتے ہو، شاید کہ تم ہمیشہ رہو گے۔ اور جب تم پکڑتے ہو تو بہت بے رحم ہو کر پکڑتے ہو۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور اس سے ڈرو جس نے ان چیزوں سے تمھاری مدد کی جنھیں تم جانتے ہو۔ اس نے چوپاؤں اور بیٹوں کے ساتھ تمھاری مدد کی۔ اور باغوں اور چشموں کے ساتھ۔ یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''

ہود علیہ السلام نے نصیحت جاری رکھتے ہوئے کہا، تم آخرت سے کتنے غافل اور دنیا میں کس قدر منہمک ہو گئے ہو کہ آپس

میں فخر و مباہات اور محض لہو ولعب کی نیت سے ہر اونچی جگہ اونچے اونچے مکانات اور محلات تعمیر کرتے ہو، وقت، قوتِ جسمانی اور اپنی دولت کا زیاں کرتے ہو۔ تمھاری کوتاہ بینی کا یہ حال ہے کہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہو، اسی لیے تو اونچے اونچے مکانات و محلات بناتے ہو اور دل میں ہمیشگی کی زندگی کی امید لگا کر فکر آخرت اور اپنے انجام سے بالکل غافل ہو۔ تمھارے دل کی سختی کا یہ عالم ہے کہ دوسروں پر بے رحم ظالموں اور جابروں کی طرح چڑھ دوڑتے ہو۔ کمزوروں اور ناتوانوں پر تمھیں رحم کرنا نہیں آتا۔ اس لیے اگر تم دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتے ہو تو ان قبیح اور برے اوصاف سے اپنے آپ کو پاک کرو، ظلم و بربریت، تمرد و سرکشی اور کبر و غرور سے تائب ہو جاؤ۔ اللہ کی گرفت سے ڈرو اور میری بات مانو۔ اس اللہ سے ڈرو جس نے تمھیں وہ سب کچھ دیا ہے جس کا تمھیں علم ہے۔ اس نے تمھیں اونٹ، گائے اور بکریاں دی ہیں، اولاد عطا کی ہے، باغات دیے ہیں اور پانی کے چشمے دیے ہیں جن کا پانی پیتے ہو، اس سے طہارت حاصل کرتے ہو اور اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے ہو۔ اے میری قوم کے لوگو! واقعہ یہ ہے کہ تمھارے شرک و معاصی کی وجہ سے میں تمھارے بارے میں دنیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دنیا میں وہ لوگ ہلاک کر دیے گئے اور آخرت کا عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے۔

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾ ع

"انھوں نے کہا ہم پر برابر ہے کہ تو نصیحت کرے، یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ نہیں ہے یہ مگر پہلے لوگوں کی عادت۔ اور ہم قطعاً عذاب دیے جانے والے نہیں۔ پس انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بلاشبہ تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ہود علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو ڈرایا، ترغیب و ترہیب کے ساتھ ہر طرح سمجھایا اور ان کے سامنے حق کو بالکل واضح اور نمایاں کر دیا تو انھوں نے ہود علیہ السلام کو جواب دیا کہ تم ہمیں چاہے نصیحت کرو یا نہ کرو، ہم اپنے دین و مذہب سے پھرنے والے نہیں ہیں۔ بتوں کی پرستش کرنا، اونچے مکانات بنانا اور ہماری دوسری عادتیں، ہمیں اپنے آبا و اجداد سے ملی ہیں۔ ان کی وجہ سے ہم پر کوئی عذاب نہیں اترے گا اور مرنے کے بعد دوسری زندگی کا ہم تصور کرنے سے عاجز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قوم عاد نے ہود علیہ السلام کی تکذیب، مخالفت اور دشمنی کو جاری رکھا تو اللہ تعالیٰ

نے انھیں ہلاک کر دیا۔ بے شک ان کی اس پوری کہانی میں مشرکین مکہ کے لیے درس عبرت ہے کہ اگر وہ بھی اپنے کفر پر مصر رہے اور نبی آخر الزماں کی تکذیب کرتے رہے، تو کہیں ان کا انجام بھی قوم عاد جیسا نہ ہو۔ آخری آیت میں فرمایا کہ اللہ ہر حال میں غالب ہے، اسی لیے اس نے ظالموں کو پکڑ لیا اور انھیں دردناک عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر دیا۔ وہ چونکہ مہربان بھی ہے، اس لیے اس عذاب سے اپنے نیک بندوں کو نجات دے دی۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴾ [الحاقة : ٦ تا ٨] ”اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری مدد صبا (مشرقی ہوا) کے ذریعے سے کی گئی اور عاد کو دبور (مغربی ہوا) کے ذریعے سے تباہ کیا گیا۔“ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قوله : ﴿وهو الذی یرسل الریاح ...... الخ﴾ : ٣٢٠٥۔ مسلم، کتاب صلاة الاستسقاء، باب فی ریح الصباء والدبور : ٩٠٠]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب تیز ہوا چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے : « اَللّٰهُمَّ ! اِنِّیْ اَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَ خَيْرَ مَا فِيْهَا وَ خَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ، وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا، وَ شَرِّ مَا فِيْهَا وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ » ”اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اور جو کچھ دے کر وہ بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں، اور میں اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اور جو کچھ دے کر وہ بھیجی گئی ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“ اور عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آسمان پر بادل چھا جاتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو جاتا، آپ کبھی باہر تشریف لے جاتے اور کبھی اندر تشریف لاتے، (پریشانی کی حالت میں) کبھی آتے کبھی جاتے، پھر جب بارش نازل ہو جاتی تو آپ کی پریشانی دور ہو جاتی۔ کہتی ہیں کہ میں نے یہ کیفیت محسوس کر کے دریافت کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عائشہ! (میں ڈرتا ہوں کہ) کہیں (اس قوم کے ساتھ) ایسا نہ ہو، جیسا (قوم عاد کے ساتھ ہوا تھا) قوم عاد نے کہا تھا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ﴾ [الأحقاف : ٢٤] ”تو جب انھوں نے اسے ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔“ [مسلم، کتاب صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤیة الریح ...... الخ : ١٥/٨٩٩]

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

’’ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمھارے لیے ایک امانتدار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، میری اجرت تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے یہاں صالح علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے انھیں ان کی قوم ثمود کی طرف بھیجا۔ انھوں نے انھیں دعوت دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں جو پیغام ملے اس کی اطاعت کریں، مگر انھوں نے انکار کر دیا اور ان کی تکذیب و مخالفت شروع کر دی۔ صالح علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تمھیں اللہ کے عذاب سے ڈر نہیں لگتا کہ اس کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہو اور دیگر معاصی کا ارتکاب کرتے ہو؟ مجھے اللہ نے تمھارے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے، تاکہ تم تک اس کا دین پہنچاؤں اور میں اس بارے میں پورے طور پر امانت دار ہوں، اپنی طرف سے کچھ گھٹاتا بڑھاتا نہیں ہوں۔ اس لیے اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو اور دیکھو، میں دعوت و تبلیغ کے کام کا تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ مجھے اپنے اجر و ثواب کی امید رب العالمین سے ہے، اس لیے کہ اسی نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَ لَا تُطِيْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

’’کیا تم ان چیزوں میں جو یہاں ہیں، بے خوف چھوڑ دیے جاؤ گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ اور کھیتوں اور کھجوروں میں، جن کے خوشے نرم و نازک ہیں۔ اور تم پہاڑوں سے تراش کر گھر بناتے ہو، اس حال میں کہ خوب ماہر ہو۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور حد سے بڑھنے والوں کا حکم مت مانو۔ وہ جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔‘‘

صالح علیہ السلام نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، کیا تمھارا گمان ہے کہ تم ہمیشہ یونہی امن و سکون کے ساتھ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے رہو گے؟ باغوں، چشموں، کھیتوں اور کھجوروں سے فائدہ اٹھاتے رہو گے؟ اور پہاڑوں کو کاٹ کر مکانات بناتے رہو گے؟ یہ تمھاری بھول ہے، ہمیشہ کے لیے اس حال میں نہیں رہو گے۔ ایک دن آئے گا کہ موت تمھیں آ دبوچے گی اور اس کے بعد قیامت آئے گی۔ جس دن ہر انسان کی طرح تمھیں اپنے کرتوتوں کا حساب چکانا ہوگا۔ اس لیے اللہ کی گرفت اور اس کے عذاب سے ڈرو اور میری بات مانو، ان لوگوں کی بات نہ مانو جو حد سے تجاوز

کر گئے ہیں اور جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور بھلائی کا کوئی کام نہیں کرتے۔

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾

''انھوں نے کہا تو تو انھی لوگوں سے ہے جن پر زبردست جادو کیا گیا ہے۔ تو نہیں ہے مگر ہمارے جیسا ایک آدمی، پس کوئی نشانی لے آ، اگر تو سچوں سے ہے۔ اس نے کہا یہ ایک اونٹنی ہے، اس کے لیے پانی پینے کی ایک باری ہے اور تمھارے لیے ایک مقرر دن کی باری ہے۔ اور اسے کسی برائی سے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ تمھیں ایک بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔

صالح علیہ السلام کی اس طویل دعوت کا ان کی قوم پر کوئی اثر نہ ہوا، انھوں نے جواب میں کہا کہ تم پر تو جادو کر دیا گیا ہے جس کے زیر اثر تمھاری عقل ماری گئی ہے اور ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔ تم ہمارے ہی جیسے ایک انسان ہو اور دعویٰ کر بیٹھے ہو کہ اللہ نے تمھیں ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اس لیے زبانی دعویٰ سے کام نہیں چلے گا، اپنی صداقت پر کوئی دلیل پیش کرو۔ کہا جاتا ہے کہ صالح علیہ السلام نماز پڑھتے رہے اور دعا کرتے رہے، لوگ دیکھتے رہے کہ اچانک پہاڑ پھٹا اور اس سے ایک عظیم الخلقت اونٹنی برآمد ہوئی، تو صالح علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ اونٹنی میری صداقت کی دلیل ہے اور چشمے سے اس کے پانی پینے کا ایک دن مقرر ہے، اس دن تم اس چشمہ سے نہیں پیو گے اور تمھارے پینے کا ایک دوسرا دن مقرر ہے۔ اس دن اس سے صرف تم لوگ پانی پیو گے، یہ اونٹنی نہیں پیے گی اور تم لوگ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچانا، نہ مارنا، نہ ذبح کرنا اور نہ اسے اس کے مقرر دن میں پانی پینے سے روکنا۔ اگر ان باتوں میں سے کسی ایک کی بھی خلاف ورزی کرو گے تو تم پر اللہ کا بڑا عذاب نازل ہو جائے گا۔

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾

''تو انھوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں، پھر پشیمان ہو گئے۔ تو انھیں عذاب نے پکڑ لیا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بلاشبہ تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔''

قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کی بات نہیں مانی، ان کو جھٹلا دیا اور ان کی نافرمانی کرتے ہوئے پہلے اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیے اور جب بیٹھ گئی تو اسے ہلاک کر دیا۔ تب صالح علیہ السلام نے کہا کہ اب تمھاری ہلاکت و بربادی یقینی ہو گئی۔ تین دن تک اپنے گھروں میں مزے کر لو، یہ سن کر اور عذاب کے آثار دیکھ کر لوگ اپنی ندامت کا اظہار کرنے لگے، لیکن ایسی ندامت کا

اب کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ان کی زمین پر بہت زبردست زلزلہ طاری ہو گیا اور زبردست چیخ پیدا ہوئی جس سے ان کے دل پھٹ گئے اور انھیں ایسی صورت حال پیش آئی جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی اور وہ اپنے گھروں میں مرے پڑے رہ گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ۝ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴾ ''تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ بے شک ہم نے ان پر ایک ہی چیخ بھیجی تو وہ باڑ لگانے والے کی کچلی، روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو گئے۔'' [القمر : ۳۰، ۳۱]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام حجر سے گزرے تو فرمایا: ''معجزات کا مطالبہ نہ کرو، صالح علیہ السلام کی قوم نے معجزے کا مطالبہ کیا تھا تو وہ (اونٹنی کی صورت میں) ظاہر ہو گیا۔ وہ اس راہ سے پانی پینے آتی تھی اور اس راہ سے واپس جاتی تھی۔ انھوں نے اپنے رب کا حکم نہ مانتے ہوئے سرکشی کی اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ ایک دن وہ اونٹنی ان کا پانی پیتی تھی اور دوسرے دن وہ اس کا دودھ پیتے تھے۔ جب انھوں نے اس کو مار ڈالا تو ان پر ایسی سخت چیخ کا عذاب آیا جس سے وہ تمام لوگ ہلاک ہو گئے، صرف ایک آدمی بچا جو اس وقت اللہ عزوجل کے حرم میں تھا۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کون تھا؟ فرمایا: ''وہ ابو رغال تھا، لیکن جب وہ حرم کی حدود سے نکلا تو وہ بھی اسی عذاب کی لپیٹ میں آ گیا جو اس کی قوم پر آیا تھا۔'' [مسند أحمد : ۳/ ۲۹٦، ح : ۱٤۱٦۸]

سیدنا عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے دوران میں صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا اور اسے قتل کرنے والے کا ذکر کیا اور فرمایا: ''اسے قتل کرنے کے لیے ایک مفسد و بدبخت (قدار نامی) شخص اٹھا، جو اپنی قوم میں غالب و طاقتور تھا، جیسے (قریش میں) ابو زمعہ ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ ﴿ والشمس و ضحاھا ﴾ : ٤٩٤۲]

آیت نمبر (۱۵۸) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس واقعہ سے درس عبرت ملتا ہے اور قوم ثمود کے اکثر لوگ ایمان نہیں لائے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کا رب ہر حال میں غالب ہے، اسی لیے اس نے ظالموں کو پکڑ لیا۔ وہ نہایت مہربان بھی ہے، اسی لیے اس نے اس عذاب سے اپنے نیک بندوں کو بچا لیا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۶۰ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۱۶۱ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝۱۶۲ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝۱۶۳ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶۴ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶۵ وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ۝۱۶۶

''لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان کے بھائی لوط نے ان سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمھارے

لیے ایک امانتدار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، میری اجرت تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے۔ کیا سارے جہانوں میں سے تم مردوں کے پاس آتے ہو۔ اور انھیں چھوڑ دیتے ہو جو تمھارے رب نے تمھارے لیے تمھاری بیویاں پیدا کی ہیں، بلکہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد اور رسول لوط علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام کی زندگی ہی میں سدوم و عموریہ کی بستیوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ لوط علیہ السلام ان کو اللہ کی طرف بلاتے رہے، لیکن انھیں ان کی دعوت کا کوئی فائدہ نہیں پہنچا، بلکہ دن بدن ان کی سرکشی بڑھتی ہی گئی اور اغلام جیسے بدترین فعل کے ارتکاب پر ان کا اصرار زیادہ ہوتا گیا۔ لوط علیہ السلام نے پہلے تو انھیں ان کے شرک و معاصی کی وجہ سے عذاب سے ڈرایا، اپنی اطاعت و اتباع کی دعوت دی اور اپنے بے لوث جذبۂ اصلاح کی وضاحت کی کہ انھیں کسی مادی منفعت کی لالچ نہیں ہے، اس کے بعد انھیں ان کے گھناؤنے گناہ اغلام سے عار دلائی اور کہا کہ تم انسانیت سے کتنے نیچے گر گئے ہو اور حیوانی شہوت نے کس طرح تمھاری عقلوں پر پردہ ڈال دیا ہے کہ مردوں کے ساتھ بدفعلی کرتے ہو۔ اللہ نے تمھارے لیے جو بیویاں پیدا کی ہیں ان میں تمھارے اندر کوئی رغبت باقی نہیں رہی ہے۔ تمھاری فطرت مسخ ہو گئی ہے اور حق و باطل اور حلال و حرام کے درمیان پائی جانے والی تمام حدوں کو تم پھلانگ گئے ہو۔ اغلام کے انجام بد کا تذکرہ حدیث مبارک میں بھی موجود ہے، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جسے تم لوط علیہ السلام کی قوم والا کام کرتے دیکھو تو کرنے والے کو بھی قتل کر دو اور جس کے ساتھ بدفعلی کی گئی، اسے بھی قتل کر دو۔" [مسند أحمد : ۱/ ۳۰۰، ح : ۲۷۳۵۔ ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی حد اللوطی : ۱۴۵۶]

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾

"انھوں نے کہا اے لوط! بے شک اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً تو ضرور نکالے ہوئے لوگوں سے ہو جائے گا۔ اس نے کہا بے شک میں تمھارے کام سے سخت دشمنی رکھنے والوں سے ہوں۔ اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو اس سے نجات دے جو یہ کرتے ہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی۔ سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہنے والوں سے تھی۔ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا۔ اور ہم نے ان پر بارش برسائی، زبردست بارش۔ پس ان لوگوں کی بارش بری تھی جنھیں ڈرایا گیا تھا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان والے نہیں تھے۔ اور بلاشبہ تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔"

لوط علیہ السلام کی اس گفتگو کا ان لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوا اور انھوں نے جواب میں کہا کہ اگر تم ہمیں برا کہنے سے باز نہیں آؤ گے تو ہم تمھیں اپنی بستی سے نکال دیں گے، اس لیے کہ ہمارے اور تمھارے مزاج میں مطابقت نہیں ہے۔ لوط علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں تمھارے اس بدفعلی والے عمل کو غایت درجہ مبغوض جانتا ہوں، اس لیے میں خود ہی تمھاری بستی چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔ کیونکہ تمھاری اس مجرمانہ حرکت کا نتیجہ ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ چونکہ انھیں یقین تھا کہ اللہ اس قوم پر اپنا عذاب ضرور نازل کرے گا، اسی لیے دعا کی کہ میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے برے کرتوتوں کے انجام سے نجات دے دے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی دعا قبول فرما لی اور انھیں، ان کے گھر والوں اور دیگر مسلمانوں کو اس عذاب سے بچا لیا جس کے ذریعے سے وہ لوگ ہلاک کر دیے گئے۔ البتہ لوط علیہ السلام کی بوڑھی بیوی جو کافروں کے فعل بد کی تائید کرتی تھی اور کافر تھی، وہ بھی دیگر کافروں کے ساتھ ہلاک کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے تو ان کی بستیوں کو الٹ دیا، پھر ان پر پتھروں کی بارش کر دی۔

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۙ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَ لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴾ [القمر : ۳٤ تا ۳٦] ”بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ایک ہوا بھیجی، سوائے لوط کے گھر والوں کے، انھیں ہم نے صبح سے کچھ پہلے نجات دی۔ اپنی طرف سے انعام کرتے ہوئے، اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اسے جو شکر کرے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے انھیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تو انھوں نے ڈرانے میں شک کیا۔“

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾

”ایکہ والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے شعیب نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، میری اجرت تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے۔“

صحیح قول کے مطابق اصحاب ایکہ سے مراد اصحابِ مدین ہیں۔ شعیب علیہ السلام کا تعلق بھی انھی سے تھا۔ چونکہ وہ لوگ ”ایکہ“ نام کے ایک درخت کی پرستش کرتے تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کا ذکر کرتے وقت ”أَخُوهُمْ شُعَيْبٌ“ نہیں کہا، تاکہ بت پرستوں کی طرف ان کی نسبت نہ ہو۔ سابقہ انبیاء کی طرح انھوں نے بھی اپنی قوم کو بے لوث انداز میں دعوت دی اور اللہ کی پکڑ سے ڈرایا۔

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَ اتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَ الْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾

''ماپ پورا دو اور کم دینے والوں میں سے نہ بنو۔ اور سیدھی ترازو کے ساتھ وزن کرو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمھیں اور پہلی مخلوق کو پیدا کیا۔''

شرک باللہ کے علاوہ اصحاب مدین ایک بڑا گناہ یہ کرتے تھے کہ ناپ تول میں کمی بیشی کرتے تھے، یعنی کسی کو دیتے وقت کم اور کسی سے لیتے وقت زیادہ تولتے تھے۔ لوگوں سے ان کا مال قرض یا ادھار لیتے اور جب واپس کرتے تو حتی الامکان کم دینے کی کوشش کرتے اور اس کے لیے مختلف طریقے اختیار کرتے۔ مسافروں اور راہ چلتے لوگوں کا مال چھین لیتے تھے۔ ان کا یہ عمل ان کی کمینگی، ان کی گھٹیا ذہنیت اور دنیا سے انتہا درجہ کی محبت پر دلالت کرتا تھا۔ شعیب علیہ السلام نے انھیں شرک باللہ سے منع کیا، توحید کی دعوت دی اور ان کے مذکورہ بالا اعمال کی قباحت و شناعت بیان کر کے عدل و انصاف کی دعوت دی اور انھیں نصیحت کی کہ جب دوسروں کے لیے ناپو تو پورا ناپو، ناپ تول میں کمی نہ کرو، عدل و انصاف کے ساتھ وزن کرو۔ لوگوں کے حقوق و اموال واپس کرتے وقت کٹوتی نہ کرو۔ لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے ذریعے سے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس نے تمھیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس پر قحط سالی، روزگار کی تنگی اور حکمرانوں کا ظلم و ستم مسلط کر دیا جاتا ہے۔'' [ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العقوبات : ٤٠١٩۔ مستدرك حاكم : ٤/ ٥٤٠، ح : ٨٦٢٣]

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

''انھوں نے کہا تو تو انھی لوگوں سے ہے جن پر زبردست جادو کیا گیا ہے۔ اور تو نہیں ہے مگر ہمارے جیسا ایک بشر اور بے شک ہم تو تجھے جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں۔ سو ہم پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دے، اگر تو سچوں میں سے ہے۔ اس نے کہا میرا رب زیادہ جاننے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔''

شعیب علیہ السلام کی ان باتوں کا ان کی قوم پر کوئی اثر نہ ہوا، بلکہ انھوں نے شعیب علیہ السلام سے کہا کہ تم پر تو جادو کر دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے تمھاری عقل ماری گئی ہے اور ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔ تم ہمارے ہی جیسے انسان ہو اور دعویٰ کر بیٹھے ہو کہ اللہ نے تمھیں ہمارے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ تم جھوٹے ہو، اس لیے زبانی دعویٰ سے کام نہیں چلے گا۔ اگر تمھیں اپنی صداقت پر اصرار ہے تو آسمان کے ٹکڑے ہمارے سروں پر گرا کر ہمیں ہلاک کر دو۔

شعیب علیہ السلام نے ان کے اس کفر و عناد کا یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تمھارے کفر اور دیگر معاصی سے خوب باخبر ہے اور اسے خوب معلوم ہے کہ تم کس عذاب کے حق دار ہو؟ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تو وہ اپنے علم کے مطابق تمھیں تمھارے اعمال کا بدلہ دے گا۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۱۸۹ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۹۰ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۱۹۱

''چنانچہ انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو انھیں سائبان کے دن والے عذاب نے آ پکڑا۔ یقیناً وہ بہت بڑے دن کا عذاب تھا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان والے نہیں تھے۔ اور بلاشبہ تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔''

جب انھوں نے اپنے نبی کی ہر بات کی تکذیب کر دی اور اپنے کفر و معاصی پر ان کا اصرار بڑھتا ہی گیا، تو اللہ کے عذاب نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا، جسے یہاں ''سائبان کے دن والے عذاب'' سے تعبیر کیا گیا ہے اور بہت ہی خطرناک عذاب بتایا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۹۱، ۹۲] ''تو انھیں زلزلے نے پکڑ لیا، پھر انھوں نے اپنے گھر میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ وہ لوگ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا گویا وہ اس میں رہے ہی نہ تھے، وہ لوگ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی خسارہ اٹھانے والے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ اَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴾ [هود : ۹۴، ۹۵] ''اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ہمراہ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا تھا، چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ جیسے وہ ان میں نہیں رہے تھے۔ سن لو! مدین کے لیے ہلاکت ہے، جیسے ثمود ہلاک ہوئے۔''

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۹۲ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝۱۹۳ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝۱۹۴ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝۱۹۵ وَ اِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۹۶ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝۱۹۷

''اور بے شک یہ یقیناً رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں سے ہو جائے۔ واضح عربی زبان میں۔ اور بے شک یہ یقیناً پہلے لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے۔ اور کیا

ان کے لیے یہ ایک نشانی نہ تھی کہ اسے بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے کہ جسے اس نے اپنے عبد اور رسول سیدنا محمد ﷺ پر نازل کیا ہے، فرمایا کہ وہ رب العالمین کی نازل کردہ کتاب ہے، اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اور اسے جبریل امین نے اللہ کے حکم سے نہایت فصیح و بلیغ زبان میں نبی کریم ﷺ کے دل پر نازل کیا ہے، تاکہ آپ اسے پڑھ کر اہل قریش کو سنائیں اور انھیں عذاب جہنم سے ڈرا کر اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیں۔ اس قرآن کا ذکر گزشتہ آسمانی کتابوں میں بھی آیا ہے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ کیا تورات و انجیل کے ذریعے سے علمائے بنی اسرائیل کا ان باتوں سے واقف ہونا کہ محمد (ﷺ) اللہ کے آخری نبی ہوں گے، اللہ اپنا کلام ان کی زبان پر جاری کرے گا اور تورات و انجیل میں مذکور تفصیلات کے مطابق نبی کریم ﷺ کا مبعوث ہونا اور قرآن کا نازل ہونا، کیا یہ سب باتیں کفارِ مکہ کے ایمان لانے کے لیے کافی نہیں تھیں۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بنی اسرائیل کے بہت ہی مشہور اور اچھے عالم تھے، انھوں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھتے ہی یقین کر لیا کہ یہ نبی ہیں جن کی بشارت تورات میں دی گئی ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ (مدینہ منورہ) تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (آپ کے پاس) آئے، انھوں نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور جو کلام یا دین آپ لائے ہیں وہ برحق ہے اور یہودی خوب جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں، ان کا سب سے بڑا عالم ہوں اور ان کے سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں۔ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ و أصحابه إلى المدينة : ۳۹۱۱]

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ طٰهٰ ۞ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى ۞ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۞ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ﴾ [طٰهٰ : ۱ تا ٤] ”طٰهٰ۔ ہم نے تجھ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ تو مصیبت میں پڑ جائے۔ بلکہ نصیحت کرنے کے لیے، اس کو جو ڈرتا ہے۔ اس کی طرف سے اتارا ہوا ہے جس نے زمین کو اور اونچے آسمانوں کو پیدا کیا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴾ [الدهر : ۲۳] ”یقیناً ہم نے ہی تجھ پر یہ قرآن اتارا، تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا۔“

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [البقرة : ۹۷] ”کہہ دے جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو بے شک اس نے یہ کتاب تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتاری ہے، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور مومنوں کے لیے سراسر ہدایت اور خوشخبری ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [النحل : ۱۰۲] ”کہہ دے اسے روح القدس نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے، تاکہ ان لوگوں کو ثابت قدم رکھے جو ایمان لائے اور فرماں برداروں کے لیے

ہدایت اور خوشخبری ہو۔"

وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَٰبٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۚ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَٰفِرِينَ ﴾ [البقرة : ٨٩]

"اور جب ان کے پاس اللہ کے ہاں سے ایک کتاب آئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے ان لوگوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے جنھوں نے کفر کیا، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آ گئی جسے انھوں نے پہچان لیا تو انھوں نے اس کے ساتھ کفر کیا، پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔"

وَلَوْ نَزَّلْنَٰهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِم مَّا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٩﴾ كَذَٰلِكَ سَلَكْنَٰهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٢٠٠﴾ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٢٠١﴾

"اور اگر ہم اسے غیر عرب لوگوں میں سے کسی پر نازل کرتے۔ پس وہ اسے ان پر پڑھتا تو بھی وہ اس پر ایمان لانے والے نہ ہوتے۔ اسی طرح ہم نے یہ بات مجرموں کے دلوں میں داخل کر دی۔ وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔"

اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کی شدت کفر کو بیان کیا ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی رسول پر اتار دیتے، جس کی زبان عربی نہ ہوتی اور وہ اسے پوری وضاحت کے ساتھ انھیں پڑھ کر سنا دیتا، تو بھی کفار مکہ ایمان نہ لاتے اور اپنی شدت عناد کی وجہ سے اس کی کوئی من مانی توجیہ کر لیتے۔ آگے فرمایا کہ جس طرح عجمی رسول کے پڑھ کر سنانے کی صورت میں انکار کر دیتے، اسی طرح یہ مجرم محمد عربی ﷺ کے پڑھ کر سنانے کی صورت میں بھی قرآن کا انکار کرتے رہیں گے، کیونکہ گناہوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر پردہ پڑ گیا ہے اور وہ کسی حال میں بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ صرف ایک صورت میں یہ مشرکین قرآن کی صداقت کا اعتراف کریں گے کہ جب اللہ کا غضب ان پر نازل ہوگا اور موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تو اس وقت کفِ افسوس ملیں گے اور کہیں گے، واقعی قرآن نے سچی بات کہی تھی کہ اگر ہم ایمان نہیں لائیں گے تو اللہ کا عذاب ہم پر نازل ہوگا۔

فَيَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنظَرُونَ ﴿٢٠٣﴾

"پس وہ ان پر اچانک آپڑے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں۔ تو وہ کہیں کیا ہم مہلت دیے جانے والے ہیں۔"

یعنی کفار پر اللہ کا عذاب ایسا اچانک آئے گا کہ انھیں اس کی آمد کی خبر بھی نہیں ہوگی۔ اس وقت وہ تمنا کریں گے کہ کاش ان پر عذاب نازل نہ ہوتا اور انھیں ایمان و عمل صالح کی مہلت دے دی جاتی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت اس حال میں قائم ہوگی کہ ایک آدمی اونٹنی کا دودھ دوہ رہا ہوگا (اور پینے کے لیے

برتن اوپر اٹھائے گا لیکن) ابھی برتن اس کے منہ تک نہیں پہنچ پائے گا کہ قیامت آ جائے گی اور دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے، ابھی خرید و فروخت مکمل نہیں کر پائیں گے کہ قیامت آ جائے گی، ایک آدمی اپنا حوض درست کر رہا ہو گا، ابھی وہ واپس نہیں پلٹے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔“ [مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعة، باب قرب الساعة : ۲۹۵٤]

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

”تو کیا وہ ہمارا عذاب ہی جلدی مانگتے ہیں۔“

یہ کفار کے لیے سرزنش ہے، کیونکہ یہ لوگ ازراہ تکذیب و انکار اپنے رسول سے کہا کرتے تھے کہ ہمارے پاس اللہ کا عذاب لے آؤ، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴾ [العنکبوت : ۵۳، ۵٤] ”اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ بے شک جہنم یقیناً کافروں کو گھیرنے والی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴾ [الصافات : ۱۷۶، ۱۷۷] ”تو کیا وہ ہمارا عذاب جلدی مانگتے ہیں؟ پھر جب وہ ان کے صحن میں اترے گا تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بری ہوگی۔“

اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾

”پس کیا تو نے دیکھا اگر ہم انھیں کئی سال فائدہ دیں۔ پھر ان کے پاس وہ چیز آ جائے جس کا وہ وعدہ دیے جاتے تھے۔ تو وہ فائدہ جو وہ دیے جاتے تھے، ان کے کس کام آئے گا؟“

نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ ہم نے دنیا میں انھیں لمبی عمریں دیں اور مال و اسباب سے نوازا جن سے انھوں نے خوب فائدہ اٹھایا، پھر جس عذاب کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا، اس نے انھیں اچانک اپنی گرفت میں لے لیا، تو اس لمبی عمر اور اس کی عیاشیوں کا کیا فائدہ ہوا؟ نہ اللہ کا عذاب ٹلا اور نہ ہلکا ہوا۔

مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت والے دن اہل جہنم میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوش حال تھا، اسے آگ میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے (دنیا میں) کبھی کوئی بھلائی دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی چین کا لمحہ بھی گزرا تھا؟ تو وہ جواب دے گا کہ نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! (کبھی نہیں)۔ پھر اہل جنت میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جس نے دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف دہ زندگی گزاری ہوگی، اسے جنت میں ایک غوط

دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی مشکل لمحہ بھی گزرا ہے؟ تو وہ جواب دے گا، نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! مجھ پر کبھی کوئی مشکل لمحہ نہیں گزرا اور نہ میں نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی ہے۔" [مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار ...... الخ : ۲۸۰۷]

وَ مَاۤ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنۡذِرُوۡنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكۡرٰى ۛ وَ مَا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ﴿۲۰۹﴾

"اور ہم نے کوئی بستی تباہ نہیں کی مگر اس کے لیے کئی ڈرانے والے تھے۔ یاددہانی کے لیے اور ہم ظالم نہ تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل و انصاف کے تقاضے کے مطابق ہر قوم کے پاس اپنا رسول بھیجا، جس نے انھیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور ایمان باللہ کی دعوت دی، لیکن جب ان کے ایمان کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اللہ نے انھیں ہلاک کر دیا، اللہ کسی بھی قوم پر ظلم نہیں کرتا کہ نبی بھیجنے سے پہلے ہی انھیں ہلاک کر دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۵] "اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهۡلِكَ الۡقُرٰى حَتّٰى يَبۡعَثَ فِىۡۤ اُمِّهَا رَسُوۡلًا يَّتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهۡلِكِى الۡقُرٰۤى اِلَّا وَاَهۡلُهَا ظٰلِمُوۡنَ ﴾ [القصص : ۵۹] "اور تیرا رب کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں، یہاں تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول بھیجے جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھے اور ہم کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب کہ اس کے رہنے والے ظالم ہوں۔"

وَ مَا تَنَزَّلَتۡ بِهِ الشَّيٰطِيۡنُ ﴿۲۱۰﴾ وَ مَا يَنۡۢبَغِىۡ لَهُمۡ وَ مَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمۡ عَنِ السَّمۡعِ لَمَعۡزُوۡلُوۡنَ ﴿۲۱۲﴾

"اور اسے لے کر شیاطین نہیں اترے۔ اور نہ یہ ان کے لائق ہے اور نہ وہ یہ کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ وہ تو سننے ہی سے الگ کیے ہوئے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عالی رتبہ کتاب یعنی قرآن کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ دانا اور خوبیوں والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری ہوئی ہے، اسے روح الامین لے کر نازل ہوئے ہیں جو مؤید من اللہ ہیں اور اسے شیاطین نے نہیں اتارا۔ پھر فرمایا کہ شیطانوں کے لیے اسے لے کر نازل ہونا تین وجوہ سے ممنوع ہے، ایک تو یہ قرآن ان کی غرض و غایت نہیں ہے۔ قرآن اللہ کا نور اور انسان کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے اور شیاطین کا کام تو اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنا ہے۔ دوسرے یہ کہ شیطان اس کے اہل نہیں بنائے گئے ہیں کہ قرآن کا بوجھ برداشت کر سکیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم اسے پہاڑ پر اتار دیتے تو وہ اللہ کے ڈر سے چکنا چور ہو جاتا۔ تیسرے یہ کہ شیاطین کی رسائی اس قرآن تک نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے رسول اللہ ﷺ کے دل پر نازل کرتا ہے، اس وقت فرشتوں کا شدید پہرہ ہوتا ہے جو آگ کے انگاروں کے ذریعے سے ہر اس شیطان کو مار بھگاتے ہیں جو سننے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ

قرآن پوری حفاظت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا ﴾ [الجن : ۸] ”اور یہ کہ بے شک ہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا تو ہم نے اسے اس حال میں پایا کہ وہ سخت پہرے اور چمکدار شعلوں سے بھر دیا گیا ہے۔“

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾

”سو تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکار، ورنہ تو عذاب دیے جانے والوں سے ہو جائے گا۔“

قرآن کریم کی حقانیت ثابت کرنے کے بعد بندوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک نہ بنائیں۔ آیت میں خطاب نبی اکرم ﷺ سے ہے، حالانکہ وہ معصوم تھے اور شرک سے یکسر پاک تھے۔ اسی لیے اس کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اگرچہ آپ اللہ کے معزز و مکرم بندے تھے، لیکن بفرض محال آپ سے ایسی غلطی ہو جاتی تو آپ عذاب سے نہیں بچ سکتے تھے، تو پھر دوسرے لوگ شرک کر کے عذاب سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾

”اور اپنے سب سے قریب رشتہ داروں کو ڈرا۔“

نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دیں، اس لیے کہ قیامت کے دن صرف اللہ پر ایمان ہی کسی کی نجات کا سبب بنے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس زمانے (یعنی اب سے قیامت تک) کا کوئی یہودی یا نصرانی (یا کوئی اور دین والا) میرے متعلق سنے، پھر اس چیز پر ایمان لانے سے پہلے مر جائے جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں (یعنی قرآن) تو وہ جہنم میں جائے گا۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس : ۱۵۳]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ [الشعراء : ۲۱۴] ”اور اپنے سب سے قریب رشتہ داروں کو ڈرا“ تو رسول اللہ ﷺ صفا کی پہاڑی پر چڑھے اور آواز دی: ”اے فہر کی اولاد! اے عدی کی اولاد!“ آپ نے سب قریش کے خاندانوں کو پکارا۔ چنانچہ وہ جمع ہو گئے اور جو شخص خود نہ آ سکا اس نے اپنی طرف سے کوئی آدمی بھیج دیا، یہ دیکھنے کے لیے کہ کیا معاملہ ہے۔ ابولہب بھی آیا اور قریش کے دوسرے لوگ بھی آئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”دیکھو! اگر میں تم سے بیان کروں کہ کچھ سوار تم پر حملہ کرنے کے لیے اس وادی میں جمع ہیں، تو کیا تم میری بات سچ مانو گے؟“ انھوں نے کہا، ہاں! کیونکہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ ہی بولتے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”تو میں تم کو اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں، جو تمھارے سامنے آنے والا ہے۔“ یہ سن کر ابولہب کہنے لگا، سارا دن تمھاری خرابی ہو، کیا تم نے اسی بات کے لیے ہمیں جمع کیا تھا؟ تو اس وقت یہ سورت نازل ہوئی: ﴿ تَبَّتْ يَدَاۤ

اَبِیۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ؕ مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ﴾ [لهب : ١، ٢] ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا۔ نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ٤٧٧٠۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب قوله تعالٰی : ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ٢٠٨]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری : ﴿ وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ﴾ [الشعراء : ٢١٤] ''اور اپنے سب سے قریب رشتہ داروں کو ڈرا'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''اے قریش کے لوگو!'' یا ایسا ہی کوئی کلمہ کہا اور فرمایا: ''تم اپنی جانوں کو (اللہ کے عذاب سے) بچاؤ، (اگر تم کفر و شرک سے باز نہ آئے تو) میں اللہ کے سامنے تمھارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے بنی عبد مناف! اللہ کے سامنے میں تمھارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ کے سامنے تمھارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے صفیہ، اے اللہ کے رسول کی پھوپھی! میں اللہ کے سامنے تمھارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے فاطمہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی! میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے (یہاں) مانگ لو، میں اللہ کے ہاں تمھارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ٤٧٧١۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب قوله تعالٰی : ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ٢٠٤]

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اور جس دعوت کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے میری قوم! میں نے لشکر کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں واضح ڈرانے والا ہوں، لہٰذا جلدی بھاگو! تو اس کی قوم میں سے بعض لوگوں نے اس کا کہنا مانا اور وہ شام ہوتے ہی چل پڑے اور محفوظ جگہ چلے گئے، تو نجات پا گئے، لیکن ان میں سے بعض لوگوں نے جھٹلایا، وہ صبح تک اسی جگہ رہے، چنانچہ صبح ہوتے ہی لشکر ان پر ٹوٹ پڑا اور اس نے ان کو تباہ کر دیا۔ تو یہی مثال ہے اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اس نے اس کی پیروی کی اور یہی ہے مثال اس شخص کی جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب و السنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ : ٧٢٨٣۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقته ﷺ علی أمته : ٢٢٨٣]

وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۚ﴿۲۱۵﴾

''اور اپنا بازو اس کے لیے جھکا دے جو ایمان والوں میں سے تیرے پیچھے چلے۔''

یعنی آپ مومنوں کے ساتھ شفقت و نرمی کا برتاؤ کیجیے، تاکہ ان کے دلوں میں ایمان راسخ ہو جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴾ [التوبة : ١٢٨] ''بلاشبہ یقیناً تمھارے پاس تمھی سے ایک رسول آیا ہے، اس پر بہت شاق ہے کہ تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ

﴿ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ﴾ [آل عمران : ١٥٩] ''پس اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا ہے اور اگر تو بد خلق، سخت دل ہوتا تو یقیناً وہ تیرے گرد سے منتشر ہو جاتے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن اخلاق میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے، میرا ایک بھائی تھا جس کا نام ابوعمیر تھا، وہ ابھی دودھ چھڑائی عمر ہی کا تھا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی تشریف لاتے تو اس سے مزاحاً فرماتے: ''اے ابوعمیر! تیری ننھی سی چڑیا نے کیا کیا ہے (کہ داغ مفارقت دے گئی ہے)۔'' وہ چڑیا کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب كنية للصبي...... الخ : ٦٢٠٣]

اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ تو وہ فرماتی ہیں کہ آپ اپنے اہل خانہ کی حوائج وضروریات میں ہاتھ بٹاتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے چلے جاتے۔ [بخاری، كتاب الأذان، باب من كان في حاجة أهله...... الخ : ٦٧٦]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ گھر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مصروفیت کیسی ہوتی تھی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انسانوں میں سے ایک انسان تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگا لیتے تھے، اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے اور اپنے کام خود کر لیتے تھے۔ [ابن حبان : ٥٦٧٥ ـ مسند أحمد : ٢٥٦/٦، ح : ٢٦٢٤٨]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کا یہ حال تھا کہ مدینہ منورہ کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے کسی کام کے لیے جہاں چاہتی لے جاتی۔ [بخاری، كتاب الأدب، باب الكبر : ٦٠٧٢]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی شخص کی محبت جاگزیں نہ تھی، اس کے باوجود وہ آپ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ جانتے تھے کہ آپ اس کام کو ناپسند فرماتے ہیں۔ [ترمذی، كتاب الأدب، باب ما جاء في كراهية قيام الرجل للرجل : ٢٧٥٤]

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢١٦﴾

''پھر اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے کہ بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم کرتے ہو۔''

یعنی جو نہ مانیں انھیں صاف سنا دیجیے کہ قیامت کے دن میں تمھارے کسی کام نہیں آ سکوں گا، تمھیں اپنے اعمال و افعال کا نتیجہ خود ہی بھگتنا پڑے گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر (یعنی غزوۂ تبوک) سے تشریف لائے تو میں نے اپنے گھر کے سائبان پر ایک پردہ لٹکا رکھا تھا جس میں تصویریں تھیں، اس کو دیکھ کر آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، پھر آپ نے اس پردے کو لے کر پھاڑ ڈالا اور فرمایا: ''اے عائشہ! قیامت کے دن ان لوگوں کو سخت ترین

عذاب دیا جائے گا، جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مانند تخلیق کی کوشش کرتے ہیں۔“ [بخاری، کتاب اللباس، باب ما وطئ من التصاویر : ۵۹۵۴۔ مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان ...... الخ : ۲۱۰۷/۹۲]

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾

”اور اس سب پر غالب، نہایت رحم والے پر بھروسا کر۔ جو تجھے دیکھتا ہے، جب تو کھڑا ہوتا ہے۔ اور سجدہ کرنے والوں میں تیرے پھرنے کو بھی۔ بے شک وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

یعنی آپ ہر حال میں اپنے اللہ پر بھروسا کیجیے، جو ہر چیز پر غالب ہے اور جو اپنے مومن بندوں پر نہایت مہربان ہے، جو آپ کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے، جب آپ رات کے وقت تہجد کے لیے اٹھتے ہیں تو وہ آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور جب آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے ہوئے قیام، رکوع اور سجدہ کرتے ہیں تو بھی وہ آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے، یعنی اللہ کی نگاہِ کرم ہر حال میں آپ پر ہوتی ہے، اس لیے کہ وہ بڑا سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ : سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے کسی غزوے کے سلسلے میں نجد کی طرف سفر کیا، جس میں وہ بھی شریک تھے۔ جب آپ واپس روانہ ہوئے تو وہ بھی آپ کے ساتھ واپس ہوئے اور ایک وادی میں جہاں ببول کے درخت بہ کثرت تھے، وہاں قیلولہ کا وقت ہو گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے قیلولہ کی غرض سے وہیں پڑاؤ کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم درختوں کے سائے کے لیے پوری وادی میں پھیل گئے۔ آپ بھی ببول کے ایک درخت کے نیچے استراحت فرما ہوئے اور آپ نے اپنی تلوار اسی درخت سے لٹکا دی۔ ابھی ہمیں سوئے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک رسول اللہ ﷺ کی آواز سنی، آپ ہمیں بلا رہے تھے۔ جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک بدو بیٹھا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”میں سو رہا تھا کہ اس شخص نے میری تلوار (مجھی پر) سونت لی۔ میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں تلوار بے نیام ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمھیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا، اللہ (بچائے گا، یہ سننا تھا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی اور میں نے اسے اٹھا لیا) تو دیکھو یہ وہی شخص ہے جو سامنے بیٹھا ہے!“ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے اس سے کوئی بدلہ نہیں لیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع : ۴۱۳۵۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب توکلہ ﷺ علی اللہ تعالیٰ : ۸۴۳]

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾

”کیا میں تمھیں بتاؤں شیاطین کس پر اترتے ہیں۔ وہ ہر زبردست جھوٹے، سخت گناہ گار پر اترتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جنھوں نے یہ گمان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ جس قرآن کو لے کر آئے ہیں وہ حق نہیں ہے، بلکہ اسے آپ نے از خود اپنی طرف سے بنایا ہے، یا کسی جن نے آپ کو سکھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے ان آیات کریمہ میں اپنے رسول کو ان کی باتوں اور افترا پردازیوں سے پاک قرار دیا اور فرمایا کہ قرآن شیاطین کا کلام نہیں، جسے انھوں نے محمد (ﷺ) کی زبان پر جاری کر دیا ہے۔ اس لیے کہ شیاطین اپنا کلام ان کاہنوں کی زبان پر جاری کر پاتے ہیں جو پرلے درجے کے جھوٹے اور بڑے ہی گناہ گار ہوتے ہیں۔ وہ دیانتدار، راست باز اور نیک لوگوں سے بے زار ہوتے ہیں اور انھیں برا جانتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شاہِ روم ہرقل نے جب ابوسفیان سے پوچھا کہ یہ بات جو اس نے کہی (کہ میں نبی ہوں) اس سے پہلے کبھی تم نے اسے کسی معاملہ میں جھوٹا پایا؟ ابوسفیان، باوجود اس کے کہ وہ اس وقت کافر تھے، اس نے جواب دیا، نہیں، (ہم نے انھیں اس سے پہلے کسی معاملہ میں جھوٹا نہیں پایا) تب بادشاہ نے پوچھا، اچھا وہ تمھیں کیا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان نے جواب دیا، وہ کہتے ہیں بس اللہ اکیلے ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو اور اپنے باپ دادا کی (شرک کی) باتیں چھوڑ دو اور ہم کو نماز پڑھنے، سچ بولنے، پاک دامنی اور رشتہ داری ملانے کا حکم دیتے ہیں۔ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ : ۷]

يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَ اَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾

”وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں اور ان کے اکثر جھوٹے ہیں۔“

یعنی شیاطین آسمان کی باتیں چھپ کر سننے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر ایک سچی بات میں اپنی طرف سے بہت سی جھوٹی باتیں ملا کر کاہنوں کو بتاتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ آسمان پر کرتا ہے تو فرشتے عاجزی سے اپنے پر پھڑ پھڑاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان انھیں اس طرح سنائی دیتا ہے، جیسے صاف چکنے پتھر پر زنجیر چلانے سے آواز پیدا ہوتی ہے، پھر جب وہ گھبراہٹ ان کے دلوں سے دور ہو جاتی ہے تو وہ آپس میں دریافت کرتے ہیں کہ تمھارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اس نے حق بات کا حکم فرمایا اور وہ عالی شان اور بہت بڑی کبریائی والا ہے۔ تو کبھی کبھی (امر الٰہی سے) چوری چھپے سننے والے کسی جن کے کان میں بھنک پڑ جاتی ہے، جو ایک دوسرے پر کھڑے ہو کر وہاں پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔“ راویٔ حدیث سفیان نے اس موقع پر ہتھیلی کو موڑ کر انگلیاں الگ الگ کر کے شیاطین کے جمع ہونے کی کیفیت بتائی کہ اس طرح شیطان ایک کے اوپر ایک جمع ہوتے ہیں اور آپ نے فرمایا: ”پھر شیاطین کوئی ایک کلمہ سن لیتے ہیں اور اپنے نیچے والے کو بتا دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ جادوگر اور کاہن کو پہنچا دیتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بات پہنچانے سے پہلے ہی شعلہ پہنچ جاتا ہے اور کبھی اس کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ بات پہنچا دیتے ہیں، چنانچہ اس بات میں کاہن اور جادوگر اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا کر مشہور کرتا ہے۔ (اب جب ایک بات سچی ہو جاتی ہے تو اس کے ماننے والوں کی طرف سے) کہا جاتا ہے کہ کیا اسی

طرح ہم سے فلاں دن کاہن نے نہیں کہا تھا، تو اسی ایک کلمہ کی وجہ سے جو آسمان سے شیاطین نے سنا تھا، لوگ کاہنوں اور ساحروں کی بات کو سچا جاننے لگتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ حتی إذا فزع عن قلوبھم قالوا ماذا قال ربکم ...... الخ ﴾ : ۴۸۰۰]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بادل میں فرشتے اترتے ہیں اور آسمان پر اللہ کے جو احکام (اس دن) جاری ہوتے ہیں، ان کا ذکر کرتے ہیں، تو شیطان فرشتوں کی کوئی ایک بات اڑا لیتے ہیں اور کاہنوں کو خبر کر دیتے ہیں، چنانچہ وہ کاہن ایک سچی بات میں سو جھوٹی باتیں اپنی طرف سے ملا لیتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة صلوات الله علیهم : ۳۲۱۰]

صفیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے ایک زوجہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی نجومی کے پاس جائے اور اس سے کوئی بات پوچھے تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی۔'' [مسلم، کتاب السلام باب تحریم الکھانة : ۲۲۳۰]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی کاہن یا کسی نجومی کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۴۲۹، ح : ۹۵۴۸]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق پوچھا، آپ نے ان سے فرمایا: ''وہ کچھ نہیں (ان کی باتیں لغو ہوتی ہیں)۔'' لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ان کی بعض باتیں سچ بھی نکلتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''وہ سچی بات وہی ہوتی ہے جس کو جن اڑا لیتا ہے اور اپنے دوست کے کان میں اس طرح ڈال دیتا ہے، جس طرح مرغی کٹ کٹ کرتی ہے، پھر وہ اس میں اپنی طرف سے سو سے بھی زیادہ جھوٹ ملا لیتے ہیں۔'' [مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکھانة : ۱۲۳/ ۲۲۲۸]

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾

''اور شاعر لوگ، ان کے پیچھے گمراہ لوگ لگتے ہیں۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں۔ اور یہ کہ بے شک وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔''

کفارِ مکہ کا ایک الزام یہ بھی تھا کہ آپ (معاذ اللہ) شاعر ہیں، ان کے قول کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح شیاطین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں منافات ہے، شیاطین ان کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتے، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شاعر ہونا بھی ناممکن ہے، اس لیے کہ ان کے اور عام شاعروں کے مزاج میں شدید منافات ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حق پرست، صادق و امین اور پاکیزہ نفس و پاکیزہ نظر ہیں، جھوٹ، مبالغہ آرائی، افترا پردازی لغو باتوں اور فحاشی سے ہزاروں کوس دور ہیں، جبکہ شعراء کا حال یہ ہے کہ ان کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو جادۂ حق سے دور ہوتے

ہیں۔اس لیے کہ وہ خیالات کی دنیا میں بھٹکتے ہیں۔ جھوٹ بولے بغیر ان کی شاعری مکمل نہیں ہوتی۔لوگوں کی عزتوں پر حملے کرنا، پاکدامن عورتوں سے اظہار عشق، امرد پرستی، سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنا، لوگوں کو گناہ پر ابھارنا، نا کیے اچھے اعمال کی نسبت اپنی طرف کرنا اور اسی قسم کی جتنی غلط باتیں ہوسکتی ہیں ان کی شاعری کا موضوع ہوتی ہیں۔اس لیے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ شاعر نہیں ہیں اور ان کے لیے شاعر ہونا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ وہ تو اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔تمام برے اوصاف سے پاک اور تمام اچھے اوصاف اور محاسن اخلاق کے ساتھ متصف ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ضماد مکہ میں آئے، وہ قبیلہ ازدشنوءہ میں سے تھے اور جنوں اور آسیب وغیرہ کے لیے دم کیا کرتے تھے۔ انھوں نے مکہ کے نادانوں سے سنا کہ محمد (ﷺ) مجنون ہیں تو انھوں نے کہا، میں انھیں دیکھتا ہوں، شاید اللہ میرے ہاتھ سے انھیں شفا دے دے۔غرض یہ کہ وہ آپ سے ملے اور کہنے لگے، اے محمد! میں جنون وغیرہ کا دم جھاڑا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے جس کو چاہتا ہے شفا دیتا ہے تو کیا آپ چاہتے ہیں (کہ میں آپ کا علاج کروں)؟ اس پر آپ ﷺ نے پڑھنا شروع کر دیا: « اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، اَمَّا بَعْدُ! » ”سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں، میں اس کی خوبیاں بیان کرتا ہوں اور اس سے مدد چاہتا ہوں جس کو اللہ راہ بتلائے اسے کون بہکا سکتا ہے اور جسے وہ بہکائے اسے کون راہ بتلا سکتا ہے؟ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور بھیجے ہوئے (رسول) ہیں۔“ ضماد نے کہا، ان کلمات کو دہرائیے! آپ نے ان کلمات کو تین مرتبہ دہرایا، پھر ضماد نے کہا، میں نے کاہنوں کی باتیں سنیں، جادوگروں کے اقوال سنے، شاعروں کے اشعار سنے، مگر آپ کے ان کلمات کے مثل میں نے کبھی نہیں سنا، یہ تو سمندر کی تہ تک پہنچ گئے ہیں۔ پھر ضماد نے کہا اپنا ہاتھ لائیے کہ میں اسلام کی بیعت کروں۔الغرض انھوں نے بیعت کی۔[مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوة الخطبة : ۸٦۸]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ عرج (بستی) میں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک شاعر ملا، جو شعر پڑھ رہا تھا۔آپ نے فرمایا: ”اس شیطان کو پکڑ لو۔“ یا فرمایا: ”اس شیطان کو روک لو، اگر تم میں سے کسی شخص کا پیٹ خون اور پیپ سے بھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعروں سے اسے بھرے۔“ [مسلم، كتاب الشعر، باب في إنشاد الأشعار ...... الخ : ۲۲۵۹]

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا١ؕ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۠ (۲۲۷)

ع ۱۱ / ۱۵

’’مگر وہ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور اللہ کو بہت یاد کیا اور انتقام لیا، اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا اور عنقریب وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، جان لیں گے کہ وہ لوٹنے کی کون سی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔‘‘

جن شعراء کی عام مذمت کی گئی، ان میں سے مندرجہ بالا چار خصائل والے شعراء مستثنیٰ ہیں، ایک یہ کہ وہ ایمان لائے ہوں، دوسرے انھوں نے نیک اعمال کو اپنا طرزِ زندگی بنا لیا ہو، تیسرے اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہتے ہوں۔ کسی وقت بھی ان کے دل اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوں، چوتھے یہ کہ جو کچھ کہیں، ظالموں کے مقابلے میں حق کی حمایت کے شعر کہیں۔ کسی کی ہجو اپنی ذاتی اغراض کے تحت نہ کریں۔ مثلاً اشعار کے ذریعے سے اللہ کی حمد و ثنا بیان کریں، نیکی کی ترغیب دیں، کفر کی اور گناہوں کی مذمت بیان کریں، یا اگر کافر مسلمانوں یا اسلام یا پیغمبر اسلام کی ہجو بیان کریں تو ہجو کا اسی طرح جواب دے کر اس ظلم کا بدلہ لے لیں۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (شاعر تھے، وہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اشعار کے بارے میں یہ نازل فرمایا ہے (اور میں تو شاعر ہوں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(تم ان میں سے نہیں ہو) مومن تو اپنی تلوار اور اپنی زبان سے جہاد کرتا ہے، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مشرکوں کی ہجو ان کو ایسے ناگوار ہوتی ہے جیسے تیروں سے مارنا۔‘‘ [ابن حبان : ۵۷۸۶۔ مسند أحمد : ۳۸۷/۶، ح : ۲۷۲۴۲۔ بیهقی : ۲۳۹/۱۰]

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بعض شعر حکمت سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب الأدب، باب ما یجوز من الشعر والرجز : ۶۱۴۵]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ نے حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ’’جب تک تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جواب دیتا رہے گا، روح القدس تیری مدد کرتا رہے گا۔‘‘ اور فرمایا: ’’حسان نے قریش کی ہجو کر کے مومنوں کے دلوں کو تسکین دی اور کافروں کی عزتوں کو تباہ کر دیا۔‘‘ [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضی الله عنه : ۲۴۹۰]

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے۔‘‘ [بخاری، کتاب المظالم، باب الظلم ظلمات یوم القیامة : ۲۴۴۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے کسی دوسرے کی آبرو کو نقصان پہنچایا ہو، یا کوئی اور ظلم کیا ہو تو وہ آج دنیا میں معاف کرا لے، اس دن سے پہلے جس دن نہ دینار ہوگا اور نہ درہم۔ البتہ اگر اس کے پاس کوئی نیک عمل ہوا، تو وہ اس سے لے لیا جائے گا اور اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔‘‘ [بخاری، کتاب المظالم، باب من کانت له مظلمة عند الرجل ...... الخ : ۲۴۴۹]

سورۃ النمل مکیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ① هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ② الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ③

''طٰسٓ یہ قرآن اور واضح کتاب کی آیات ہیں۔ مومنوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے۔ وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین بھی وہی رکھتے ہیں۔''

ان آیات میں آیات قرآنیہ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت یہ ہے کہ لوگ ان آیات کی تلاوت کیا کریں گے، دوسری صفت یہ ہے کہ یہ قرآن بھی دیگر آسمانی کتابوں کی مانند ایک کتاب ہے، جسے اللہ نے اپنے رسول محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور تیسری صفت یہ ہے کہ یہ قرآن ایک واضح کتاب ہے، جس نے عقیدۂ توحید، عبادات اور دیگر احکام شریعت کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ قرآن اپنی مذکورہ بالا صفات کے ساتھ ان مومنوں کے لیے کتاب ہدایت اور باعث رحمت و رضائے الٰہی ہے، جو ایمان لانے کے بعد اچھے اعمال کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔

قرآن مجید میں ایمان والوں کے لیے اجر عظیم اور جنت کی بشارت ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۵] ''اور ان لوگوں کو خوش خبری دے دے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے کہ بے شک ان کے لیے ایسے باغات ہیں

جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، جب کبھی ان سے کوئی پھل انھیں کھانے کے لیے دیا جائے گا، کہیں گے یہ تو وہی ہے جو اس سے پہلے ہمیں دیا گیا تھا اور وہ انھیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا، اور ان کے لیے ان میں نہایت پاک صاف بیویاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔"

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۴ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَ هُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۵

"بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کر دیے ہیں، پس وہ حیران پھرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور وہ آخرت میں، وہی سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں اس چیز کو داخل کر دیا ہے کہ جس چیز سے وہ ڈرتا ہے اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور جس چیز سے وہ نہیں ڈرتا اس سے بچنے کی کوشش کرنا تو درکنار اس کو اختیار کر لیتا ہے۔ جس کام کے انجام سے انسان ڈرتا ہے اس کام کو برا سمجھتا ہے اور جس کام کے انجام سے نہیں ڈرتا اس کو برا نہیں سمجھتا، بلکہ اس کو اچھا سمجھ کر کرتا رہتا ہے۔ جو شخص قیامت پر ایمان نہیں رکھتا گویا وہ اپنے برے اعمال کی سزا پر یقین نہیں رکھتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ خواہ کچھ بھی کرے اسے سزا تو ملنی ہی نہیں اور جب سزا نہیں ملنی تو وہ اس کام کو برا کیوں سمجھے۔ الغرض وہ برے اعمال کو بھی اچھا سمجھنے لگتا ہے۔ یہی وہ فطرت انسانی ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے "زَيَّنَّا" کے لفظ سے اشارہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فطرت انسانی کا خالق ہے، لہٰذا اس نے برے لوگوں کے لیے برے اعمال کے مزین کرنے کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ قیامت کے متعلق کافروں کے عقیدہ کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝۳۵ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝۳۶ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴾ [المؤمنون : ۳۵ تا ۳۷] "کیا یہ تمھیں وعدہ دیتا ہے کہ بے شک جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں بن گئے تو تم یقیناً نکالے جانے والے ہو۔ دوری ہے، دوری ہے اس کے لیے جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔ نہیں ہے یہ (زندگی) مگر ہماری اس دنیا کی زندگی، ہم (یہیں) مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں۔" فطرت انسانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۰۸] "اسی طرح ہم نے ہر امت کے لیے ان کا عمل مزین کر دیا ہے، پھر ان کے رب ہی کی طرف ان کا لوٹنا ہے تو وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔"

وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝۶

"اور بلاشبہ یقیناً تجھے قرآن ایک کمال حکمت والے، سب کچھ جاننے والے کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔"

یہ قرآن ایسی ہستی کی طرف سے نازل شدہ ہے جو تمام لوگوں کے احوال سے پوری طرح باخبر ہے، اس کی نظروں میں سب انسان بحیثیت انسان ایک جیسے ہیں، جو ہر ایک کے حقوق و فرائض اپنے اسی وسیع علم کی بنا پر مقرر کرتی ہے۔ پھر وہ حکیم بھی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ہر حکم میں کچھ نہ کچھ حکمتیں مضمر ہوتی ہیں، چونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے، لہٰذا قرآن مجید کی تمام آیات و احکام حکمت سے پر ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ﴾ ’’یہ اس میں سے ہیں جو تیرے رب نے حکمت میں سے تیری طرف وحی کی۔‘‘ [بني إسرائيل : ۳۹]

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ يٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝

’’جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا بلاشبہ میں نے ایک آگ دیکھی ہے، میں عنقریب تمھارے پاس اس سے کوئی خبر لاؤں گا، یا تمھارے پاس اس سے سلگایا ہوا انگارا لے کر آؤں گا، تاکہ تم تاپ لو۔ تو جب وہ اس کے پاس آیا تو اسے آواز دی گئی کہ برکت دی گئی ہے اسے جو آگ میں ہے اور جو اس کے اردگرد ہے اور اللہ پاک ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اے موسیٰ! بے شک حقیقت یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں، جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور اپنی لاٹھی پھینک۔ تو جب اس نے اسے دیکھا کہ حرکت کر رہی ہے، جیسے وہ ایک سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر لوٹا اور واپس نہیں مڑا۔ اے موسیٰ! مت ڈر، بے شک میں، میرے پاس رسول نہیں ڈرتے۔‘‘

کفار نے ایسی پُرحکمت اور علم پر مبنی کتاب کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عبرت کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کرنے والوں کا انجام بیان فرمایا۔ جب وہ مدین سے مصر جانے کے لیے اپنی بیوی کے ساتھ روانہ ہوئے اور رات کے وقت کوہ سینا کے پاس پہنچے اور موسم سردی کا تھا، تو دیکھا کہ پہاڑ کی جانب سے آگ کی روشنی آ رہی ہے، انھوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو، میں وہاں جا کر لوگوں سے راستے کا پتا لگاتا ہوں، اس لیے کہ وہ راستہ بھول گئے تھے، یا تھوڑی سی آگ ہی لے آتا ہوں، تاکہ تم سردی کی اس رات میں کچھ گرمی حاصل کرو۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ یہ تو آگ نہیں بلکہ نور ہے، جو ایک بہت ہی سرسبز درخت سے پھوٹ کر نکل رہا ہے اور اس نور کی تیزی اور اس درخت کا ہرا پن بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہ نور آسمان کی طرف سے آ رہا ہے اور حد نگاہ تک اس کا تسلسل قائم ہے۔ پھر آواز آئی کہ خیر و برکت ہے اس شخص کے لیے جو آگ میں کھڑا ہے، جو در حقیقت اللہ کا نور ہے اور ان لوگوں کے لیے جو اس نور کے اردگرد رہنے والے ہیں، یعنی سرزمین شام و بیت المقدس والے۔ چونکہ اس مقام کا تقاضا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی

ذات کو بندوں کے ساتھ ہر تشبیہ و مماثلت سے پاک مانا جائے اور موسیٰ علیہ السلام کو یہ بتایا جائے کہ ایسی بات نہیں کہ اللہ رب العالمین اس درخت پر بیٹھا ہے، یا اس میں حلول کر گیا ہے، یا کوئی زبان حرکت کر رہی ہے جس سے یہ آواز نکل رہی ہے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ وہ رب العالمین جو چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی مخلوق اس کے مشابہ نہیں ہے، کوئی چیز اس کا احاطہ کیے ہوئے نہیں ہے، وہ اکیلا اور بے نیاز ہے اور تمام مخلوقات کی مماثلت و مشابہت سے یکسر پاک ہے۔

اس کے بعد اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ وہ اللہ رب العزت ہے جو اس سے بات کر رہا ہے، کوئی فرشتہ یا کوئی اور مخلوق نہیں ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے دل کو سکون حاصل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ آپ اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دیجیے۔ ڈالتے ہی لاٹھی ایک سانپ کی طرح تیزی کے ساتھ دوڑنے لگی۔ موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھتے ہی ڈر کے مارے بھاگ پڑے اور پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھنا چاہا، تو اللہ نے پکارا کہ اے موسیٰ! آپ ڈریے نہیں، پیغمبر حضرات میرے پاس نہیں ڈرا کرتے، اس لیے کہ وہ میری حفاظت میں ہوتے ہیں۔

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱﴾

”مگر جس نے ظلم کیا، پھر برائی کے بعد بدل کر نیکی کی تو بے شک میں بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہوں۔“

یہ استثنا منقطع ہے، اس میں انسانوں کے لیے عظیم بشارت ہے کہ جو کوئی برا کام کرے، پھر اس سے باز آ جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴾ [طٰهٰ : ۸۲] ”اور بے شک میں یقیناً اس کو بہت بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے راستے پر چلے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىِٕكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [الفرقان : ۷۰] ”مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ سے ڈرو اور ہر برائی کے بعد نیکی کرو، تاکہ برائی مٹ جائے اور لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔“ [ترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء في معاشرة الناس : ۱۹۸۷]

وَ اَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ قَوْمِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾

”اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال، کسی عیب کے بغیر (چمکتا ہوا) سفید نکلے گا، نو نشانیوں میں، فرعون اور اس کی قوم کی

طرف۔ بلاشبہ وہ نافرمان لوگ تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دوسرا معجزہ عطا کیا کہ آپ اپنا ہاتھ اپنی قمیص کے گریبان میں ڈالیے تو وہ بغیر کسی عیب اور بیماری کے چاند کی مانند چمکتا ہوا نکلے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور ان کا ہاتھ بغیر کسی بیماری کے نہایت ہی چمکدار بن گیا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کی صداقت ثابت کرنے اور فرعون کو راہِ راست پر لانے کے لیے ہم آپ کو نو (۹) معجزات دیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴾ [بني إسرائيل : ۱۰۱] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح نشانیاں دیں، سو بنی اسرائیل سے پوچھ، جب وہ ان کے پاس آیا تو فرعون نے اس سے کہا یقیناً میں تو تجھے اے موسیٰ! جادو زدہ سمجھتا ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۰] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے فرعون کی آل کو قحط سالیوں اور پیداوار کی کمی کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۳] ''تو ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون، جو الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی انھوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۶] ''تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس انھیں سمندر میں غرق کر دیا، اس وجہ سے کہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴾ [الشعراء : ۶۳ تا ۶۶] ''تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مار، پس وہ پھٹ گیا تو ہر ٹکڑا بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا۔ اور وہیں ہم دوسروں کو قریب لے آئے۔ اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے، سب کو بچا لیا۔ پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔''

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۳ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۱۴

''تو جب ان کے پاس ہماری نشانیاں آنکھیں کھول دینے والی پہنچیں تو انھوں نے کہا یہ کھلا جادو ہے۔ اور انھوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا، حالانکہ ان کے دل ان کا اچھی طرح یقین کر چکے تھے، پس دیکھ فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور فرعونیوں کا کفر و عناد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ہماری کھلی اور روز روشن کی طرح واضح

نشانیاں ان کے سامنے پیش کر دی گئیں اور ان کے انکار کے لیے ان سے کچھ نہ بن پڑا تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے اور اپنے دلوں میں اس بات کا یقین رکھتے ہوئے کہ یہ اللہ کے معجزے ہیں، ظلم اور غرور کی راہ اختیار کی اور ان کا انکار کر دیا۔ اس لیے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ دیکھ لیجیے کہ اللہ کی زمین میں فساد پھیلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ اللہ نے ان سب کو ایک ساتھ سمندر میں ڈبو دیا۔ لہٰذا اے کفارِ قریش! اگر تم بھی اپنے کفر وعناد پر اڑے رہے تو کہیں تمھارا انجام بھی فرعونیوں جیسا نہ ہو۔

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے داؤد اور سلیمان کو ایک علم دیا اور ان دونوں نے کہا تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے داؤد و سلیمان علیہما السلام کو علم کثیر سے نوازا تھا۔ علم شریعت اور علم قضا کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو زبور عطا کی اور زرہ سازی کا علم دیا۔ لوہا ان کے ہاتھ میں پگھل جاتا تھا، جبکہ سلیمان علیہ السلام کے لیے جن وانس، پرندے، ہوا اور جانور وغیرہ مسخر کر دیے گئے تھے اور دونوں کو اللہ نے بادشاہی سے نوازا تھا۔ ان گوناگوں نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے دونوں نے کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بہت سے مومن بندوں پر ہمیں فضیلت دی ہے۔ داؤد علیہ السلام کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَ الطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَ شَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَ اٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ ﴾ [ص : ۱۸ تا ۲۰] ’’بے شک ہم نے پہاڑوں کو اس کے ہمراہ مسخر کر دیا، وہ دن کے پچھلے پہر اور سورج چڑھنے کے وقت تسبیح کرتے تھے۔ اور پرندوں کو بھی، جب کہ وہ اکٹھے کیے ہوتے، سب اس کے لیے رجوع کرنے والے تھے۔ اور ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کر دی اور اسے حکمت اور فیصلہ کن گفتگو عطا فرمائی۔‘‘

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خوش الحانی کی تعریف کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تمھیں آل داؤد کی خوش الحانیوں میں سے خوش الحانی دی گئی ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن : ۲۳۶/ ۷۹۳]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کو سب روزوں سے زیادہ داؤد علیہ السلام کے روزے پسند ہیں، وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، وہ آدھی رات تک سوتے، پھر تہائی رات عبادت کرتے، پھر رات کے

چھٹے حصے میں سوتے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب أحب الصلوة إلی اللہ صلوة داوٗد ...... الخ : ۳۴۲۰۔ مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر ...... الخ : ۱۱۵۹/۱۹۰]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''داؤد علیہ السلام پر زبور کا پڑھنا اتنا آسان کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم دیتے اور زین کسے جانے سے پہلے پہلے وہ زبور کو پڑھ لیتے تھے اور وہ صرف اپنے ہاتھ کی کمائی ہی سے کھایا کرتے تھے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ و اتینا داوٗد زبورًا ﴾ : ۳۴۱۷]

وَ وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

''اور سلیمان داؤد کا وارث بنا اور اس نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہمیں ہر چیز میں سے حصہ دیا گیا ہے۔ بے شک یہ یقیناً یہی واضح فضل ہے۔''

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ : یعنی بادشاہت اور نبوت میں، یہاں مال کی وراثت مراد نہیں ہے، کیونکہ اگر مقصود مال کی وراثت ہوتی تو پھر داؤد علیہ السلام کی تمام اولاد میں سے صرف سیدنا سلیمان علیہ السلام کا بطور خاص ذکر نہ کیا جاتا، ان کی باقی اولاد کا بھی ذکر کیا جاتا۔ یاد رہے کہ داؤد علیہ السلام کی تو ایک سو بیویاں تھیں۔ بہرحال یہاں مراد ملک و نبوت کی وراثت ہے۔ کیونکہ انبیاء کا مال ان کے وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتا، جیسا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم گروہِ انبیاء کا مال بطور وراثت تقسیم نہیں ہوتا، بلکہ ہم نے جو مال چھوڑا ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، باب مناقب قرابة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ۳۷۱۲]

سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجا لاتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ ہمیں پرندوں کی بولیوں کا علم دیا گیا ہے اور ہمیں ہمارے رب کی جانب سے ہر چیز دی گئی ہے، کسی چیز کی کمی نہیں ہے، بے شک اللہ کا ہم پر واضح فضل و کرم ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے یہ بات فخر و مباہات کے لیے نہیں، بلکہ اللہ کے شکر کے طور پر کہی تھی۔

وَ حُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ الطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾

''اور سلیمان کے لیے اس کے لشکر جمع کیے گئے، جو جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے تھے، پھر وہ الگ الگ تقسیم کیے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی پر آئے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمان اور اس کے لشکر تمھیں کچل نہ دیں اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں۔ تو وہ اس کی بات سے ہنستا ہوا مسکرایا اور اس نے کہا اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں، جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہے اور یہ کہ میں نیک عمل کروں، جسے تو پسند کرے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔''

سلیمان علیہ السلام کے ایک سفر کا ذکر ہے، جب وہ جنوں، انسانوں اور پرندوں پر مشتمل اپنی ایک منظم و مرتب فوج کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستے میں ان کا گزر ایک ایسی وادی سے ہوا جس میں چیونٹیاں پائی جاتی تھیں۔ ایک چیونٹی نے اس لشکر جرار کو دیکھ کر دیگر چیونٹیوں سے کہا کہ تم سب جلد از جلد اپنی بلوں میں داخل ہو جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان علیہ السلام اور اس کی فوج غیر شعوری طور پر تمھیں کچل دے۔ سلیمان علیہ السلام اس کی بات سن کر مسکرانے لگے اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے دعا کرنے لگے کہ اے میرے رب! مجھے اس بات کی توفیق دے کہ تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر جن نعمتوں کی بارش کی ہے ان کا شکر ادا کروں اور ایسے نیک کام کروں جنھیں تو پسند کرتا ہے اور اپنے رحم و کرم سے مجھے نیک بندوں میں داخل کر دے۔

سلیمان علیہ السلام کے فضائل میں سے ایک بات تو یہ ہے کہ ان کو ایسی بادشاہت دی گئی تھی جو ان کے بعد کسی کو نہیں دی گئی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ۝ وَ الشَّیٰطِیْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ۝ وَّ اٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ۝ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴾ [صٓ : ۳۵ تا ۴۰] ''اس نے کہا اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، یقیناً تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔ تو ہم نے اس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا جو اس کے حکم سے نرم چلتی تھی، جہاں کا وہ ارادہ کرتا تھا۔ اور شیطانوں کو، جو ہر طرح کے ماہر معمار اور ماہر غوطہ خور تھے۔ اور کچھ اوروں کو بھی (تابع کر دیا) جو بیڑیوں میں اکٹھے جکڑے ہوئے تھے۔ یہ ہماری عطا ہے، سو احسان کر، یا روک رکھ، کسی حساب کے بغیر۔ اور بلاشبہ اس کے لیے ہمارے ہاں یقیناً بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔''

یہاں اس چیونٹی کا تذکرہ کرنا بھی مفید رہے گا جس نے ایک نبی کو کاٹ لیا تھا۔ یہ نبی ایک ایسی بستی پر سے گزرے جس کو اللہ پاک نے بالکل تباہ کر دیا تھا۔ انھوں نے عرض کی پروردگار! اس بستی میں تو نیک اور بد ہر طرح کے لوگ موجود تھے، پھر لڑکے، بچے، جانور سبھی تھے، تو تو نے سبھی کو ہلاک کر دیا؟ پھر وہ نبی ایک درخت کے نیچے آرام کے لیے اس رکے تو ایک چیونٹی نے انھیں کاٹ لیا، تو انھوں نے غصے میں چیونٹیوں کا سارا بل جلا دیا۔ تب اللہ نے ان کے سوال کا جواب دیا کہ تو نے کیوں بے قصور چیونٹیوں کو ہلاک کر دیا؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’نبیوں میں سے ایک نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو ان کے حکم سے چیونٹیوں کے سارے گھر جلا دیے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ تمھیں ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تھا، لیکن تم نے ایک ایسی مخلوق کو جلا کر خاک کر دیا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی تھی۔‘‘ [بخاری، کتاب الجهاد، باب : ۳۰۱۹]

وَ تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآىِٕبِيْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاۡاَذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾

’’اور اس نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا مجھے کیا ہے کہ میں فلاں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا، یا وہ غائب ہونے والوں سے ہے۔ یقیناً میں اسے ضرور سزا دوں گا، بہت سخت سزا، یا میں ضرور ہی اسے ذبح کر دوں گا، یا وہ ضرور ہی میرے پاس کوئی واضح دلیل لے کر آئے گا۔ پس وہ کچھ دیر ٹھہرا، جو زیادہ نہ تھی، پھر اس نے کہا میں نے اس بات کا احاطہ کیا ہے جس کا احاطہ تو نے نہیں کیا اور میں تیرے پاس سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ بے شک میں نے ایک عورت کو پایا کہ ان پر حکومت کر رہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے حصہ دیا گیا ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کر دیے ہیں، پس انھیں اصل راستے سے روک دیا ہے، پس وہ ہدایت نہیں پاتے۔‘‘

سلیمان علیہ السلام نے ایک دن دورانِ سفر میں پرندوں کی حاضری لی تو ہدہد کو غائب پایا۔ انھوں نے ناراض ہو کر کہا کہ اگر اس نے معقول عذر پیش نہ کیا تو میں اسے سخت سزا دوں گا، یا ذبح کر دوں گا، لیکن کچھ ہی دیر بعد وہ سلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش ہو گیا اور اپنا عذر پیش کرتے ہوئے انھیں خبر دی کہ میں وہ کچھ دیکھ کر آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں ہے۔ میں یمن کے شہر سبا، جو اب مارب کہلاتا ہے، اس کی ایک بالکل سچی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا ہے جو حکمران ہے اور جسے اللہ نے ہر ساز و سامان اور اسباب و ثروت سے نواز رکھا ہے۔ اس کا ایک بہت عظیم تخت شاہی ہے، جس پر بیٹھ کر وہ حکومت کرتی ہے۔ ہدہد نے کہا کہ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کے سوا آفتاب کو سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ شیطان نے ان کے ان شرکیہ اعمال کو ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا دیا ہے اور انھیں راہِ حق کی اتباع سے روک دیا ہے، اس لیے وہ لوگ بھٹک گئے ہیں۔

﴿اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ﴾ : سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایران کی حکومت پر کسریٰ کی بیٹی کے فائز ہونے کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: ''وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے عورت کو حکمران بنالیا ہے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبی ﷺ إلی کسریٰ و قیصر : ٤٤٢٥]

اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ یَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿٢٦﴾ السجدۃ

''تاکہ وہ اللہ کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو نکالتا ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو عرش عظیم کا رب ہے۔''

یعنی وہ اس کے لیے سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے۔ آسمان سے بارش بھیجتا اور زمین کے اندر سے نباتات اور معدنیات کو نکالتا ہے اور جو تمام پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔ وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور جو اس عرش عظیم کا رب ہے۔

﴿الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ : آسمان کی پوشیدہ چیزیں بجلی، بارش، اولے، سورج، چاند اور تارے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ﴾ [البقرۃ : ١٩] ''یا جیسے آسمان سے اترنے والی بارش، جس میں کئی اندھیرے ہیں اور گرج اور چمک ہے۔'' اور فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ﴾ [الرعد : ١٢] ''وہی ہے جو تمھیں بجلی دکھاتا ہے، ڈرانے اور امید دلانے کے لیے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ ؕ یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ﴾ [النور : ٤٣] ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ بادل کو چلاتا ہے، پھر اسے آپس میں ملاتا ہے، پھر اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے اور وہ آسمان سے ان پہاڑوں میں سے جو اس میں ہیں، کچھ اولے اتارتا ہے، پھر انھیں جس کے پاس چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے اور انھیں جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے۔''

زمین کی پوشیدہ چیزوں میں سے بیج ہیں جو پھوٹ کر باہر نکلتے ہیں، مختلف قسم کے تیل اور ہوائیں ہیں، یہ چیزیں گاڑیاں چلانے اور آگ پیدا کرنے کے کام آتی ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰی ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ یَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ

يُؤۡمِنُوۡنَ ﴾ [الأنعام : ۹۹] ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں سے پانی اتارا تو ہم نے اس کے ساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، جس میں سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے۔ اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔''

الغرض آسمانوں کی اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرتا ہے، پورا نظام کائنات وہ چلا رہا ہے تو پھر سجدہ اسی ایک ذات واحد ہی کے لیے جائز ہے۔ دوسرے کچھ نہیں کر سکتے، لہٰذا وہ انسان کی عبادت کے قطعاً مستحق نہیں۔

قَالَ سَنَنۡظُرُ اَصَدَقۡتَ اَمۡ كُنۡتَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۲۷﴾ اِذۡهَبْ بِّكِتٰبِىۡ هٰذَا فَاَلۡقِهۡ اِلَيۡهِمۡ ثُمَّ تَوَلَّ عَنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ مَاذَا يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اِنِّىۡۤ اُلۡقِىَ اِلَىَّ كِتٰبٌ كَرِيۡمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَىَّ وَاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۳۱﴾ ع

''کہا عنقریب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا، یا تو جھوٹوں سے تھا۔ میرا یہ خط لے جا، پس اسے ان کی طرف پھینک دے، پھر ان سے لوٹ آ، پس دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ اس (ملکہ) نے کہا اے سردارو! بے شک میری طرف ایک عزت والا خط پھینکا گیا ہے۔ بے شک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے ہے، جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ یہ کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور فرماں بردار بن کر میرے پاس آجاؤ۔''

سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی بات سن کر کہا، میں تمھارا امتحان لے کر دیکھوں گا کہ تم نے سچ بات کہی ہے یا اپنی جان بچانے کے لیے میرے سامنے ایک جھوٹ گھڑ کر بیان کر دیا ہے۔ یہ میرا خط لے جاؤ اور ان تک پہنچا دو اور پھر الگ ہٹ کر دیکھو کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ ہدہد نے ایسا ہی کیا اور ملکہ کی گود میں خط ڈال دیا۔ ملکہ نے خوف زدہ ہو کر اسے پڑھا اور اپنے دربار کے خاص لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ میرے پاس ایک بہت ہی لائقِ احترام خط بھیجا گیا ہے۔ یہ خط سلیمان کی جانب سے ہے اور اس کی ابتدا اس اللہ کے نام سے ہے جو بے حد رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ تم لوگ بادشاہوں کے عام طریقے کے مطابق کبر و نخوت سے کام نہ لو، اکڑو نہیں اور جو دین دے کر میں بھیجا گیا ہوں اس پر ایمان لاؤ اور میرے دربار میں حاضر ہو جاؤ۔

قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اَفۡتُوۡنِىۡ فِىۡۤ اَمۡرِىۡ‌ۚ مَا كُنۡتُ قَاطِعَةً اَمۡرًا حَتّٰى تَشۡهَدُوۡنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوۡا نَحۡنُ اُولُوۡا قُوَّةٍ وَّاُولُوۡا بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ ۙ وَّالۡاَمۡرُ اِلَيۡكِ فَانۡظُرِىۡ مَاذَا تَاۡمُرِيۡنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡكَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡيَةً

اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ اِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَاۤ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

’’کہا اے سردارو! تم میرے معاملے میں مجھے حل بتاؤ، میں کبھی کسی معاملے کا فیصلہ کرنے والی نہیں، یہاں تک کہ تم میرے پاس موجود ہو۔ انھوں نے کہا ہم بڑی قوت والے اور بہت سخت جنگ والے ہیں اور معاملہ تیرے سپرد ہے، سو دیکھ تو کیا حکم دیتی ہے۔ اس نے کہا بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے خراب کر دیتے ہیں اور اس کے رہنے والوں میں سے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور اسی طرح یہ کریں گے۔ اور بے شک میں ان کی طرف کوئی تحفہ بھیجنے والی ہوں، پھر انتظار کرنے والی ہوں کہ ایلچی کیا جواب لے کر پلٹتے ہیں۔ تو جب وہ سلیمان کے پاس آیا تو اس نے کہا کیا تم مال کے ساتھ میری مدد کرتے ہو؟ تو جو کچھ اللہ نے مجھے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تمھیں دیا ہے، بلکہ تم ہی اپنے تحفے پر خوش ہوتے ہو۔ ان کے پاس واپس جا، اب ہر صورت ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کے مقابلے کی ان میں کوئی طاقت نہیں اور ہر صورت انھیں اس سے اس حال میں ذلیل کر کے نکالیں گے کہ وہ حقیر ہوں گے۔‘‘

ملکہ بلقیس نے جب خط پڑھ لیا، تو دربار میں موجود خاص لوگوں کو اس کا مضمون بتایا اور ان سے کہا کہ تم لوگ اس بارے میں مجھے اپنی رائے دو، جب تک میں تم لوگوں کی رائے معلوم نہ کرلوں، صرف اپنی سمجھ پر بھروسا کر کے کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتی، تو ان زعمائے قوم نے کہا کہ ہم فوجی طاقت اور جنگ کا اچھا تجربہ رکھتے ہیں اور معرکۂ کارزار میں دشمنوں کے چھکے چھڑا دیتے ہیں۔ اس لیے ہم اپنی جان و مال اور ملک و وطن کے دفاع کی پوری قدرت رکھتے ہیں، اب آپ خود ہی فیصلہ کیجیے، آپ کی دور اندیشی اور عقل مندی پر ہمیں بھروسا ہے۔ آپ کا جو حکم ہوگا اسے کر گزرنے کے لیے ہم تیار ہیں۔ بلقیس نے تمام حالات کا جائزہ لیا، سلیمان علیہ السلام کی قوت و ہیبت کا اندازہ اس سے لگایا کہ پرندے تک ان کے تابع فرمان ہیں اور فوراً اس نتیجے پر پہنچ گئی کہ وہ اپنے دشمن کے مقابلے میں بالکل کمزور ہے، بہتری اسی میں ہے کہ سلیمان (علیہ السلام) سے صلح کر لی جائے۔ اسی لیے اس نے کہا کہ یہ بادشاہ حضرات جب کسی ملک میں قوت کے بل بوتے پر داخل ہوتے ہیں تو اسے تہس نہس کر دیتے ہیں اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں، قتل کرتے ہیں، قید کر لیتے ہیں اور مال و متاع لوٹ لیتے ہیں، اس لیے سلیمان (علیہ السلام) اور اس کی فوج کے لوگ بھی یہاں یہی کچھ کریں گے۔ میں ایسا کرتی ہوں کہ سلیمان (علیہ السلام) اور اس کے عمائدین قوم کے لیے ہدیہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ میرے قاصد کیا

جواب اور تأثر لے کر آتے ہیں۔ جب قاصد سلیمان علیہ السلام کے پاس بلقیس کا قیمتی ہدیہ لے کر پہنچے اور ان کی خدمت میں پیش کیا، تو انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تم لوگ مجھے مال دے کر خوش کرنا چاہتے ہو، تا کہ تمھارے کفر و شرک کو نظر انداز کر جاؤں اور تمھیں تمھارے حال پر چھوڑ دوں؟ مجھے اللہ نے تم لوگوں سے کہیں زیادہ اور بہتر عطا کیا ہے، علم و نبوت سے نوازا ہے، بادشاہی عطا کی ہے، جنوں، انسانوں، پرندوں، جانوروں اور ہواؤں تک کو میرے لیے مسخر کر دیا ہے۔ تم لوگ ہدیہ واپس لے جاؤ اور دنیا کی ان عارضی نعمتوں پر خوش ہوتے رہو۔ مجھے تمھارا ہدیہ قبول نہیں اور اگر وہ لوگ مسلمان بن کر میرے پاس نہ آئے تو ایک ایسی فوج لے کر ان پر حملہ کر دوں گا کہ جن کے مقابلے کی ان کے اندر ہمت نہیں ہے اور سب کو شہر سبا سے ذلیل و خوار کر کے نکال دوں گا۔ جب قاصد سلیمان علیہ السلام کا یہ پیغام لے کر بلقیس کے پاس واپس پہنچے اور اسے یقین ہو گیا کہ سلیمان کوئی دنیاوی بادشاہ نہیں، بلکہ اللہ کے نبی ہیں، تو ایمان لانے کے لیے روانہ ہو گئی۔

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣٨﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿٣٩﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۣ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿٤٠﴾

”کہا اے سردارو! تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لے کر آئے گا، اس سے پہلے کہ وہ فرماں بردار ہو کر میرے پاس آئیں؟ جنوں میں سے ایک طاقتور شرارتی کہنے لگا میں اسے تیرے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ تو اپنی جگہ سے اٹھے اور بلاشبہ میں اس پر یقیناً پوری قوت رکھنے والا، امانت دار ہوں۔ اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا ایک علم تھا، میں اسے تیرے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ تیری آنکھ تیری طرف جھپکے۔ پس جب اس نے اسے اپنے پاس پڑا ہوا دیکھا تو اس نے کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے، تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں، یا ناشکری کرتا ہوں اور جس نے شکر کیا تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً میرا رب بہت بے پروا، بہت کرم والا ہے۔“

سلیمان علیہ السلام جنوں کے ذریعے سے اس کی آمد کی خبر لیتے رہے اور جب وہ فلسطین کے بالکل قریب آ گئی تو انھوں نے اپنے وزراء حکومت سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم میں سے کون اس کا تخت شاہی میرے پاس ان سب کے آنے سے پہلے لا سکتا ہے؟ ان کی یہ بات سن کر ایک قوی ہیکل جن نے کہا کہ یہ کام میں انجام دے سکتا ہوں اور آپ کی مجلس برخواست ہونے سے پہلے اسے لے آؤں گا، آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اس کی قدرت رکھتا ہوں اور اسے بحفاظت و امانت آپ تک لے آؤں گا۔ یہ بات سن کر ایک شخص جس کے پاس کتاب الٰہی کا علم تھا، وہ کہنے لگا کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے

اسے آپ کے پاس حاضر کروں گا۔ بہر حال پلک جھپکنے سے پہلے وہ عرش سلمان علیہ السلام کے سامنے آ گیا۔ انھوں نے کہا کہ یہ محض اللہ کا فضل و کرم ہے، ورنہ میرے اندر اس کی طاقت کہاں تھی، اللہ مجھے آزمانا چاہتا ہے کہ میں اطاعت و بندگی کے ذریعے اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا معصیت و نافرمانی کے ذریعے سے اس کی ناشکری کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی اللہ کا شکر گزار ہوتا ہے تو اس کا فائدہ اسے ہی پہنچتا ہے کہ اس کی نعمت باقی رہتی ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ اپنے بندوں کے شکر سے یکسر بے نیاز ہے، اس کا محتاج نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ کریم بھی ہے کہ بندوں کے کفر کے باوجود اپنی نعمتیں ان سے نہیں چھینتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ [لقمان : ۱۲] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو دانائی عطا کی کہ اللہ کا شکر کر اور جو شکر کرے تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو یقیناً اللہ بہت بے پروا، بہت تعریفوں والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ [إبراهيم : ۷، ۸] ”اور جب تمھارے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ بے شک اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور ہی تمھیں زیادہ دوں گا اور بے شک اگر تم ناشکری کرو گے تو بلاشبہ میرا عذاب یقیناً بہت سخت ہے۔ اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں، سب کے سب کفر کرو تو بے شک اللہ یقیناً بڑا بے پروا، بے حد تعریف والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۫ وَ لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَ اِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ﴾ [الزمر : ۷] ”اگر تم ناشکری کرو تو یقیناً اللہ تم سے بہت بے پروا ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمھارے لیے پسند کرے گا۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ جنتی لوگوں سے فرمائے گا کہ اے جنتیو! وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ہم تیری خدمت میں بار بار حاضر ہیں اور ہر قسم کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے ہم کیسے راضی نہ ہوں، جبکہ تو نے ہمیں اتنا دیا ہے کہ اتنا اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں تم کو اس سے بھی عمدہ کوئی چیز نہ دوں؟ وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! اس سے عمدہ اور کون سی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تم پر اپنی رضا کو نازل کر دیا ہے، اب میں اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔“ [بخاري، كتاب التوحيد، باب كلام الرب مع أهل الجنة : ۷۵۱۸]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا اور تم پر بھی حرام کیا، سو تم آپس میں ظلم نہ کیا کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو، سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دوں، سو تم مجھ سے ہدایت مانگو، میں تم کو ہدایت کا راستہ بتاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو، سوائے اس کے جس کو میں کھلاؤں، تو تم مجھ سے کھانا مانگو، میں تم کو کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو

سوائے اس کے جس کو میں پہناؤں، تو تم مجھ سے کپڑا مانگو، میں تم کو پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں سب گناہوں کو بخشتا ہوں، تو مجھ سے بخشش مانگو، میں تمھیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ مجھے فائدہ پہنچا سکتے ہو۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے جن اور انسان سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سے کوئی سب سے متقی شخص ہوتا ہے تو (اس سے) میری سلطنت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا اور اے میرے بندو! اگر تم میں سے اگلے اور پچھلے سب آدمی اور جنات ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سے کوئی بڑا بدکار شخص ہوتا ہے تو (اس سے) میری سلطنت میں کچھ کمی نہیں ہوگی۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے جن و انس ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور پھر مجھ سے مانگنا شروع کریں اور میں ہر ایک کو جو وہ مانگے دے دوں، تب بھی میرے پاس جو کچھ ہے وہ کم نہیں ہوگا، مگر اتنا ہی جتنا کہ سمندر میں سے سوئی ڈبو کر نکال لی جائے۔ اے میرے بندو! یہ تو تمھارے ہی اعمال ہیں جن کو میں تمھارے لیے شمار کرتا رہتا ہوں، پھر تم کو ان اعمال کا پورا بدلہ دوں گا، سو جس شخص کو بہتر بدلہ ملے اسے چاہیے کہ اللہ کا شکر کرے اور جو برا بدلہ پائے تو وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔" [مسلم، كتاب البر و الصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۷]

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾

"کہا اس کا تخت اس کے لیے بے پہچان کر دو، تاکہ ہم دیکھیں کیا وہ راہ پر آتی ہے، یا ان لوگوں سے ہوتی ہے جو راہ نہیں پاتے۔ پھر جب وہ آئی تو اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا یہ تو گویا وہی ہے اور ہم اس سے پہلے علم دیے گئے تھے اور ہم فرماں بردار تھے۔ اور اسے اس چیز نے روکے رکھا جس کی عبادت وہ اللہ کے سوا کرتی تھی، بلاشبہ وہ کافر لوگوں میں سے تھی۔"

سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس تخت کے بعض اوصاف بدل دیے جائیں، تاکہ دیکھیں کہ بلقیس اسے اپنے سامنے دیکھ کر کیا جواب دیتی ہے اور اس کی عقل و فہم کا اندازہ ہو سکے، چنانچہ جب وہ اپنے تخت کے قریب پہنچی تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا تمھارا تخت شاہی ایسا ہی ہے؟ تو اس نے کہا، گویا کہ یہ وہی ہے اور ہم یہاں آنے سے پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور ہم آپ کے مطیع و فرماں بردار ہو گئے تھے۔ لیکن مفسرین نے اسے سلیمان علیہ السلام کا قول قرار دیا ہے کہ ہمیں پہلے ہی یہ علم دے دیا گیا تھا کہ ملکۂ سبا تابع فرمان ہو کر حاضر خدمت ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسے ایک اللہ کی عبادت سے اب تک اس بات نے روک رکھا ہے کہ اس کی پوری قوم کافر تھی اور غیر اللہ کی عبادت کرتی تھی۔

تو یہ بھی انھی کی پیروی کرتے ہوئے اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک کرتی تھی۔

قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۖ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَن سَاقَيْهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّن قَوَارِيرَ ۗ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٤﴾

''اس سے کہا گیا اس محل میں داخل ہو جا۔ تو جب اس نے اسے دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھا اور اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا۔ اس نے کہا یہ تو شیشے کا صاف ملائم بنایا ہوا فرش ہے۔ اس (ملکہ) نے کہا اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کے لیے فرماں بردار ہو گئی۔''

سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک ایسا محل تھا جس کا فرش شیشے کا بنا ہوا تھا، اس کے نیچے ایک بڑا تالاب تھا جس میں بہت سے مچھلیاں تھیں۔ اس تالاب کے پانی میں تموج پیدا ہوتا رہتا تھا، انھوں نے بلقیس اور اس کی قوم کو اپنی نبوت اور عظیم سلطنت کی ایک اور نشانی دکھانا چاہی، چنانچہ وہ اس محل میں جا کر بیٹھ گئے۔ ان کے اردگرد انسانوں اور جنوں کا ایک بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ پھر اس سے کہا گیا کہ سلیمان علیہ السلام اس سے اس محل میں ملنا چاہتے ہیں۔ جب اس نے اس محل کو دیکھا تو اس نے پانی سمجھ کر اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اوپر اٹھا لیا، تو سلیمان علیہ السلام نے اس سے کہا کہ یہ پانی نہیں، بلکہ شیشے کا فرش ہے، یہ آخری چیز تھی جس نے بلقیس کی آنکھیں کھول دی۔ اسی لیے وہ بے ساختہ پکار اٹھی کہ میں اب تک اللہ کے بجائے آفتاب کی پرستش کر کے اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی ہوں، اب میں سلیمان علیہ السلام کی پیروی کرتے ہوئے اللہ رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں اور اپنے اسلام کا اعلان کرتی ہوں۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يَا قَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۖ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَن مَّعَكَ ۚ قَالَ طَائِرُكُمْ عِندَ اللَّهِ ۖ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ﴿٤٧﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو تو اچانک وہ دو گروہ ہو کر جھگڑ رہے تھے۔ کہا اے میری قوم! تم بھلائی سے پہلے برائی کیوں جلدی مانگتے ہو، تم اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ انھوں نے کہا ہم نے تیرے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو تیرے ہمراہ ہیں، بدشگونی پکڑی ہے۔ کہا تمھاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے، بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو آزمائے جا رہے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قوم ثمود کے پاس ان کے بھائی صالح کو نبی بنا کر بھیجا، جنھوں نے ان سے کہا کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو، تو ایک گروہ نے ان کی دعوت قبول کر لی اور ان پر ایمان لے آیا، جبکہ دوسرے گروہ نے ان کی

دعوت کو ٹھکرا دیا اور بتوں کی پرستش پر مصر رہا اور صالح علیہ السلام سے کہا کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو کوئی نشانی پیش کرو، چونکہ نشانی آ جانے کے بعد اگر ایمان نہ لاتے تو ہلاک کر دیے جاتے، اسی لیے انھوں نے ان کے حال پر رحم کھاتے ہوئے کہا، بجائے اس کے کہ تم ایمان لا کر اللہ کی رحمت کے طالب بنو، عذاب طلب کرنے پر کیوں اصرار کر رہے ہو؟ اللہ سے مغفرت کیوں طلب نہیں کرتے، تاکہ وہ تم پر رحم فرمائے؟

لیکن صالح علیہ السلام کی اس گفتگو کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور انھوں نے جواب میں کہا کہ اے صالح! ہم لوگ تو تم سے اور تمھارے ماننے والوں سے بدشگونی ہی لیتے ہیں، یعنی جب سے تم نے یہ نئی بات شروع کی ہے ہمیں نقصان ہی پہنچتا آیا ہے۔ صالح علیہ السلام نے جواب میں ان سے کہا کہ تمھیں جو بھی خیر و شر پہنچتا ہے وہ اللہ کی تقدیر سے پہنچتا ہے۔ وہ چاہتا ہے تو تمھیں روزی دیتا ہے، نہیں چاہتا تو محروم رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم پر تمھارے کفر اور گمراہی کا جادو چل گیا ہے۔ جو بات تمھاری خواہش نفس کے مطابق ہوتی ہے اسے اپنے لیے اچھا سمجھتے ہو اور جو تمھاری خواہش اور مرضی کے موافق نہیں ہوتی اسے اپنے لیے بدشگونی سمجھتے ہو۔

وَ كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

”اور اس شہر میں نو (۹) شخص تھے، جو اس سرزمین میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے کہا آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم ضرور ہی اس پر اور اس کے گھر والوں پر رات حملہ کریں گے، پھر ضرور ہی اس کے وارث سے کہہ دیں گے ہم اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور بلاشبہ ہم ضرور سچے ہیں۔ اور انھوں نے ایک چال چلی اور ہم نے بھی ایک چال چلی اور وہ سوچتے تک نہ تھے۔ پس دیکھ ان کی چال کا انجام کیسا ہوا کہ بے شک ہم نے انھیں اور ان کی قوم، سب کو ہلاک کر ڈالا۔ تو یہ ہیں ان کے گھر گرے ہوئے، اس کے باعث جو انھوں نے ظلم کیا۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو جانتے ہیں۔ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور بچتے رہے تھے۔“

قوم ثمود کے شہر حجر میں نو (۹) آدمی ایسے تھے جو پوری قوم کو خراب کرتے تھے اور صالح علیہ السلام کی تکذیب پر لوگوں کو ابھارتے تھے۔ انھی کی سفارش کے نتیجہ میں قدار بن سالف نے، جو ان میں سے ایک تھا، صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ہلاک کر

دیا اور خود انھیں بھی رات کے وقت قتل کر دینے کی سازش کی اور اللہ کے نام کی قسم کھائی کہ ہم سب مل کر صالح اور اس کے ماننے والوں کو قتل کر کے ان کے رشتہ داروں سے کہہ دیں گے کہ ان کے قتل کیے جانے کی ہمیں کوئی خبر نہیں ہے اور ہم اپنی بات میں سچے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھوں نے ہمارے نبی اور ان کے پیروکاروں کے قتل کی ناکام سازش کی اور ہم انھیں اس طرح کشاں کشاں ان کے مقتل کی طرف لے گئے۔ چنانچہ اے میرے نبی! ان کی سازش ان کے گلے کا پھندا بن گئی اور ہم نے ان تمام کو ان کے کفر و ظلم کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور اب ان کے مکانات خالی اور گرے پڑے ہیں، کوئی نہیں جو انھیں آباد کرے۔ بے شک سمجھ دار لوگوں کے لیے ان کے اس واقعہ میں بڑی عبرت کی باتیں ہیں۔ اس کے مقابلے میں جو لوگ صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے اور تقویٰ کی راہ اختیار کی تھی، ہم نے انھیں اس عذاب سے بچالیا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ [هود : ٦١] ”اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا)، اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٧٥، ٧٦] ”اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے، ان لوگوں سے کہا جو کمزور گنے جاتے تھے، ان میں سے انھیں (کہا) جو ایمان لے آئے تھے، کیا تم جانتے ہو کہ واقعی صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے؟ انھوں نے کہا بے شک ہم جو کچھ دے کر اسے بھیجا گیا ہے اس پر ایمان لانے والے ہیں۔ وہ لوگ جو بڑے بنے ہوئے تھے، انھوں نے کہا بے شک ہم جس پر تم ایمان لائے ہو، اس کے منکر ہیں۔“

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝

”اور لوط کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی کو آتے ہو، جب کہ تم دیکھتے ہو۔ کیا بے شک تم واقعی عورتوں کو چھوڑ کر شہوت سے مردوں کے پاس آتے ہو، بلکہ تم ایسے لوگ ہو کہ جہالت برتتے ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ لوط علیہ السلام کا واقعہ بھی لوگوں سے بیان کر دیجیے، انھوں نے اپنی قوم سے کہا، تمھاری اخلاقی گراوٹ انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ آپس میں بدکاری کرتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے ہو۔ ایک دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اس فعل بد کی شناعت و قباحت کو جانتے ہوئے اس کا ارتکاب کرتے رہتے ہو، تم کتنے برے

ہو گئے ہو کہ اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے مردوں کے ساتھ بدفعلی کرتے ہو، تم تو حیوانوں سے بھی بدتر ہو گئے ہو۔ تم ایسا اس لیے کرتے ہو کہ نرے جاہل اور نادان ہو، تمھیں معلوم ہی نہیں کہ تمھارے پیدا کرنے والے کا تم پر کیا حق ہے اور کفر و سرکشی کا کیسا برا انجام ہوتا ہے؟

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾

”تو اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا لوط کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال دو، بلاشبہ یہ ایسے لوگ ہیں جو بہت پاکباز بنتے ہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بچا لیا مگر اس کی بیوی۔ ہم نے اسے پیچھے رہنے والوں میں طے کر دیا تھا۔ اور ہم نے ان پر بارش برسائی، زبردست بارش، سو بری بارش تھی ان لوگوں کی جو ڈرائے گئے تھے۔“

لیکن لوط علیہ السلام کی دعوت کا ان پر کوئی مثبت اثر نہیں ہوا اور سب نے مل کر کہا کہ لوگو! لوط اور اس کے ماننے والوں کو اپنی بستی سے نکال دو اور بطور استہزا کہا کہ یہ بڑے نیک اور پاکیزہ لوگ ہیں۔ جب ان کی سرکشی اس حد تک بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام اور مسلمانوں کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا اور تمام بستی والوں کو ہلاک کر دیا جن میں لوط علیہ السلام کی بیوی بھی شامل تھی۔ اللہ نے ان پر پتھروں کی بارش کر دی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ؗ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ [العنکبوت : ۲۸، ۲۹] ”اور لوط کو (بھیجا) جب اس نے اپنی قوم سے کہا بے شک تم یقیناً اس بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کی۔ کیا بے شک تم واقعی مردوں کے پاس آتے ہو اور راستہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلس میں برا کام کرتے ہو؟ تو اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا ہم پر اللہ کا عذاب لے آ، اگر تو سچوں سے ہے۔“

وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَ لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَ لَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴾ [القمر : ۳۴ تا ۳۹] ”بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ایک ہوا بھیجی، سوائے لوط کے گھر والوں کے، انھیں ہم

نے صبح سے کچھ پہلے نجات دی۔ اپنی طرف سے انعام کرتے ہوئے، اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اسے جو شکر کرے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے انھیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تو انھوں نے ڈرانے میں شک کیا۔ اور بلاشبہ یقیناً انھوں نے اسے اس کے مہمانوں سے بہکانے کی کوشش کی تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں، پس چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ اور بلاشبہ یقیناً صبح سویرے ہی ان پر ایک نہ ٹلنے والے عذاب نے حملہ کر دیا۔ سو چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔‘‘

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

’’کہہ دے سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور سلام ہے اس کے ان بندوں پر جنھیں اس نے چن لیا۔ کیا اللہ بہتر ہے، یا وہ جنھیں یہ شریک ٹھہراتے ہیں؟‘‘

مجرموں کی ہلاکت اور مومنوں کی نجات کی خبر دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اس نعمت پر اپنے رب کا شکر ادا کریں اور امت محمدیہ کو تعلیم دی ہے کہ جب بھی انھیں اللہ کی کوئی نعمت حاصل ہو تو وہ اپنے رب کا شکر بجا لائیں، جس نے اپنے فضل سے انھیں یہ نعمت دی ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ دعوت کے میدان میں جب سامعین کے سامنے کوئی تقریر کریں یا کوئی تحریر پیش کریں تو اللہ کی برکت حاصل کرنے کے لیے اس کا آغاز اللہ کی حمد و ثنا اور انبیائے کرام، جو اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں، ان پر درود و سلام سے کریں، نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور انبیائے کرام پر درود و سلام کے بعد، مشرکین مکہ سے پوچھیں کہ اللہ بہتر ہے یا وہ معبودان باطلہ جنھیں وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان معبودان باطلہ میں کوئی خیر نہیں ہے اور یہ بات کفار مکہ کو معلوم ہے، پھر بھی وہ انھی کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ کیسی بے عقلی، کیسی جہالت اور کیسی نفس پرستی ہے؟

وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى : یہ بندے جن کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا انبیاء و رسل ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الصافات : ۱۸۰ تا ۱۸۲] ’’پاک ہے تیرا رب، عزت کا رب، ان باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ اور سلام ان پر جو بھیجے گئے۔ اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص خاص منتخب بندوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ [الحج : ۷۵] ’’اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے چنتا ہے اور لوگوں سے بھی، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴾ [فاطر : ۳۲] ’’پھر ہم نے اس کتاب کے وارث اپنے وہ بندے بنائے جنھیں ہم نے چن لیا، پھر ان میں سے کوئی اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے اور ان میں سے کوئی نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، اللہ کے حکم سے۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔‘‘

﴿ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝۶۰ ﴾

’’(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمھارے لیے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ رونق والے باغات اگائے، تمھارے بس میں نہ تھا کہ ان کے درخت اگاتے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو راستے سے ہٹ رہے ہیں۔‘‘

اس آیت اور اس سے اگلی تین چار آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ، رحمت، ربوبیت اور توحید کے ایسے دلائل بیان کیے ہیں کہ جن میں سے اکثر دلائل کے مشرکین مکہ بھی معترف تھے۔ سب سے پہلی دلیل تو یہ ہے کہ آسمانوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے اور زمین کا بھی۔ آسمان سے مینہ برساتا ہے جسے زمین جذب کرتی ہے، تو اس کی قوت روئیدگی اپنا کام شروع کر دیتی ہے۔ اس سے فصلیں، غلے، پھل، پھول اور مویشیوں کے لیے گھاس اور چارہ اگتا ہے۔ اس طرح روئے زمین پر جتنی بھی اللہ کی مخلوق بس رہی ہے سب کی غذا کا سامان فراہم ہو جاتا ہے۔ اب بتائیے کہ اس پورے نظام ربوبیت عامہ میں کوئی فرشتہ، کوئی نبی، کوئی ولی، کوئی بزرگ یا کوئی دوسرا معبود شریک ہے کہ اللہ کے علاوہ اس کی عبادت کی جائے؟ ظاہر ہے اس کے سوا کوئی جواب نہیں کہ یہ سارے کام اللہ کے ہیں، تو پھر تم کیوں اللہ کے سامنے کسی اور کی پرستش کرتے ہو؟

ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ﴾ [الأنعام : ١٤١] ’’اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کیے چھپروں پر چڑھائے ہوئے اور نہ چڑھائے ہوئے اور کھجور کے درخت اور کھیتی، جن کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور نہ ملتے جلتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٤] ’’بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٦١] ’’اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو

پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جا رہے ہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ نبوت سے قبل (وادیٔ) بلدح کے نشیبی علاقے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات زید بن عمرو بن نفیل سے ہوئی، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دستر خوان بچھایا گیا تو زید بن عمرو بن نفیل نے کھانے سے انکار کر دیا اور (جن لوگوں نے دستر خوان بچھایا تھا، ان سے) کہا کہ تم اپنے بتوں کے نام پر جو ذبیحہ کرتے ہو میں اسے نہیں کھاتا، میں تو بس وہی ذبیحہ کھاتا ہوں جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ زید بن عمرو بن نفیل قریش پر ان کے ذبیحے کے بارے میں عیب بیان کیا کرتے تھے کہ بکری کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اسی نے اس کے لیے آسمان سے پانی برسایا اور اسی نے اس کے لیے زمین سے گھاس اگائی، پھر تم لوگ اسے غیر اللہ (یعنی بتوں) کے نام پر ذبح کرتے ہو؟ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب حديث زيد بن عمرو بن نفيل : ٣٨٢٦]

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ﴿۶۱﴾

''(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے لیے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان رکاوٹ بنا دی؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔''

یعنی اس زمین کو تمھارے لیے قرار کی جگہ کس نے بنایا ہے کہ وہ لرزتی نہیں اور تم آرام سے اس پر زندگی گزارتے ہو؟ زمین پر نہریں کس نے جاری کی ہیں؟ اس پر پہاڑ کس نے جما دیے، تاکہ حرکت نہ کرے؟ میٹھے اور کھارے پانی کے درمیان رکاوٹ کس نے کھڑی کی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے نہیں ملتے؟ اس کے سوا تمھارے پاس کوئی جواب نہیں کہ یہ سب اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں، تو پھر تم اس کے سوا کسی اور کو اپنا معبود کیوں بناتے ہو؟

<u>وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ</u> : زمین پر پہاڑوں کو گاڑ دینا اور ان کے ذریعے سے زمین کو قرار دینا یہ اللہ کا کام ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا : ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴾ [لقمان : ١٠] ''اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔'' زمین میں دریاؤں کا جاری کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [النحل : ١٥] ''اور اس نے

زمین میں پہاڑ گاڑ دیے کہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور نہریں اور راستے بنائے، تا کہ تم منزل تک پہنچ جاؤ۔'' دو سمندروں کے درمیان اس طرح پردہ حائل کر دینا کہ میٹھا اور کھارا پانی ایک دوسرے سے نہیں ملتے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴾ [الرحمٰن : ۱۹، ۲۰] ''اس نے دو سمندروں کو ملا دیا، جو اس حال میں مل رہے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے (جس سے) وہ آگے نہیں بڑھتے۔''

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾

''یا وہ جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمھیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔''

یعنی جب انسان کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے، وہ کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے، یا کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے، یا کسی ظالم کے ہتھے چڑھ جاتا ہے تو وہ بے تحاشا کسے پکارتا ہے؟ کون ہے جو اس کی فریاد رسی کرتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے؟ کون ہے جو لوگوں کو موت دیتا رہتا ہے اور ان کی نسلوں کو زمین کا وارث بناتا رہتا ہے؟ جواب معلوم ہے کہ وہ اللہ ہے۔ تو اے مشرکین مکہ! پھر تم اسے چھوڑ کر معبودانِ باطلہ کے سامنے کیوں سربسجود ہوتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ : مصیبت زدہ کی فریاد سننا اور اس کی مصیبت دور کرنا، یہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾ [الأنعام : ۱۷] ''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴾ [بني إسرائيل : ٥٦، ٥٧] ''کہہ پکارو ان کو جنھیں تم نے اس کے سوا گمان کر رکھا ہے، پس وہ نہ تم سے تکلیف دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ بدلنے کے۔ وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، جو ان میں سے زیادہ قریب ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ ڈرا جاتا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں (بنی اسرائیل) میں سے

تین آدمی (راستہ میں) چلے جا رہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔ وہ لوگ پہاڑ کے ایک غار میں گھس گئے۔ اتفاق سے (ایک بڑا پتھر گرا اور) غار کا منہ بند ہو گیا۔ اب تینوں آپس میں کہنے لگے، اللہ کی قسم! اب تو (اس مصیبت سے) تم کو سچائی ہی نجات دلائے گی، لہٰذا ہم میں سے ہر شخص اپنے کسی ایسے نیک عمل کے وسیلہ سے، جس کے بارے میں اسے یقین ہو کہ وہ اس نے خالص اللہ کے لیے کیا ہے، اللہ سے دعا کرے۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا، اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک فرق (تین صاع) چاولوں پر ایک مزدور رکھا تھا، اس نے میرا کام تو کیا، مگر پھر (کسی بات پر غصہ میں آ کر) وہ اپنے چاول چھوڑ کر چلا گیا۔ اب میں نے اس کے حصہ کے چاول بو دیے اور ان سے اتنا فائدہ ہوا کہ میں نے اس کی آمدنی سے گائے بیل خریدے، پھر (جب ایک مدت کے بعد) وہ اپنی مزدوری مانگنے آیا تو میں نے کہا کہ جا! وہ سب گائے بیل لے جا۔ اس نے کہا، میرے تو تیرے پاس (صرف) ایک فرق چاول تھے۔ میں نے کہا، وہ سب گائے بیل لے جا، وہ تیرے چاولوں ہی سے خریدے گئے ہیں۔ آخر وہ ان سب کو لے گیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ سب کچھ (خالص) تیرے ڈر سے کیا تو تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا۔ پھر دوسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میرے بوڑھے اور ضعیف والدین تھے۔ میں ہر رات کو (ان کے پلانے کے لیے) بکری کا دودھ لایا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے دیر ہو گئی، میں جب (دودھ لے کر) آیا تو وہ سو گئے تھے اور میرے بیوی بچے سب بھوک سے بے چین تھے۔ میری عادت تھی کہ پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا اور اس کے بعد بیوی بچوں کو۔ مجھے ان کو جگانا بھی اچھا معلوم نہ ہوا اور یہ بھی میں نے پسند نہ کیا کہ ان کو چھوڑ کر چلا جاؤں اور وہ (رات بھر) دودھ کا انتظار کرتے رہیں۔ چنانچہ میں ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے (اپنے ماں باپ کی) یہ خدمت (محض) تیرے ڈر سے کی تھی، تو تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ اس پر وہ پتھر تھوڑا سا اور ہٹ گیا اور ان کو آسمان دکھائی دینے لگا۔ پھر تیسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میرے چچا کی ایک بیٹی تھی، جس کو میں سب سے زیادہ چاہتا تھا، میں نے اس سے صحبت کرنا چاہی تو اس نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا، ایسا اس حالت میں ہو سکتا ہے کہ تو مجھے سو اشرفیاں لا کر دے۔ سو میں سو اشرفیوں کی طلب میں نکلا، یہاں تک کہ وہ مجھے مل گئیں، چنانچہ میں نے سو اشرفیاں لا کر اس کے حوالے کر دیں اور اس نے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا۔ جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو وہ کہنے لگی، اللہ سے ڈر اور مہر کو ناحق طریقہ سے نہ توڑ۔ یہ سنتے ہی میں کھڑا ہو گیا اور میں نے وہ سو اشرفیاں بھی چھوڑ دیں۔ اے اللہ! تو جانتا ہے، اگر میں نے (خالص) تیرے ڈر سے ایسا کیا تھا تو اے اللہ! تو ہماری یہ مصیبت دور کر دے تو اللہ نے پتھر کو ہٹا دیا اور وہ تینوں باہر نکل آئے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب حدیث الغار : ۳۴۶۵]

اَمَّنۡ يَّهۡدِيۡكُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَمَنۡ يُّرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًۢا بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۶۳﴾

”یا وہ جو تمھیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے اور وہ جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے کے لیے بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت بلند ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔“

یعنی صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں کون تمھاری راہنمائی کرتا ہے؟ کون ہے جو بارش برسانے سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے، جن سے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اب بارش ہوگی؟ کون ہے جو ان امور پر قادر ہے؟ جواب معلوم ہے کہ وہ اللہ ہی ہے، تو پھر تم لوگ اس کے ساتھ غیروں کو شریک کیوں بناتے ہو؟ اللہ تعالیٰ تمھارے ان جھوٹے معبودوں سے بہت ہی برتر و بالا ہے۔

اَمَّنۡ يَّهۡدِيۡكُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ : بحر و بر میں راستہ بتانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، ارشاد فرمایا: ﴿قُلۡ مَنۡ يُّنَجِّيۡكُمۡ مِّنۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ تَدۡعُوۡنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفۡيَةً ۚ لَئِنۡ اَنۡجٰنَا مِنۡ هٰذِهٖ لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيۡنَ ؀ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيۡكُمۡ مِّنۡهَا وَمِنۡ كُلِّ كَرۡبٍ ثُمَّ اَنۡتُمۡ تُشۡرِكُوۡنَ﴾ [الأنعام : ٦٣، ٦٤] ”کہہ کون تمھیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں سے نجات دیتا ہے؟ تم اسے گڑگڑا کر اور خفیہ طریقے سے پکارتے ہو کہ بے شک اگر وہ ہمیں اس سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ کہہ دے اللہ تمھیں اس سے نجات دیتا ہے اور ہر بے قراری سے، پھر تم شریک بناتے ہو۔“

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان کیا، سوائے چار آدمیوں اور دو عورتوں کے، ان سے متعلق حکم ارشاد فرمایا: ”انھیں قتل کر دو، اگرچہ وہ کعبہ کے پردوں میں چھپے ہوئے ہوں۔“ ان میں ایک عکرمہ بن ابوجہل بھی تھے۔ انھوں نے جب یہ حکم سنا تو سمندر کے ذریعے سے راہ فرار اختیار کی۔ اتفاق کہ کشتی والوں کو تند و تیز ہوا نے آ لیا، اب کشتی والوں نے کہا کہ اللہ کو خلوص سے پکارو، کیونکہ اس موقع پر تمھارے (جھوٹے) معبود کچھ کام نہیں آئیں گے۔ تو عکرمہ نے کہا، اللہ کی قسم! اگر سمندر میں صرف اللہ ہی نجات دیتا ہے تو خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی نجات نہیں دیتا، اے اللہ! اگر تو نے مجھے میری اس مصیبت سے عافیت دے دی تو میرا تجھ سے پختہ وعدہ ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا، کیونکہ میں آپ کو درگزر کرنے والا اور مہربان پاتا ہوں۔ چنانچہ وہ آئے اور آ کر اسلام قبول کر لیا۔ [نسائی، کتاب تحریم الدم، باب الحکم فی المرتد : ٤٠٧٢]

وَمَنۡ يُّرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًۢا بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ : اس آیت میں رحمت سے مراد بارش ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيۡ يُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا قَنَطُوۡا وَيَنۡشُرُ رَحۡمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الۡوَلِيُّ الۡحَمِيۡدُ﴾ [الشوریٰ : ٢٨] ”اور وہی ہے

جو بارش برساتا ہے، اس کے بعد کہ وہ ناامید ہو چکے ہوتے ہیں اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا ہے، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔"

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

"یا وہ جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے اور جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ کہہ لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔"

یعنی وہ کون ہے جس نے انسانوں کو پہلی بار پیدا کیا اور قیامت سے پہلے پھر انھیں دوبارہ زندہ کرے گا؟ اس کا جواب اس کے سوا کچھ بھی نہیں، تم چاہے مانو یا نہ مانو کہ وہ اللہ کی ذات ہے جو انھیں دوبارہ زندہ کرے گی۔ کون ہے جو آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے پودے اگا کر تمھیں روزی دیتا ہے؟ جواب معلوم ہے کہ وہ اللہ کی ذات ہے جو اس کی قدرت رکھتی ہے، تو پھر تم جو اس کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہو اور دعویٰ کرتے ہو کہ تم سچے ہو، تو اپنی صداقت کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل پیش کر کے دکھاؤ۔

وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ﴾ [البقرۃ : ۲۲] "اور آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ کئی طرح کے پھل تمھاری روزی کے لیے پیدا کیے۔" اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ النَّخِيْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۰، ۱۱] "وہی ہے جس نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، تمھارے لیے اسی سے پینا ہے اور اسی سے پودے ہیں جن میں تم چراتے ہو۔ وہ تمھارے لیے اس کے ساتھ کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔"

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾

"کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔"

یعنی جو لوگ اتنے بے خبر ہوں کہ انھیں اپنے متعلق بھی علم نہ ہو کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے، تو بھلا ایسے لوگ کیسے اللہ تعالیٰ کے شریک ہو سکتے ہیں، جو غیب کی تمام باتوں کا علم رکھتا ہے؟ اور وہ کیسے الٰہ ہو سکتا ہے جسے غیب کا کوئی علم نہیں؟ الٰہ صرف ایک ہے اور وہ وہی ہے جو علام الغیوب ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا

﴿ مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۖۚ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٨٨] ''کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ٥٩] ''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ کل کو پیش آنے والے حالات کا علم رکھتے تھے، تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے: ﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ [النمل : ٦٥] ''کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے وہ غیب نہیں جانتا۔''

[مسلم، كتاب الإيمان، باب معنى قول اللّٰه عزوجل : ﴿ ولقد رءاه نزلة أخرى ﴾ ...... الخ : ١٧٧۔ بخاري، كتاب التفسير، بابٌ : ٤٨٥٥]

﴿ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۠ ۝ ۶۶ ﴾ ع ۵

''بلکہ ان کا علم آخرت کے بارے میں ختم ہو گیا ہے، بلکہ وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں، بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔''

یعنی آخرت کے بارے میں ان کا علم ختم ہو گیا ہے، کیونکہ ان کے علم کی حد بس دنیا تک ہے۔ آخرت کے متعلق وہ سوچنا ہی نہیں چاہتے۔ اگر سوچتے اور غور و فکر کرتے تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ یقیناً ایک دن آنے والا ہے، جس دن انھیں ان کے اعمال کی جزا و سزا ملے گی۔ وہ چونکہ سوچتے نہیں، لہٰذا وہ مستقل طور پر آخرت کے معاملہ میں شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں، بلکہ اس کی طرف سے بالکل اندھے ہو رہے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾ [التغابن : ٧] ''وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا انھوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز اٹھائے نہیں جائیں گے۔ کہہ دے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر تمھیں ضرور بالضرور بتایا جائے گا جو تم نے کیا اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ٣٨] ''اور انھوں نے اپنی پکی قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی کہ اللہ اسے نہیں اٹھائے گا جو مر جائے۔ کیوں نہیں! وعدہ ہے اس کے ذمے

سچا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" کفار دوبارہ پیدا کیے جانے کو بعید از عقل سمجھ کر اس کا انکار کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَیَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝ هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴾ [المؤمنون : ۳۵ تا ۳۸] "کیا یہ تمھیں وعدہ دیتا ہے کہ بے شک جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں بن گئے تو تم یقیناً نکالے جانے والے ہو۔ دوری ہے، دوری ہے اس کے لیے جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔ نہیں ہے یہ (زندگی) مگر ہماری اس دنیا کی زندگی، ہم (یہیں) مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں۔ یہ نہیں ہے مگر ایک آدمی، جس نے اللہ پر ایک جھوٹ گھڑ لیا ہے اور ہم ہرگز اسے ماننے والے نہیں ہیں۔"

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ۝ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ۝

"اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا بھی تو کیا واقعی ہم ضرور نکالے جانے والے ہیں؟ بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے ہم سے یہ وعدہ کیا گیا اور ہمارے باپ دادا سے بھی، یہ نہیں ہیں مگر پہلے لوگوں کی فرضی کہانیاں۔ کہہ زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔"

دل کے اندھے ہونے ہی کی وجہ سے مشرکین نے آخرت کا یکسر انکار کر دیا اور کہا کہ جب ہم اور ہمارے باپ دادا مرنے کے بعد گل سڑ کر مٹی ہو جائیں گے تو اپنی قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟ یہ تو انہونی بات ہے۔ گزشتہ زمانوں میں بھی محمد (ﷺ) جیسے لوگ پیدا ہوئے اور انھوں نے لوگوں سے یہی بات کہی، لیکن اب تک تو ایسا ہوا نہیں، لہٰذا اس بات کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اس قسم کے لوگ ہمیشہ جھوٹی باتیں لوگوں کو سناتے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس کفر و عناد اور انکارِ آخرت کا جواب اپنے نبی ﷺ کی زبانی یہ دیا کہ تم لوگ ذرا دنیا میں چل پھر کر ان قوموں کا انجام دیکھ لو، جنھوں نے ہمارے انبیاء اور آخرت کی تکذیب کی کہ ہم نے کس طرح انھیں ہلاک کر دیا اور اپنے انبیاء اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچا لیا؟ اگر وہ انبیاء جھوٹے تھے تو پھر ان قوموں کو کیوں ہلاک کیا گیا؟ جس ذات نے انھیں پیدا کرنے کے بعد ہلاک کر دیا تو وہ یقیناً انھیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ۝

"اور ان پر غم نہ کر اور نہ اس سے کسی تنگی میں ہو جو وہ چال چلتے ہیں۔"

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر مشرکین مکہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے، تو غم نہ کیجیے، عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ظاہر کرے گا جو آپ پر ایمان لائیں گے، یہ کفار خس و خاشاک کی طرح مٹ جائیں گے اور یہ آپ کے خلاف جو سازشیں کرتے ہیں، ان سے بھی آپ تنگ دل نہ ہوں، اللہ آپ کی حفاظت کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کافروں کے غم میں گھلے جا رہے تھے، آپ کی خواہش تھی کہ کفار ایمان لے آئیں اور دوزخ کے عذاب سے بچ جائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴾ [الكهف : ٦] ''پس شاید تو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴾ [فاطر : ٨] ''تو کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا تو اس نے اسے اچھا سمجھا (اس شخص کی طرح ہے جو ایسا نہیں؟) پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے، سو تیری جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے۔ بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔''

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾

''اور وہ کہتے ہیں کب (پورا) ہوگا یہ وعدہ، اگر تم سچے ہو؟ کہہ دے قریب ہے کہ تمھارے پیچھے آ پہنچا ہو اس کا کچھ حصہ جو تم جلدی مانگ رہے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرکین قیامت کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے ہوئے یہ سوال کیا کرتے تھے کہ اے محمد (ﷺ) اور اس کے ماننے والو! اگر تمھیں اپنے سچا ہونے کا دعویٰ ہے تو پھر بتاؤ تو سہی کہ وہ وقت کب آئے گا؟ مشرکین یہ بات نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑانے کے لیے کہتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ان کا جواب دیا کہ جس عذاب کی تمھیں جلدی ہے، اس کا کچھ حصہ عنقریب ہی تم پر نازل ہونے والا ہے۔ چنانچہ یہ استہزا کرنے والے میدانِ بدر میں گاجر مولی کی طرح کاٹے گئے اور جو باقی بچ گئے وہ قید کر لیے گئے۔

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

''اور بے شک تیرا رب یقیناً لوگوں پر بڑے فضل والا ہے اور لیکن ان کے اکثر شکر نہیں کرتے۔''

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کتنا بڑا فضل ہے کہ انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہیں کرتا اور مومن و کافر سب کو روزی دیتا ہے، جبکہ بندوں کا حال یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے، بلکہ کفر کرتے ہیں اور

آخرت کا انکار کرتے ہوئے عذاب آنے کی جلدی مچاتے ہیں۔ اس کے باوجود اللہ انھیں توبہ کی مہلت دیے جاتا ہے۔

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَ مَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾

’’اور بے شک تیرا رب یقیناً جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور آسمان و زمین میں کوئی غائب چیز نہیں مگر وہ ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔‘‘

اس میں نبی کریم ﷺ کے لیے تسلی اور مشرکین کے لیے زبردست دھمکی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں اسلام اور اپنے نبی کے خلاف چھپی عداوت اور ان کے ظاہر کفر و شرک کو خوب جانتا ہے اور آسمان و زمین میں کہیں بھی کوئی چیز یا کوئی عمل مخلوقات کی نگاہوں سے چھپا ہے تو وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور اللہ کو اس کا خوب علم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٥٩، ٦٠] ’’اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا، پھر وہ تمھیں اس میں اٹھا دیتا ہے، تاکہ مقرر مدت پوری کی جائے، پھر اسی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔‘‘

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾

’’بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور بے شک وہ یقیناً ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔ یقیناً تیرا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کرے گا اور وہی سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ یہ کتاب بنی اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں جن میں وہ اختلاف کیا کرتے ہیں، بیان کر دیتی ہے، جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان میں اختلاف ہے، یہودیوں نے تو ان

کے بارے میں افترا پردازی سے کام لیا، جبکہ نصرانیوں نے ان کے بارے میں بے حد غلو کیا اور قرآن مجید نے ان کے بارے میں ایک ایسے درمیانے موقف کو اختیار کیا ہے جو حق وعدل پر مبنی ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آگے فرمایا کہ یہ قرآن ان لوگوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ اور سراپا رحمت ثابت ہوا جو اس پر ایمان لے آئے۔ ان میں عرب کے بکریوں اور اونٹوں کے چرواہے اور یہود و نصاریٰ کے وہ لوگ شامل ہیں جنھوں نے اسلام کی دعوت کو قبول کیا۔ قرآن کریم کی دعوت کو قبول کر لینا ان کے لیے دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کا سبب بنا اور وہی عرب جو لٹیروں کے نام سے جانے جاتے تھے، وہ روم اور فارس کے حکمران بن گئے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ وہ قیامت کے دن اس قرآن پر ایمان لانے والوں اور اس کا انکار کرنے والوں کے درمیان عدل وحکمت کے مطابق فیصلہ کرے گا اور وہ ایسا غالب ہے کہ کوئی باطل پرست اس کے فیصلے سے بھاگ نہیں سکے گا اور وہ ایسا علام الغیوب ہے کہ حق و ناحق کو خوب جانتا ہے، اس کے فیصلے میں غلطی نہیں ہو سکتی۔

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾

”پس اللہ پر بھروسا کر، یقیناً تو واضح حق پر ہے۔“

یعنی قریش کی تکذیب، استہزا، ایذا رسانیاں اور سازشیں فی الواقع پریشان کرنے والی باتیں ہیں، لیکن آپ ان سے زیادہ تاثر نہ لیں، آپ اللہ پر بھروسا کر کے دعوت و تبلیغ کا کام کرتے جائیں اور اس یقین کے ساتھ اپنا مشن جاری رکھیں کہ آپ ایسے واضح حق پر ہیں جس کی صداقت میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَ مَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾

”بے شک تو نہ مُردوں کو سناتا ہے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سناتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں۔ اور نہ تو کبھی اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لانے والا ہے، تو نہیں سنائے گا مگر انھی کو جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں، پھر وہ فرماں بردار ہیں۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو بہرے، اندھے اور مردہ لوگوں سے تشبیہ دی، جس طرح بہرے، اندھے اور مردہ لوگوں کو سمجھانا بے سود ہے، اسی طرح ان کفار کو جو روحانی طور پر اندھے، بہرے اور مردہ ہیں، دعوت دینا اور کوئی نصیحت کی بات سنانا قطعی سودمند نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً جب وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مُردوں کو کوئی بات نہیں سنائی جا سکتی۔ یہ نفی عام ہے اور اس سے صرف وہ صورتیں مستثنیٰ ہیں جو کتاب وسنت کی دلیل سے ثابت

ہوں، جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ بدر کے دن آپ نے کفار کی لاشوں کو مخاطب کیا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ ایسی لاشوں کو مخاطب کر رہے ہیں جن میں روح نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم ان سے بڑھ کر نہیں سن سکتے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبي جهل : ۳۹۸۰، ۳۹۸۱]

آخر میں فرمایا کہ آپ کی نصیحت اور ہدایت صرف ان لوگوں کے حق میں مفید ہو سکتی ہے جو خود بھی ہدایت کے طالب ہوں، آپ کی باتوں کو غور سے سنتے ہوں، ان کے دل زندہ ہوں، اللہ کی آیات میں غور و فکر کرتے ہوں، ایسے ہی لوگ ایمان لاتے ہیں اور ایسے ہی لوگوں سے ایمان لانے اور ہدایت پانے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾

''اور جب ان پر بات واقع ہو جائے گی تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے، جو ان سے کلام کرے گا کہ یقیناً فلاں فلاں لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔''

آخر زمانے میں زمین سے یہ جانور اس وقت نکلے گا جب لوگ بدترین ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ کے احکام کو بدل کر دین حق میں تبدیلی کر دیں گے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ زمین سے ان کے لیے ایک جانور نکالے گا۔ یہ جانور لوگوں سے کہے گا کہ تم لوگ ان آیتوں پر ایمان نہیں لاتے جن میں قیامت کی خبر دی گئی ہے، میں قربِ قیامت کی نشانی ہوں، مجھے اس اللہ نے قوت گویائی دی ہے جو قیامت لانے پر قادر ہے۔ اس جانور کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں،

سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بالا خانے سے) ہماری طرف جھانک کر دیکھا، ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے، آپ نے پوچھا: ''کیا باتیں کر رہے ہو؟'' ہم نے کہا، ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''قیامت تب تک قائم نہیں ہوگی، جب تک تم دس نشانیاں اس سے پہلے نہ دیکھ لوگے۔'' پھر آپ نے ذکر کیا دھویں کا، دجال کا، (زمین سے نکلنے والے) جانور کا، آفتاب کے مغرب سے نکلنے کا، عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا اور یاجوج ماجوج کے نکلنے کا اور تین جگہ کے خسف (یعنی زمین دھنسنے) کا، ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرۂ عرب میں اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانکتی ہوئی ان کے محشر کی طرف لے جائے گی۔ [مسلم، کتاب الفتن، باب في الآيات التي تكون قبل الساعة : ۲۹۰۱]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی، جو آج تک مجھے یاد

ہے۔ آپ نے فرمایا: ''علامات قیامت میں سے پہلی علامت یہ ہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا، پھر چاشت کے وقت لوگوں میں ایک جانور نکلے گا۔ ان دونوں میں سے جو نشانی بھی پہلے ظاہر ہوئی دوسری اس کے متصل بعد رونما ہو جائے گی۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب في خروج الدجال و مكثه في الأرض...... الخ : ۲۹٤۱]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' (زمین سے) ایک جانور نکلے گا جو لوگوں کی پیشانیوں پر نشان لگائے گا اور وہ (نشان زدہ) لوگ بہت زیادہ ہو جائیں گے، حتیٰ کہ آدمی کسی سے اونٹ خریدے گا تو کوئی پوچھے گا، یہ تو نے کس سے خریدا ہے؟ وہ جواب دے گا، میں نے یہ کسی نشان زدہ سے خریدا ہے۔'' [مسند أحمد : ۲٦۸/۵، ح : ۲۲۳۷۱۔ السلسلة الصحيحة : ۳۲۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چھ چیزوں سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو، ایک آفتاب کا مغرب سے نکلنا، دوسری دھواں، تیسری دجال، چوتھی زمین کا جانور، پانچویں موت اور چھٹی قیامت۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب في بقية من أحاديث الدجال : ۲۹٤۷]

وَ يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَ لَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾

''اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک جماعت اکٹھی کریں گے، ان لوگوں سے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے، پھر ان کی قسمیں بنائی جائیں گی۔ یہاں تک کہ جب وہ آجائیں گے تو فرمائے گا کیا تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا، حالانکہ تم نے ان کا پورا علم حاصل نہ کیا تھا، یا کیا تھا جو تم کیا کرتے تھے؟ اور ان پر بات واقع ہو جائے گی، اس کے بدلے جو انھوں نے ظلم کیا، پس وہ نہیں بولیں گے۔''

جو لوگ دنیا میں قرآن کریم کی تکذیب کرتے ہیں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سب کو ایک جگہ گھیر کر اکٹھا کرے گا اور تمام اہل محشر کے سامنے انھیں ذلیل و رسوا کرنے کے لیے ان سے کہے گا کہ تم لوگوں نے میری ان قرآنی آیات کی تکذیب کی تھی جن میں قیامت کی خبر دی گئی تھی؟ اور ان میں غور و فکر کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی۔ تم نے سوائے فساد برپا کرنے اور لوگوں کو راہ راست سے روکنے کے دنیا میں کیا ہی کیا تھا؟ اسی لیے آخری آیت میں کہا گیا کہ ان کے لیے اللہ کا عذاب مقدر ہو گیا ہے اور وہ اپنے دفاع میں ایک کلمہ بھی اپنی زبان سے ادا نہ کر پائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ لَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ [المرسلات : ۳۵ تا ٤۰] ''یہ دن ہے کہ وہ

نہیں بولیں گے۔ اور نہ انھیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر کریں۔اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمھیں اور پہلوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔تو اگر تمھارے پاس کوئی خفیہ تدبیر ہے تو میرے ساتھ کرلو۔اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔‘‘

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾

’’کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو بنایا، تاکہ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔‘‘

منکرین قیامت کو دعوت غور وفکر دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات بنائی ہے، جس میں لوگ سکون حاصل کرنے کے لیے نیند کی آغوش میں چلے جاتے ہیں، یہ موت ہی کی ایک قسم ہے اور دن کے وقت جاگ اٹھتے ہیں اور مصروفِ عمل ہو جاتے ہیں۔ یہ جاگنا موت کے بعد زندگی کی ایک قسم ہے۔ جب تک آدمی زندہ رہتا ہے، نیند و بیداری اور موت و زندگی کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور یہ سب اللہ کی قدرت سے ہوتا ہے۔ اگر ایک عقل مند آدمی اس میں غور کرے گا تو وہ یقیناً موت کے بعد دوسری زندگی پر ایمان لے آئے گا، کیونکہ جو اللہ نیند اور بیداری پر قادر ہے، وہ یقیناً موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔آیت کے آخر میں فرمایا کہ اس عمل خواب و بیداری میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں، کیونکہ انھی کے دل زندہ ہوتے ہیں اور وہی اس میں غور وفکر کے بعد ’’بعث بعد الموت‘‘ پر ایمان لے آتے ہیں اور جن کے دل کفر کی وجہ سے مردہ ہیں، انھیں غور وفکر کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔

وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾

’’اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، گھبرا جائے گا مگر جسے اللہ نے چاہا اور وہ سب اس کے پاس ذلیل ہو کر آئیں گے۔‘‘

اس آیت سے وہ نفخہ مراد ہے جس کے بعد مردے قبروں سے اٹھ کر میدانِ محشر کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ جب یہ نفخہ پھونکا جائے گا تو اس وقت اللہ کے تمام بندے اور اس کی مخلوق اس کی شدید آواز سے گھبرا جائیں گے اور سب پر دہشت طاری ہو جائے گی، مگر اللہ کے کچھ ایسے نیک بندے ہوں گے جنھیں اللہ تعالیٰ اس خوف و دہشت سے محفوظ رکھے گا۔ مومنین اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ رہیں گے۔

وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

''اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا، انھیں گمان کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں، حالانکہ وہ بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے، اس اللہ کی کاری گری سے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔ یقیناً وہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ صور پھونکے جانے کے بعد پہاڑ بظاہر اپنی جگہ جامد ہوں گے، لیکن وہ بادلوں کی سی تیزی کے ساتھ چل رہے ہوں گے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی وجہ سے ہوگا جس نے ہر چیز کو ایک مخصوص حکمت کے مطابق پیدا کیا ہے اور جو بندوں کے تمام اچھے اور برے اعمال سے باخبر ہے اور قیامت کے دن انھیں ان کا بدلہ دے گا۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴾ [الکھف : ۴۷] ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا اور ہم انھیں اکٹھا کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ۝ وَّ تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴾ [الطور : ۹، ۱۰] ''جس دن آسمان لرزے گا، سخت لرزنا، اور پہاڑ چلیں گے، بہت چلنا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ۝ وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۙ۝ فَيَوْمَىِٕذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴾ [الحاقۃ : ۱۳ تا ۱۵] ''پس جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھایا جائے گا، پس دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک بار ٹکرا دینا۔ تو اس دن ہونے والی ہو جائے گی۔''

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ هُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَىِٕذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾

''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ہے اور وہ اس دن گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے۔''

فرمایا کہ دنیا میں جو ایمان و عمل کی زندگی گزارے گا اس دن اسے کوئی خوف و غم لاحق نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَ هُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۱۰۱ تا ۱۰۳] ''بے شک وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے بھلائی طے ہو چکی، وہ اس سے دور رکھے گئے ہوں گے۔ وہ اس کی آہٹ نہیں سنیں گے اور وہ اس میں جسے ان کے دل چاہیں گے، ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ انھیں سب سے بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور انھیں (آگے سے) لینے کے لیے فرشتے

آئیں گے۔ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔‘‘

وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۹۰

’’اور جو برائی لے کر آئے گا تو ان کے چہرے آگ میں اوندھے ڈالے جائیں گے۔ تم بدلہ نہیں دیے جاؤ گے مگر اسی کا جو تم کیا کرتے تھے۔‘‘

جو لوگ شرک و معاصی کے مرتکب ہوں گے، انھیں ان کے منہ کے بل جہنم میں دھکیل دیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ۝ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴾ [القمر : ۴۷، ۴۸] ’’یقیناً مجرم لوگ بڑی گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔ جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں پر گھسیٹے جائیں گے، چکھو آگ کا چھونا۔‘‘

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کی، یا رسول اللہ! قیامت کے روز کافر کو منہ کے بل کیسے چلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ’’وہ ذات جس نے اسے دنیا میں دونوں پاؤں پر چلایا کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتی کہ قیامت کے روز اسے منہ کے بل چلائے؟‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب یحشر الکافر علی وجھہ : ۲۸۰۶]

آیت کے آخر میں بندوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس دن جو فیصلہ ہوگا تمھارے اعمال کا نتیجہ ہوگا، کسی پر رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ٘ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۹۱ وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝۹۲

’’مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت دی اور اسی کے لیے ہر چیز ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں۔ اور یہ کہ میں قرآن پڑھوں، پھر جو سیدھے راستے پر آجائے تو وہ اپنے ہی لیے راستے پر آتا ہے اور جو گمراہ ہو تو کہہ دے کہ میں تو بس ڈرانے والوں میں سے ہوں۔‘‘

ان آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ وہ کافروں سے کہہ دیں کہ مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف شہر مکہ کے رب کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤں۔ وہ مکہ جسے اللہ نے حرم اور جائے امن قرار دیا ہے، جہاں نہ کسی کو قتل کیا جاتا ہے، نہ کسی پر ظلم ہوتا ہے، نہ اس کے جانوروں کا شکار کیا جاتا ہے اور نہ اس کے درخت کاٹے جاتے

ہیں۔ وہی اللہ ہر چیز کا خالق و مالک ہے اور مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اپنی جبینِ نیاز صرف اسی کے سامنے خم کروں۔ مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ تمھیں قرآن پڑھ کر سناؤں اور اس پر ایمان لانے کی تمھیں دعوت دوں، کیونکہ دونوں جہانوں کی سعادت کا راز اسی میں مضمر ہے۔ تو جو شخص میری دعوتِ توحید کو قبول کرے گا اور شرک سے تائب ہو جائے گا تو اس کا نفع اسے ہی پہنچے گا اور جو شخص گمراہ ہو جائے گا اس کا وبال اسی کے سر ہوگا۔ میرا کام تو پیغام حق پوری صراحت کے ساتھ لوگوں تک پہنچا دینا ہے۔

اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا : ابو شریح العدوی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعید سے اس وقت یہ حدیث بیان کی کہ جب وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: ''(اے لوگو!) مکہ کو لوگوں نے نہیں، بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے حرمت دی ہے، لہٰذا جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو وہاں خون بہانا اور وہاں کا درخت کاٹنا جائز نہیں۔ اگر کوئی شخص (میرے بعد) یہ دلیل دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں جنگ کی ہے تو اس کو یہ جواب دو کہ دراصل اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کی اجازت دی تھی، تمھیں اجازت نہیں دی اور دیکھو! مجھے بھی جو وہاں لڑنے کی اجازت ملی تھی تو صرف دن کی ایک گھڑی کے لیے، پھر آج اس کی حرمت ویسی ہی ہوگئی ہے، جیسی کل تھی۔ جو لوگ حاضر ہیں وہ (یہ بات) ان تک پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب : ٤٢٩٥۔ مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکة و تحریم صیدها ...... الخ : ١٣٥٤]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اب ہجرت نہیں رہی، البتہ جہاد اور نیت باقی ہیں اور جب تم سے جہاد کے لیے نکلنے کو کہا جائے تو نکل کھڑے ہوا کرو۔ یہ وہ شہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان اور زمین پیدا فرمائے اسی دن سے اسے حرمت عطا فرما دی اور اللہ تعالیٰ کی یہ حرمت قیامت تک قائم رہے گی۔ مجھ سے پہلے اس شہر میں لڑنا کسی کے لیے حلال نہیں تھا اور میرے لیے بھی محض دن کی ایک گھڑی کے لیے یہاں لڑنا حلال ہوا تھا، اب پھر دوبارہ اس کی حرمت قیامت تک قائم ہوگئی ہے۔ اس کا کانٹا نہ توڑا جائے، اس کا شکار نہ ہانکا جائے، اس کی گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے، سوائے اس کے جو بعد ازاں اس کا اعلان کرے، نیز اس کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے۔'' سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! اذخر گھاس کی اجازت دے دیجیے! وہ لوہاروں کے اور گھروں کے کام آتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اذخر کے علاوہ (یہاں کی گھاس نہ کاٹی جائے)۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکة و تحریم صیدها ...... الخ : ١٣٥٣]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے سب سے زیادہ بغض رکھتا ہے، ایک تو وہ جو حرم میں بے دینی پھیلائے، دوسرا جو اسلام میں جاہلیت کی رسم کا متلاشی ہو، تیسرا جو کسی آدمی کا ناحق خون کرنے کا طلب گار ہو۔'' [بخاری، کتاب الدیات، باب من طلب دم امرئ بغیر حق : ٦٨٨٢]

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع

''اور کہہ دے سب تعریف اللہ کے لیے ہے، عنقریب وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انھیں پہچان لو گے اور تیرا رب ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔''

یعنی آپ نعمت اسلام پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کفار مکہ کے سامنے کہیں کہ ہم مسلمان تو اللہ کے تہ دل سے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں اس عظیم نعمت سے نوازا ہے اور آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ مستقبل میں ہمارا رب تمھیں اپنی نشانیاں دکھائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں پہلی نشانی میدانِ بدر میں دکھائی اور دوسری فتح مکہ کے دن اور آخری نشانی موت کے وقت دکھائے گا جب فرشتے ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں لگائیں گے اور کہیں گے کہ اب چکھو جہنم کا عذاب۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کا رب لوگوں کے اعمال سے غافل نہیں ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ضرور دے گا۔

سورة القصص مكية

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲﴾

"طٰسٓمّٓ۔ یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔"

یعنی قرآن مجید ایک واضح اور روشن کتاب ہے، اس میں کسی قسم کی کجی اور پیچیدگی نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ۳] "ایسی کتاب جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں، عربی قرآن ہے، ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ﴾ [الکھف : ۱] "سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہ رکھی۔"

نَتۡلُوۡا عَلَیۡکَ مِنۡ نَّبَاِ مُوۡسٰی وَ فِرۡعَوۡنَ بِالۡحَقِّ لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَ جَعَلَ اَہۡلَہَا شِیَعًا یَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَۃً مِّنۡہُمۡ یُذَبِّحُ اَبۡنَآءَہُمۡ وَ یَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَہُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۴﴾ وَ نُرِیۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ نَجۡعَلَہُمۡ اَئِمَّۃً وَّ نَجۡعَلَہُمُ الۡوٰرِثِیۡنَ ۙ﴿۵﴾ وَ نُمَکِّنَ لَہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ نُرِیَ فِرۡعَوۡنَ وَ ہَامٰنَ وَ جُنُوۡدَہُمَا مِنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَحۡذَرُوۡنَ ﴿۶﴾

"ہم تجھ پر موسیٰ اور فرعون کی کچھ خبر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں، ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔ بے شک فرعون

نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے رہنے والوں کو کئی گروہ بنا دیا، جن میں سے ایک گروہ کو وہ نہایت کمزور کر رہا تھا، ان کے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ بلاشبہ وہ فساد کرنے والوں سے تھا۔ اور ہم چاہتے تھے کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جنھیں زمین میں نہایت کمزور کر دیا گیا اور انھیں پیشوا بنائیں اور انھی کو وارث بنائیں۔ اور انھیں زمین میں اقتدار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو ان سے وہ چیز دکھلائیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرما رہے ہیں کہ آئندہ آیات میں ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کا سچا واقعہ سناتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے مفید رہے گا، ان کے ایمان میں پختگی آئے گی اور اللہ کی نصرت و تائید کے وعدے سے ان کے دلوں کو تقویت ملے گی۔ آگے قصے کا آغاز ہو رہا ہے کہ مصر کا بادشاہ، جو فرعون کے لقب سے جانا جاتا تھا، اپنی حکومت و بادشاہت کی رعونت میں آگے بڑھ گیا تھا، حتیٰ کہ رب اور معبود ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا تھا اور بنی اسرائیل کو مختلف ٹولیوں میں بانٹ کر ان سے غلاموں کی طرح خدمت لیتا تھا۔ ان کے لڑکوں کو قتل کر دیتا تھا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ فرعون تو اس مظلوم گروہ کا کلی طور پر استیصال کرنا چاہتا تھا، مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اللہ یہ چاہتا تھا کہ استیصال تو اس سفاک اور ظالم قوم کا ہونا چاہیے اور جن بے چاروں پر یہ ظلم و ستم ڈھائے جا رہے ہیں انھیں نہ صرف ان سے نجات دلائی جائے بلکہ، انھیں ان ظالموں کی جائدادوں اور ملک کا وارث بھی بنا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اسی طرح کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۷] "اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، اس سرزمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور تیرے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی، اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کے لوگ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرعون، ہامان اور ان دونوں کی فوجوں کو وہ کچھ دکھانا چاہا جس کے خوف سے وہ لوگ اسرائیلی بچوں کو قتل کروا رہے تھے، یعنی انھیں اپنی ہلاکت و بربادی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کرنا تھا۔

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَ لَا تَخَافِيْ وَ لَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ

أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑨ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑩

”اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلا، پھر جب تو اس پر ڈرے تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر، بے شک ہم اسے تیرے پاس واپس لانے والے ہیں اور اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں۔تو فرعون کے گھر والوں نے اسے اٹھالیا، تاکہ آخر ان کے لیے دشمن ہو اور غم کا باعث ہو۔ بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔ اور فرعون کی بیوی نے کہا یہ میرے لیے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو، امید ہے کہ وہ ہمیں فائدہ پہنچائے، یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ سمجھتے نہ تھے۔ اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہو گیا۔ یقیناً وہ قریب تھی کہ اسے ظاہر کر ہی دیتی، اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے اس کے دل پر بند باندھ دیا تھا، تاکہ وہ ایمان والوں میں سے ہو۔“

چونکہ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کروا دیتا تھا، تاکہ وہ بچہ زندہ ہی نہ رہے جس کے ہاتھوں اس کی حکومت کو ختم ہونا تھا۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو ان کی ماں بہت پریشان ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں فرشتہ بھیج کر اطمینان دلایا کہ اس کی حفاظت اللہ کرے گا، اس لیے وہ بچے کو دودھ پلاتی رہیں اور جس دن وہ سمجھ لیں کہ اب فرعون کے جاسوسوں کو ان کے گھر میں لڑکا ہونے کی اطلاع ہو گئی ہے تو اسے بے خوف وخطر دریائے نیل میں ڈال دیں اور ان کے بارے میں نہ ڈریں اور نہ پریشان ہوں۔ اللہ قادر مطلق ان کا بچہ ان کے پاس پھر پہنچا دے گا اور انھیں یہ خوش خبری بھی دی کہ ان کا وہ بچہ بڑا ہو کر نبی ورسول ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں نے انھیں ایک مضبوط ومحفوظ ٹوکرے میں ڈال کر دریا میں ڈال دیا۔ یہ تابوت موجوں پر سفر کرتے کرتے جب اس مقام پر پہنچا جہاں فرعون کے محلات تھے، تو فرعون کے اہل کاروں نے اسے دیکھ لیا اور اسے پکڑ کر فرعون اور اس کی بیوی کے سامنے پیش کر دیا۔ چنانچہ فرعون اور اس کی بیوی اس بچے کو اپنے ہاں لے آئے جو ان کا دشمن اور ان کی تباہی کا باعث بننے والا تھا۔ فرعون کی بیوی آسیہ نے بچے کو دیکھتے ہی کہا کہ یہ تو بہت پیارا بچہ ہے۔ یہ میری اور تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گا، اس لیے دوسرے بچوں کی طرح اسے ہرگز قتل نہ کیا جائے۔ ممکن ہے کہ ہم دونوں اسے اپنا بیٹا بنالیں، ہوسکتا ہے کہ آئندہ ہمارے لیے یہ بچہ مفید ثابت ہو۔ ان دونوں کو معلوم نہ تھا کہ جو باتیں وہ کر رہے ہیں وہ خود نہیں کر رہے، بلکہ مشیت الٰہی ان کے منہ سے یہ الفاظ نکلوا رہی ہے۔ ام موسیٰ نے وحی کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کو دریا کی موجوں کے سپرد کر تو دیا، مگر بعد میں سخت بے تاب ہو گئیں۔ ماں کی مامتا چین نہ لینے دیتی تھی۔ کئی بار دل میں خیال آیا کہ لوگوں سے کہہ دیں کہ میں نے اپنا بچہ دریا میں ڈال دیا ہے۔ کوئی مجھ پر مہربانی کرے اور اسے وہاں سے نکال کر مجھے واپس لا دے۔ اس صورت میں کئی طرح کے خطرات نظر آ رہے تھے۔ پھر وحی میں یہ بھی وعدہ کیا گیا تھا کہ عنقریب وہ بچہ تمھاری طرف لوٹا دیا جائے گا۔ اس خیال

سے پھر دل کو کس قدر قرار آ جاتا تھا۔ یہ اللہ ہی کی مہربانی تھی کہ اس نے امِ موسیٰ کے دل کو قرار بخش دیا اور یہ راز فاش نہ ہوا۔

وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

''اور اس نے اس کی بہن سے کہا اس کے پیچھے پیچھے جا۔ پس وہ اسے ایک طرف سے دیکھتی رہی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے۔ اور ہم نے اس پر پہلے سے تمام دودھ حرام کر دیے تو اس نے کہا کیا میں تمھیں ایک گھر والے بتلاؤں جو تمھارے لیے اس کی پرورش کریں اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں۔ تو ہم نے اسے اس کی ماں کے پاس واپس پہنچا دیا، تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غم نہ کرے اور تاکہ وہ جان لے کہ یقیناً اللہ کا وعدہ سچ ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔''

جب امِ موسیٰ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دریا برد کر چکی اور دل بے قرار ہونے لگا تو ایک احتیاطی تدبیر اس کے ذہن میں آئی کہ شاید اس تدبیر کا کسی وقت فائدہ پہنچ جائے۔ اس نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ اس دریا کے کنارے کنارے چلتی جاؤ اور بچے کو دیکھتی رہو کہ کہاں جاتا ہے؟ لیکن یہ احتیاط ملحوظ رکھنا کہ اس طریقے سے چھپتی چھپاتی جانا کہ کسی کو یہ گمان نہ ہو سکے کہ یہ لڑکی اس تابوت کی حفاظت کر رہی ہے اور اس کی ٹوہ میں لگی ہوئی ہے۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کے لیے فرعون کی بیوی آسیہ نے دایہ کو بلوا بھیجا، لیکن انھوں نے اس کا دودھ نہیں پیا۔ کسی اور دایہ کو بلوایا، اس کا دودھ بھی پینے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح بہت سی دایوں کو بلوایا، لیکن بچے نے کسی کا بھی دودھ پینے سے انکار کر دیا۔ اللہ نے فرعون و آسیہ اور محل کے دیگر رہنے والوں کے دلوں میں ان کی ایسی شدید محبت ڈال دی کہ سبھی پریشان و بے چین ہو گئے اور بات محل سے باہر نکل گئی۔ ان کی بہن تو تمام معاملات کا خاموشی کے ساتھ جائزہ لے رہی تھی۔ اس نے ہمت کی اور آگے بڑھ کر محل والوں سے کہا کہ مجھے ایک دایہ کا پتا ہے، شاید بچہ اس کا دودھ پینے پر آمادہ ہو جائے اور وہ لوگ اتنے اچھے ہیں کہ بچے کی اچھی دیکھ بھال کریں گے۔ محل والوں نے فوراً اس دایہ کو بلوایا جو موسیٰ علیہ السلام کی ماں تھیں۔ بچے نے ان کی گود میں جاتے ہی ان کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انھیں دریائے نیل سے نکال کر فرعون کے ذریعے سے ان کی ماں کے پاس پہنچا دیا، جہاں وہ ان کی محبت کے زیر سایہ پرورش پانے لگے اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے لگے۔ اللہ نے امِ موسیٰ سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا اور لوگوں کو اس کی کانوں کان خبر بھی نہیں ہوئی۔

وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَ لَكَ : سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مردوں میں سے تو بہت سے کامل (انسان) گزرے ہیں مگر عورتوں میں دو ہی کمال کو پہنچیں، ایک تو عمران کی بیٹی مریم علیہا السلام اور دوسری فرعون کی بیوی آسیہ علیہا السلام اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔“ [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب فضل عائشة رضی اللہ عنہا : ۳۷۶۹]

وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

”اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور پورا طاقتور ہو گیا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم عطا کیا اور اسی طرح نیکی کرنے والوں کو ہم بدلہ دیتے ہیں۔“

جب موسیٰ علیہ السلام پورے شباب کو پہنچ گئے اور ان کے اندر پختگی آ گئی تو اللہ تعالیٰ نے عمر کے ساتھ ساتھ انھیں حکمت و دانائی سے بھی نوازا۔ اپنے ماں باپ کے گھر میں رہ کر اپنے آبا و اجداد ابراہیم، اسحاق، یعقوب اور یوسف علیہم السلام وغیرہ کی تاریخ دعوت و عزیمت سن سن کر ان کی روح کو بالیدگی ملتی گئی اور قصر شاہی سے اتصال کی وجہ سے دنیاوی علوم سے بہرہ ور ہوتے رہے اور اس طرح صالحہ ماں کے صالح بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے نوازا۔ اللہ اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہی برتاؤ کرتا ہے۔

وَ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ٝ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ٞ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

”اور وہ شہر میں اس کے رہنے والوں کی کسی قدر غفلت کے وقت داخل ہوا تو اس میں دو آدمیوں کو پایا کہ لڑ رہے ہیں، یہ اس کی قوم سے ہے اور یہ اس کے دشمنوں میں سے ہے۔ تو جو اس کی قوم سے تھا اس نے اس سے اس کے خلاف مدد مانگی جو اس کے دشمنوں سے تھا، تو موسیٰ نے اسے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا۔ کہا یہ شیطان کے کام سے ہے، یقیناً وہ کھلم کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔ کہا اے میرے رب! یقیناً میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، سو مجھے بخش دے۔ تو اس نے اسے بخش دیا، بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ کہا اے میرے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھ پر انعام کیا، تو میں کبھی بھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔“

ایک دن موسیٰ علیہ السلام قصر شاہی سے نکل کر شہر میں آئے، جہاں عام لوگ رہا کرتے تھے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک جگہ

ایک اسرائیلی اور ایک قبطی آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ اسرائیلی مظلوم تھا، اس نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر انھیں ظالم قبطی سے نجات دلانے کے لیے پکارا، انھوں نے قبطی کو ایک گھونسا مار کر ہٹانا چاہا، لیکن اللہ کی مشیت کہ اسی ایک گھونسے سے قبطی کی موت واقع ہوگئی۔ موسیٰ علیہ السلام دم بخود رہ گئے اور فوراً ان کے دماغ میں یہ بات آئی کہ جو کچھ ہوا، یقیناً ان کے خلاف شیطان کی سازش کا نتیجہ ہے جو انسان کا کھلا اور گمراہ کن دشمن ہے اور شدت تاثر کی وجہ سے اپنی اس غلطی کو ''ظلم'' سے تعبیر کیا اور اپنے رب سے مغفرت طلب کی، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا اور ان کے دل میں کسی خاص واسطے سے یہ بات ڈال دی کہ اللہ نے انھیں معاف کر دیا ہے، تو انھوں نے دعا کی کہ اے میرے رب! تو نے مجھ پر جو یہ احسان کیا ہے تو میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اب میں فرعون اور فرعونیوں کے ساتھ نہیں رہوں گا، کیونکہ ان کا ظالمانہ رویہ بنی اسرائیلیوں کے خلاف تمام حدوں کو تجاوز کر گیا ہے۔

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖۗ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾ وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی ؗ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ؗ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۱﴾

''غرض اس نے شہر میں ڈرتے ہوئے صبح کی، انتظار کرتا تھا، تو اچانک وہی شخص جس نے کل اس سے مدد مانگی تھی، اس سے فریاد کر رہا تھا۔ موسیٰ نے اس سے کہا یقیناً تو ضرور کھلا گمراہ ہے۔ پھر جونہی اس نے ارادہ کیا کہ اس کو پکڑے جو ان دونوں کا دشمن تھا، اس نے کہا اے موسیٰ! کیا تو چاہتا ہے کہ مجھے قتل کر دے، جس طرح تو نے کل ایک شخص کو قتل کیا ہے، تو نہیں چاہتا مگر یہ کہ زمین میں زبردست بن جائے اور تو نہیں چاہتا کہ اصلاح کرنے والوں میں سے ہو۔ اور ایک آدمی شہر کے سب سے دور کنارے سے دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا اے موسیٰ! بے شک سردار تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں، پس نکل جا، یقیناً میں تیرے لیے خیر خواہوں سے ہوں۔ تو وہ ڈرتا ہوا اس سے نکل پڑا، انتظار کرتا تھا، کہا اے میرے رب! مجھے ان ظالم لوگوں سے بچا لے۔''

موسیٰ علیہ السلام دوسرے دن ڈرتے ڈرتے پھر شہر میں داخل ہوئے، آپ دراصل اس ٹوہ میں تھے کہ کسی کو کل کے واقعہ کی

خبر تو نہیں ہوگئی۔ اسی خطرہ کے تحت آپ پوری طرح چوکنے ہو کر شہر میں آئے تھے کہ اگر کسی کو خبر ہوگئی تو میں گرفتار نہ کر لیا جاؤں۔ شہر میں داخل ہو کر آپ نے یہ منظر دیکھا کہ جس کی حمایت میں آپ سے پہلے دن ایک قبطی کا خون ہو گیا تھا، وہی اسرائیلی آج پھر ایک دوسرے قبطی سے الجھ رہا ہے۔ اس نے آج پھر موسیٰ علیہ السلام کو اپنی مدد کے لیے پکارا، موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تو بڑا جھگڑالو معلوم ہوتا ہے، طاقت نہ ہوتے ہوئے سب سے جھگڑتا پھرتا ہے اور لوگوں کے لیے مصائب کا سبب بنتا ہے۔ اسرائیلی کو اس طرح ملامت کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ قبطی کو پکڑ کر اس اسرائیلی کو اس سے نجات دلائیں۔ مگر اسرائیلی یہ سمجھا کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے چونکہ آج مجھے ہی ملامت کی ہے، لہٰذا مجھی پر ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس لیے وہ فوراً بک اٹھا اور کہنے لگا، کیا تم مجھے اس طرح موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہو جس طرح کل تم نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا؟ تم تو زمین میں ظالم و جابر بن کر رہنا چاہتے ہو، اصلاح پسند نہیں بننا چاہتے۔ قبطی نے جب اسرائیلی کے منہ سے یہ بات سنی تو لڑائی جھگڑا چھوڑا اور ایک دم بھاگ کر فرعون اور اس کے اہلکاروں کو یہ اطلاع دے دی کہ کل جو قبطی قتل ہوا تھا اس کا قاتل موسیٰ ہے۔ گویا جس راز پر اللہ نے پردہ ڈال رکھا تھا اسے اسی اسرائیلی احمق نے فاش کر ڈالا، جس کی حمایت میں آپ کے ہاتھوں قبطی مارا گیا تھا۔ جب فرعون کے اہلکاروں کو قتل کے مجرم کا پتا چل گیا تو موسیٰ کی گرفتاری اور قتل کا حکم صادر ہو گیا۔ فرعون کے درباریوں ہی میں سے ایک آدمی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا دل سے خیر خواہ تھا۔ وہ فوراً وہاں سے اٹھا اور دوڑتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور کہا کہ فرعون کی مجلس میں تمھارے قتل کی سازش ہو رہی ہے، اس لیے تم فوراً اس شہر سے نکل جاؤ۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام فوراً ہی چھپتے چھپاتے وہاں سے نکلے، تاکہ کہیں پکڑ کر قتل نہ کر دیے جائیں۔ شہر سے نکلتے ہوئے انھوں نے دعا کی کہ میرے رب! مجھے فرعون، فرعونیوں اور ہر ظالم سے نجات دے اور انھیں مجھ تک نہ پہنچنے دے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے روایت کیا، فرمایا: ''ایک بندے نے گناہ کیا اور کہا کہ یا اللہ! میرا گناہ بخش دے، تو پروردگار نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک مالک ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے۔ اس نے پھر گناہ کیا اور کہا، اے میرے مالک! میرا گناہ بخش دے۔ پروردگار نے فرمایا، میرے بندے نے ایک گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ کرتا ہے، اس نے پھر گناہ کیا اور کہا، اے پالنے والے! میرا گناہ بخش دے۔ پروردگار نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر پکڑتا ہے، (اے میرے بندے!) اب تو جو چاہے عمل کر، میں نے تجھے بخش دیا۔'' [مسلم، كتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب ...... الخ : ٢٧٥٨]

وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَ لَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۫ وَ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾

''اور جب اس نے مدین کی طرف رخ کیا تو کہا میرا رب قریب ہے کہ مجھے سیدھے راستے پر لے جائے۔اور جب وہ مدین کے پانی پر پہنچا تو اس پر لوگوں کے ایک گروہ کو پایا جو پانی پلا رہے تھے اور ان کے ایک طرف دو عورتوں کو پایا کہ (اپنے جانور) ہٹا رہی تھیں۔ کہا تمھارا کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے کہا ہم پانی نہیں پلاتیں یہاں تک کہ چرواہے پلا کر واپس لے جائیں اور ہمارا والد بڑا بوڑھا ہے۔تو اس نے ان کے لیے پانی پلا دیا، پھر پلٹ کر سائے کی طرف آ گیا اور اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میں، جو بھلائی بھی تو میری طرف نازل فرمائے، اس کا محتاج ہوں۔''

موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل کر مدین کی طرف چل دیے، جو فرعون کی حدودِ سلطنت سے باہر تھا اور اپنے رب سے دعا کرتے رہے کہ راستے میں ان کے دشمن انھیں نہ پالیں، چنانچہ بحفاظت حدود مصر سے نکل کر مدین کے علاقہ میں پہنچ گئے۔ چلتے چلتے ایک کنویں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے اور سب اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں، لیکن دو لڑکیاں الگ کھڑی ہیں۔ ان کے قریب گئے اور پوچھا کہ وہ دور کیوں کھڑی ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ جب سارے چرواہے اپنی بکریوں کو پانی پلا کر ہٹ جائیں گے تو ہم پلا سکیں گی، اس لیے کہ ہمارے والد بوڑھے ہیں۔ اب ان سے یہ کام نہیں ہو سکتا اور ہمارے گھر میں کوئی دوسرا مرد نہیں ہے اور ہم ان مردوں کے ساتھ مزاحمت نہیں کرنا چاہتیں۔ ان دونوں کی بات سن کر موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے اور ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا، پھر ایک درخت کے سائے میں جا کر بیٹھ گئے اور دعا کی کہ میرے رب! روزی حاصل کرنے کا جو ذریعہ ابھی میرے سامنے ظاہر ہوا ہے، میں اس کا محتاج ہوں، یعنی دونوں لڑکیوں کے باپ کو ایک مزدور کی ضرورت ہے اور مجھے روزی کی ضرورت ہے۔

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ٝ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

''تو ان دونوں میں سے ایک بہت حیا کے ساتھ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی، اس نے کہا بے شک میرا والد تجھے بلا رہا ہے، تا کہ تجھے اس کا بدلہ دے جو تو نے ہمارے لیے پانی پلایا ہے۔تو جب وہ اس کے پاس آیا اور اس کے سامنے حال

بیان کیا تو اس نے کہا خوف نہ کر، تو ان ظالم لوگوں سے بچ نکلا ہے۔‘‘

یہ عورتیں دل ہی دل میں ان کی احسان مند تھیں کہ ایک اجنبی شخص نے ان سے کیسی بھلائی کی ہے۔ واپس جاتے ہوئے مڑ کر جو دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام ایک درخت کے سائے میں آ بیٹھے ہیں۔ اس سے انھوں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ یہ کوئی مسافر ہے جس کے رہنے کے لیے یہاں کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو ابھی سائے میں بیٹھے اور دعا کیے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ان دونوں میں سے ایک لڑکی نہایت شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا والد آپ کو بلا رہا ہے۔ آپ نے ہماری بکریوں کو پانی پلا کر ہم پر جو احسان کیا ہے وہ آپ کو اس کا کچھ بدلا دینا چاہتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بے سروسامانی اور شدید ضرورت کی وجہ سے موقع کو غنیمت جانا اور اس کے ساتھ چل پڑے، خود آگے اور لڑکی پیچھے سے انھیں راستہ بتاتی رہی۔ ان لڑکیوں کے باپ کے پاس پہنچ کر جب انھیں ذرا سکون میسر آیا تو اپنا سارا ماجرا ان سے بیان کیا، انھوں نے اطمینان دلایا اور کہا کہ تم ظالموں کی سلطنت کی حدود سے باہر نکل آئے ہو، اب یہاں آرام سے رہو۔ لڑکیوں کے باپ کے نام کے بارے میں قرآن و سنت میں کہیں صراحت موجود نہیں۔ بعض مفسرین نے اس سے مراد سیدنا شعیب علیہ السلام لیے ہیں، جو اہل مدین کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے، امام شوکانی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہی قول راجح ہے۔ لیکن امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا زمانۂ نبوت سیدنا شعیب علیہ السلام سے بہت بعد کا ہے، اس لیے یہاں سیدنا شعیب علیہ السلام کا برادر زادہ یا آپ کی قوم کا کوئی شخص مراد ہے۔ (واللہ اعلم)

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ : شرم و حیا بڑی اچھی خصلت ہے، بلکہ ایمان کی علامت ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس سے گزرے، وہ اپنے بھائی کو شرم و حیا کے بارے میں وعظ و نصیحت کر رہا تھا (کہ اتنی شرم نہ کیا کر) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اسے چھوڑ دو، کیونکہ شرم تو ایمان میں سے ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب الإيمان، باب الحياء من الإيمان : ٢٤ ـ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان : ٣٦]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگلے نبیوں کی جو باتیں لوگوں کو ملیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تم شرم نہ کرو تو پھر جو چاہو کرو۔‘‘ [بخاري، كتاب الأدب، باب إذا لم تستح فاصنع ما شئت : ٦١٢٠]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’شرم و حیا سے ہمیشہ بھلائی ہی ملتی ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب الأدب، باب الحياء : ٦١١٧ ـ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان ...... الخ : ٣٧]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے جو گھر کے کونے میں پردہ کے پیچھے بیٹھی رہتی ہے۔ [بخاري، كتاب الأدب، باب الحياء : ٦١١٩ ـ مسلم، كتاب الفضائل، باب كثرة حيائه صلی اللہ علیہ وسلم : ٢٣٢٠]

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ؗ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾

”دونوں میں سے ایک نے کہا اے میرے باپ! اسے اجرت پر رکھ لے، کیونکہ سب سے بہتر شخص جسے تو اجرت پر رکھے طاقتور، امانت دار ہی ہے۔“

جب موسیٰ علیہ السلام نے کچھ وقت وہاں گزار لیا تو لڑکیوں کا باپ اور ان کے گھر والے آپ کے چال چلن سے بہت حد تک واقف ہو گئے، تو ایک دن دونوں لڑکیوں میں سے ایک نے اپنے باپ کو مشورہ دیا کہ وہ موسیٰ (علیہ السلام) کو تنخواہ پر بکریاں چرانے اور گھر کے دوسرے کام کاج کے لیے ملازم رکھ لیں، اس لیے کہ بہتر ملازم وہ ہوتا ہے جو طاقت ور اور امانت دار ہو اور کنویں کے پاس پہلی ملاقات سے اب تک اس کا جو کردار ہمارے سامنے آیا ہے وہ یہی بتاتا ہے کہ یہ آدمی طاقت ور اور امانت دار ہے کہ اب تک اس نے ہماری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، روز قیامت تین آدمیوں کا میں مد مقابل و مخالف ہوں گا، ایک تو وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا، پھر وعدہ خلافی کی، دوسرا وہ جس نے کسی آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی کو مزدور بنا کر اس سے پورا کام لیا، لیکن اسے اس کی اجرت نہ دی۔“ [بخاري، كتاب الإجارة، باب إثم من منع أجر الأجير : ۲۲۷۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا ہے اس نے بکریاں ضرور چرائی ہیں۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اور آپ نے بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں، میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط کے عوض چرایا کرتا تھا۔“ [بخاري، كتاب الإجارة، باب رعي الغنم على قراريط : ۲۲٦۲]

اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”طاقتور مومن، کمزور مومن سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اور بھلائی بہر حال ہر ایک میں موجود ہے۔ جو چیز تجھے نفع دے اس کی حرص کر اور اللہ سے مدد مانگ اور عاجز نہ ہو۔“ [مسلم، كتاب القدر، باب الإيمان بالقدر والأذعان له : ۲٦٦٤]

قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَ مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾

”اس نے کہا بے شک میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کر دوں، اس (شرط) پر کہ تو

آٹھ سال میری مزدوری کرے گا، پھر اگر تو دس پورے کردے تو وہ تیری طرف سے ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر مشقت ڈالوں، اگر اللہ نے چاہا تو یقیناً تو مجھے نیک لوگوں سے پائے گا۔کہا یہ بات میرے درمیان اور تیرے درمیان (طے) ہے، ان دونوں میں سے جو مدت میں پوری کردوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے۔“

وہ شخص ان کے حالات، کردار اور چال چلن کا جائزہ لیتا رہا اور جب اسے موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو ایک دن ان سے کہا کہ میں اپنی ان دونوں بچیوں میں سے ایک کی شادی تم سے کر دینا چاہتا ہوں۔ اس کے عوض آٹھ سال تم میرے ملازم رہو اور بکریاں چراؤ اور اگر تم اپنی طرف سے مزید دو سال میرا کام کر دو گے تو یہ میرے ساتھ تمھارا تعاون ہو گا اور ان شاء اللہ تم مجھے اپنے وعدے کا پابند اور اچھا برتاؤ کرنے والا پاؤ گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ جو بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہوئی ہے، اس کے ہم دونوں پابند رہیں گے اور دونوں مدتوں میں سے جس پر بھی میں عمل کروں، مجھے اختیار حاصل رہے گا، نہ مجھ سے آٹھ سال سے زیادہ کام کرنے کا اور نہ یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ دس سال سے پہلے ہی اپنی بیوی کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں اور ہم دونوں اللہ کو اپنے اس معاہدے پر گواہ بناتے ہیں۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حیرہ کے ایک یہودی نے سوال کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال پورے کیے تھے یا دس سال؟ تو میں نے کہا، میں نہیں جانتا، البتہ میں عرب کے بہت بڑے عالم سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤں گا اور ان سے پوچھوں گا، پھر میں ان کے پاس گیا اور ان سے یہی سوال کیا تو انھوں نے فرمایا، آپ نے لمبی مدت پوری کی جو دونوں مدتوں میں بہتر تھی (یعنی دس سال)۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب کسی سے وعدہ کرتے تو پورا کرتے تھے۔[بخاري، كتاب الشهادات، باب : ٢٦٨٤۔ مسند أبي يعلى : ١٩/٥، ح : ٢٦١٨]

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَ لَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّ اضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

"پھر جب موسیٰ نے وہ مدت پوری کر دی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلا تو اس نے پہاڑ کی طرف سے ایک آگ دیکھی، اپنے گھر والوں سے کہا تم ٹھہرو، بے شک میں نے ایک آگ دیکھی ہے، ہوسکتا ہے کہ میں تمھارے لیے اس سے کوئی خبر لے آؤں، یا آگ کا کوئی انگارا، تاکہ تم تاپ لو۔ تو جب وہ اس کے پاس آیا تو اسے اس بابرکت قطعہ میں وادی کے دائیں کنارے سے ایک درخت سے آواز دی گئی کہ اے موسیٰ! بلاشبہ میں ہی اللہ ہوں، جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور یہ کہ اپنی لاٹھی پھینک۔ تو جب اس نے اسے دیکھا کہ حرکت کر رہی ہے، جیسے وہ ایک سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چل دیا اور پیچھے نہیں مڑا۔ اے موسیٰ! آگے آ اور خوف نہ کر، یقیناً تو امن والوں سے ہے۔ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کر، وہ کسی عیب کے بغیر سفید (چمکدار) نکلے گا اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنا بازو اپنی جانب ملا لے، سو یہ دونوں تیرے رب کی جانب سے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف دو دلیلیں ہیں۔ بلاشبہ وہ ہمیشہ سے نافرمان لوگ ہیں۔"

اس معاہدے کے بعد اس شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کر دیا اور عہد و پیمان کے مطابق آپ اس کے گھر رہنے لگے۔ مدت پوری کرنے کے بعد جب اپنے اہل و عیال کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے تو کوہِ طور کے قریب رات کے وقت راستہ بھٹک گئے۔ سخت سردی پڑ رہی تھی، دیکھا کہ پہاڑ کی جانب سے روشنی آ رہی ہے، سمجھے کہ وہاں کچھ لوگ ہیں جنھوں نے آگ جلا رکھی ہے۔ اس لیے اپنے بیوی بچوں سے کہا کہ تم سب یہیں ٹھہرو، میں راستہ پوچھ کر آتا ہوں یا کم از کم تمھیں گرمی پہنچانے کے لیے آگ کا انگارہ لے کر آتا ہوں، وہاں جب پہنچے تو بات ہی کچھ اور تھی۔ وہ وادی تو تجلی الٰہی کے سبب ایک مبارک وادی بن چکی تھی، جس کے دائیں جانب موجود ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں جو سارے جہان کا پالنہار ہے۔ آپ کے ہاتھ میں جو لاٹھی ہے اسے زمین پر ڈال لیے، تو ڈالتے ہی وہ ایک ڈراؤنا سانپ بن کر تیزی کے ساتھ حرکت کرنے لگی۔ موسیٰ علیہ السلام یہ کیفیت دیکھ کر ڈر گئے اور پیچھے کی طرف بھاگ پڑے اور واپس مڑ کر نہیں دیکھا، تو آواز آئی کہ اے موسیٰ! واپس آئیے اور خوف نہ کھائیے، آپ ہر شر و بلا سے مامون و محفوظ ہیں۔ یہ سب سے بڑا معجزہ تھا جو انھیں عطا کیا گیا تھا۔ واپس آ کر جب پہلی جگہ کھڑے ہوئے تو پھر آواز آئی کہ آپ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالیے، وہ نور کی مانند خوبصورت چمکتا ہوا ظاہر ہوگا اور اپنے دل سے سانپ کا خوف دور کرنے کے لیے اپنا بازو اپنے سینے سے لگا لیجیے، پھر آواز آئی کہ آپ کے رب کی جانب سے یہ دو معجزے ہیں جو آپ کے نبی مرسل ہونے کی دلیل ہیں، انھیں لے کر آپ فرعون اور فرعونیوں کے پاس جائیے، جنھوں نے کفر و سرکشی کی راہ اختیار کر لی ہے۔ میرے سوا غیروں کی عبادت کے ساتھ ساتھ انھوں نے بنی اسرائیل کو بھی اپنا غلام بنا رکھا ہے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ

لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدًاً يُّصَدِّقُنِيْۤ٘ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَ نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

''کہا اے میرے رب! بے شک میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کیا ہے، اس لیے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔اور میرا بھائی ہارون، وہ زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے، تو اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے، بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ کہا ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو ضرور مضبوط کریں گے اور تم دونوں کے لیے غلبہ رکھیں گے، سو وہ تم تک نہیں پہنچیں گے، ہماری نشانیوں کے ساتھ تم دونوں اور جنھوں نے تمھاری پیروی کی، غالب آنے والے ہو۔''

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا یہ حکم سن کر کہا کہ میرے رب! میں نے ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا، اس لیے ڈرتا ہوں کہ وہاں کے لوگ مجھے قتل کر دیں گے۔ میرے بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح گفتگو کی قدرت رکھتے ہیں، اس لیے انھیں بھی اپنا رسول اور میرا معاون و مددگار بنا دے، اگر میں اکیلا گیا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ وہ میرے ساتھ ہوں گے تو میں جو کچھ فرعون سے کہوں گا، اسے وہ اپنی فصیح زبان میں مزید شرح و بسط کے ساتھ اس کے سامنے بیان کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طلب منظور کر لی اور کہا کہ ہم آپ کے بھائی کو آپ کا معاون و مددگار بناتے ہیں اور آپ دونوں ہمارے معجزے لے کر فرعون کے پاس جائیے۔ بہر حال غلبہ آپ کو اور آپ کے پیروکاروں ہی کو حاصل ہو گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [المجادلة : ۲۱] ''اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۙ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾ [المؤمن : ۵۱، ۵۲] ''بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا اور انھی کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے بدترین گھر ہے۔''

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى رَبِّيْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

"تو جب موسیٰ ان کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انھوں نے کہا یہ تو ایک گھڑے ہوئے جادو کے سوا کچھ نہیں اور ہم نے یہ اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سنا۔ اور موسیٰ نے کہا میرا رب اسے زیادہ جاننے والا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا اور اس کو بھی جس کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہوگا، بے شک حقیقت یہ ہے کہ ظالم کامیاب نہیں ہوتے۔"

موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی معجزات لے کر فرعون کے پاس پہنچے، موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ میں اللہ کا نبی مرسل ہوں اور یہ معجزے میری صداقت کی نشانیاں ہیں اور پھر دونوں معجزات کا اس کے سامنے مظاہرہ کیا، تو فرعون کہنے لگا کہ یہ موسیٰ تو کہیں سے جادو سیکھ کر آ گیا ہے، بڑا شعبدہ باز ہو گیا ہے اور اس نے اپنی شعبدہ بازی سے ہماری آنکھوں کو مسحور کر دیا ہے، لاٹھی کو سانپ اور ہاتھ کو روشن اور چمکتا ہوا ظاہر کر رہا ہے۔ ہم اور ہمارے باپ دادا نے آج تک ایسا جادو نہیں دیکھا تھا، یا یہ نہیں سنا تھا کہ کوئی انسان نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، یا یہ کہ اس دنیا کا کوئی دوسرا معبود ہے جو انسانوں کو اپنے پیغمبر بنا کر معجزات کے ساتھ انھی جیسے انسانوں کے پاس بھیجتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کی معاندانہ باتوں کا جواب دیتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ تم گمراہ، کافر اور جہنمی ہو، بلکہ نہایت نرمی کے ساتھ اپنے بارے میں کہا کہ میرا رب زیادہ جانتا ہے کہ اس نے تمھارے لیے اور تمھاری قوم کے لیے روشنی اور ہدایت دے کر کسے بھیجا ہے اور کس کا انجام بہتر ہوگا؟ یعنی کسے موت کے وقت فرشتے رحمت و رضائے الٰہی اور جنت کی بشارت دیں گے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کفر و سرکشی کے ذریعے سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

"اور فرعون نے کہا اے سردارو! میں نے اپنے سوا تمھارے لیے کوئی معبود نہیں جانا، تو اے ہامان! میرے لیے مٹی پر آگ جلا، پھر میرے لیے ایک اونچی عمارت بنا، تاکہ میں موسیٰ کے معبود کی طرف جھانکوں اور بے شک میں یقیناً اسے جھوٹوں میں سے گمان کرتا ہوں۔"

فرعون موسیٰ علیہ السلام کی یہ پر اثر دعوت سن کر ڈر گیا کہ لوگ اس پر ایمان نہ لے آئیں۔ اس لیے جانتے ہوئے کہ اس کا رب اللہ ہے، محض اپنی قوم کو دھوکا دینے کے لیے کہنے لگا کہ لوگو! مجھے تو معلوم نہیں کہ میرے سوا تمھارا کوئی معبود ہے کہ جس کی بندگی اور اطاعت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ہمیں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿ۖ۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿ۖ۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى ﴿ؕ۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴾ [النازعات : ۲۳ تا ۲۶] "پھر اس نے اکٹھا کیا، پس پکارا۔ پس اس نے کہا میں تمھارا سب سے اونچا رب ہوں۔ تو اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔ بے شک اس میں اس شخص کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔" اپنے کبر و

جبروت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور لوگوں کو اپنی کمال قدرت کا یقین دلانے کے لیے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ پختہ اینٹوں کا ایک بلند محل بناؤ، جس پر چڑھ کر میں ذرا موسیٰ کے معبود کا سراغ لگاؤں، حالانکہ میں تو اسے ابھی سے جھوٹا سمجھتا ہوں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴾ [المؤمن : ۳۶، ۳۷] ''اور فرعون نے کہا اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا، تاکہ میں راستوں پر پہنچ جاؤں۔ آسمانوں کے راستوں پر، پس موسیٰ کے معبود کی طرف جھانکوں اور بے شک میں اسے یقیناً جھوٹا گمان کرتا ہوں۔ اور اس طرح فرعون کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا اور وہ سیدھی راہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر تباہی ہی میں تھی۔''

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۝ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَجَعَلْنٰهُمْ

''اور وہ اور اس کے لشکر کسی حق کے بغیر زمین میں بڑے بن بیٹھے اور انھوں نے گمان کیا کہ بے شک وہ ہماری طرف واپس نہیں لائے جائیں گے۔ تو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر انھیں سمندر میں پھینک دیا۔ سو دیکھ ظالموں کا انجام کیسا تھا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور فرعونیوں کے بارے میں فرمایا، بجائے اس کے کہ وہ اللہ کے عاجز اور متواضع بندے بن کر رہتے، انھوں نے سرزمین مصر میں اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے متکبر و مغرور اور بڑا بنا کر پیش کیا، جس کے وہ کسی طرح بھی اہل نہ تھے۔ اس لیے کہ ہر قسم کی کبریائی اور بڑائی تو صرف اللہ کے لیے ہے۔ انھوں نے بعث بعد الموت اور قیامت کا انکار کر دیا اور سمجھ بیٹھے کہ اس زندگی کے بعد اب کوئی زندگی نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنی گرفت میں لے لیا اور سمندر میں ڈبو دیا۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ کفر کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے؟ آپ دیکھ لیجیے۔

اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۝

''اور ہم نے انھیں ایسے پیشوا بنایا جو آگ کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن وہ دور دفع کیے گئے لوگوں سے ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے انھیں رہتی دنیا تک کے لیے کفر و سرکشی کرنے والوں کا سرغنہ بنا دیا کہ ایسے لوگ ہر دور میں اور ہر جگہ انھی کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے، کفر و شرک اور گناہوں کا ارتکاب کر کے جہنم کے حق دار بنیں گے اور قیامت کے دن

ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا، بلکہ ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ آگے فرمایا کہ ہم نے اس دنیا میں ان پر لعنت بھیج دی اور اپنی رحمت سے دور کر دیا اور آخرت میں بھی وہ ہماری ہر خیر و رحمت سے دور کر دیے جائیں گے اور عذاب نار کے ذریعے سے ان کے چہرے بگاڑ دیے جائیں گے۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، اس کے بعد کہ ہم نے پہلی نسلوں کو ہلاک کر دیا، جو لوگوں کے لیے دلائل اور ہدایت اور رحمت تھی، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

جب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا کافر قوموں کو ہلاک کر دیا، یا فرعون اور فرعونیوں کو ہلاک کر دیا تو اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس تورات کی یہ صفت بیان کی کہ وہ لوگوں کے لیے نور بصیرت ہے، راہِ حق کی طرف ہدایت دیتی ہے، عمل صالح کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور یہ اس لیے نازل کی گئی تھی کہ اس زمانہ کے لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔

وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَ مَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَ لٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَ مَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَ لٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَ لٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾

''اور اس وقت تو مغربی جانب میں نہیں تھا جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم کی وحی کی اور نہ تو حاضر ہونے والوں سے تھا۔ اور لیکن ہم نے کئی نسلیں پیدا کیں، پھر ان پر لمبی مدت گزر گئی اور نہ تو اہل مدین میں رہنے والا تھا کہ ان کے سامنے ہماری آیات پڑھتا ہو اور لیکن ہم ہی بھیجنے والے ہیں۔ اور نہ تو پہاڑ کے کنارے پر تھا جب ہم نے آواز دی اور لیکن تیرے رب کی طرف سے رحمت ہے، تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت بیان کی ہے کہ محمد ﷺ اس کے رسول اور قرآنِ کریم اس کی نازل کردہ کتاب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام، اہل مدین اور قوم فرعون کے جو واقعات اوپر بیان کیے گئے ہیں سیکڑوں سال پہلے وقوع پذیر

ہونے والے ان واقعات کے وقت نہ تو آپ موجود تھے اور نہ آپ پڑھنا جانتے تھے کہ تاریخ کی کتابوں سے حاصل کر لیتے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو یہ باتیں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوہِ طور کے اس مغربی علاقے یا مغربی وادی میں آپ ﷺ موجود نہیں تھے، جہاں اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا تھا اور انھیں نبی مرسل ہونے کی خبر دی تھی۔ اس کے باوجود اس واقعہ کی صحیح خبر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آیتیں آپ پر اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ آگے فرمایا کہ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے بعد بہت سی قومیں پیدا ہوئیں، اس طویل مدت میں وحی الٰہی کا سلسلہ منقطع رہا، لوگ اللہ سے کیے گئے عہود و مواثیق بھول گئے، راہ ہدایت کے آثار مٹ گئے اور گمراہی عام ہو گئی تو بنی نوع انسان پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان کیا کہ آپ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا، تاکہ انھیں کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و یقین کی راہ دکھائیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا مدین جانا، وہاں دس سال تک قیام کرنا اور وہاں آپ کا شادی کرنا، یہ سارے واقعات جب رونما ہوئے اس وقت رسول اللہ ﷺ وہاں موجود نہیں تھے، پھر یہ باتیں انھیں کیسے معلوم ہوئیں؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان واقعات سے متعلق آیتیں نازل کیں جن کے ذریعے سے آپ کو علم ہوا۔ اگر آپ نبی نہ ہوتے تو یہ باتیں معلوم نہ ہوتیں۔ کوہِ طور کے پاس جب اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا اور انھیں ان کے نبی مرسل ہونے کی خبر دی اور حکم دیا کہ وہ اپنے بھائی ہارون کے ساتھ فرعون کے پاس توحید کا پیغام لے کر جائیں، تو اس وقت رسول اللہ ﷺ وہاں موجود نہیں تھے، اگر وہ نبی نہ ہوتے تو یہ باتیں انھیں کیسے معلوم ہوتیں؟ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ باتیں آپ کو اس طرح معلوم ہوئیں کہ ہم نے بنی نوع انسان پر احسان کرتے ہوئے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا اور آپ پر قرآن نازل کیا جس میں مذکورہ بالا خبریں ہیں اور ان کے علاوہ دوسری بہت سی خبریں ہیں، تاکہ اس کی آیتیں پڑھ کر آپ اہل مکہ اور تمام عربوں کو اللہ کے عذاب و عقاب سے ڈرائیں۔ رسول اللہ ﷺ سے پہلے اہل عرب کے پاس کوئی رسول نہیں آیا تھا، اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقامات پر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾ [السجدة : ۳] ”یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود گھڑ لیا ہے۔ بلکہ وہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے، تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ راہ پائیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰسٓ ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۙ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ [يٰس : ۱ تا ٦] ”یٰس۔ اس حکمت سے بھرے ہوئے قرآن کی قسم! بلاشبہ تو یقیناً بھیجے ہوئے لوگوں میں سے ہے۔ سیدھی راہ پر ہے۔ یہ سب پر غالب، نہایت مہربان کا نازل کیا ہوا ہے۔ تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے، تو وہ بے خبر ہیں۔“

وَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْ لَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا

رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُوْتِیَ مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰی ؕ اَوَلَمْ یَكْفُرُوْا بِمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۙ۫ وَ قَالُوْۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

”اور اگر یہ نہ ہوتا کہ انھیں اس کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچے گی جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں سے ہوجاتے۔ پھر جب ان کے پاس ہمارے ہاں سے حق آگیا تو انھوں نے کہا اسے اس جیسی چیزیں کیوں نہ دی گئیں جو موسیٰ کو دی گئیں؟ تو کیا انھوں نے اس سے پہلے ان چیزوں کا انکار نہیں کیا جو موسیٰ کو دی گئی تھیں۔ انھوں نے کہا یہ دونوں (مجسم) جادو ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں اور کہنے لگے ہم تو ان سب سے منکر ہیں۔“

کفار مکہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا کفر و شرک اور ان کی سرکشی اتنی بڑھ چکی تھی کہ ان پر عذاب آ جانا چاہیے تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے ان پر کسی قسم کا عذاب اس لیے نازل نہیں ہوا تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ اے اللہ! تو نے عذاب نازل کرنے سے پہلے اپنا رسول کیوں نہیں بھیجا، تاکہ ہم تیرے احکام کی اتباع کرتے اور تجھ پر ایمان لے آتے اور اس عذاب سے بچ جاتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیج کر حجت تمام کر دی اور کافروں کے لیے کوئی عذر نہیں چھوڑا، لیکن رسول آنے کے بعد ان کی حالت نہیں بدلی، بلکہ انھوں نے ہٹ دھرمی شروع کر دی اور کہنے لگے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو معجزات دیے گئے تھے، اگر محمد (ﷺ) بھی رسول ہیں تو انھیں بھی اسی جیسے معجزات کیوں نہیں دیے گئے؟ جن کا مشاہدہ کرنے کے بعد ہم اس پر ایمان لے آتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ہٹ دھرمی کا یہ جواب دیا کہ اگر ان کی یہ بات صحیح ہوتی کہ کفار معجزات دیکھ کر ایمان لے آتے تو پھر فرعونیوں نے معجزات دیکھنے کے بعد کیوں کفر کی راہ اختیار کی؟ وہ بھی تو انھی کفار مکہ جیسے انسان تھے، وہ اللہ کی الوہیت کا انکار کرتے تھے اور کفر و سرکشی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ موسیٰ اور ہارون کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ دونوں جادوگر ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں ایک دوسرے کے معاون ہیں اور ہم ان دونوں کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ پھر کہا کہ موسیٰ (علیہ السلام) اور محمد (ﷺ) دونوں ہی جادوگر ہیں اور جادو کے ذریعے سے موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے زمانے کے لوگوں کو گمراہ کیا اور اب محمد (ﷺ) بھی وہی کام کر رہے ہیں، اس لیے ہم ان کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰی مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ

هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَ لَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ ؑ

”کہہ پھر اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو کہ میں اس کی پیروی کروں، اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر وہ تیری بات قبول نہ کریں تو جان لے کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں پے در پے بات پہنچائی، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی کافروں سے فرمایا کہ اگر تورات و قرآن از قبیل جادو ہیں، اللہ کی نازل کردہ کتابیں نہیں ہیں، تو پھر تم لوگ اپنے علم کے مطابق اللہ کی نازل کردہ ان دونوں کتابوں سے اچھی کوئی کتاب لے آؤ، تاکہ میں اس پر عمل کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ ایسا نہ کریں اور نہ ان دونوں کتابوں پر عمل کریں، تو سمجھ لیجیے کہ وہ اپنی خواہشات کے بندے ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی اتباع کرے۔ آگے فرمایا کہ ہم نے تو ان کے اور یہود و نصاریٰ کے حال پر رحم کرتے ہوئے نزول قرآن کا تسلسل قائم کر دیا ہے۔ پے در پے آیات، وعدۂ جنت، وعید جہنم، قصے، عبرت آمیز واقعات اور نصیحتیں نازل ہوتی رہیں، تاکہ وہ ان میں غور و فکر کر کے آپ پر اور قرآن پر ایمان لے آئیں۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾

”وہ لوگ جنھیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، یقیناً یہی ہمارے رب کی طرف سے حق ہے، بے شک ہم اس سے پہلے فرماں بردار تھے۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہود و نصاریٰ کا ایک گروہ ایسا ہے جو قرآن کریم پر ایمان رکھتا ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم تصدیق کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور ہم اس کے نازل ہونے سے قبل ہی موحد تھے اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتے تھے۔

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾

’’یہ لوگ ہیں جنھیں ان کا اجر دوہرا دیا جائے گا، اس کے بدلے کہ انھوں نے صبر کیا اور وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو ہٹاتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔‘‘

اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا اور آپ پر اور قرآن پر ایمان لائے، جیسے عبداللہ بن سلام اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما وغیرہ۔ ان کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ انھیں دو گنا اجر ملے گا، ایک اجر اسلام سے پہلے تورات و انجیل پر ایمان لانے اور ان پر عمل کرنے کا اور دوسرا اجر قرآن اور نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے اور اسلام پر عمل پیرا ہونے کا۔ ان مومنین اہل کتاب کی صفات یہ بھی ہیں کہ وہ برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں، یا گناہ کے بعد توبہ و استغفار اور نیک عمل کرتے ہیں اور اللہ نے انھیں جو روزی دی ہے اس کا ایک حصہ بھلائی کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور محروموں اور محتاجوں کی مدد کرتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ : ابو بردہ رحمہ اللہ اپنے باپ (ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تین آدمیوں کو دوہرا ثواب دیا جائے گا، ایک وہ شخص جس کے پاس لونڈی ہو، وہ اسے تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے، اسے ادب سکھائے اور اچھا ادب سکھائے۔ پھر اسے آزاد کرے اور اس سے نکاح کر لے، تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے، دوسرا وہ مومن جو اہل کتاب میں سے ہو، جو پہلے (اپنے نبی پر) ایمان لایا تھا اور پھر وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آیا ہو، اس کے لیے بھی دوہرا اجر ہے۔ تیسرا وہ غلام جو اللہ کا بھی حق ادا کرتا ہو اور اپنے آقا کی خیر خواہی بھی کرتا ہو، تو اس کے لیے بھی دو اجر ہیں۔‘‘ [بخاري، كتاب الجهاد، باب فضل من أسلم من أهل الكتابين : ۳۰۱۱]

بِمَا صَبَرُوْا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد : ۲۲ تا ۲۴] ’’اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کو نیکی کے ساتھ ہٹاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔ ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے جو نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔ سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔‘‘

وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳۴، ۳۵] ’’اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا

جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہو گا جیسے وہ دلی دوست ہے۔اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔‘‘

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ: ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا۝ وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِيْرًا ﴾ [الدھر : ۸ تا ۱۳] ’’اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے ہیں) ہم تو صرف اللہ کے چہرے کی خاطر تمھیں کھلاتے ہیں، نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ یقیناً ہم اپنے رب سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو بہت منہ بنانے والا، سخت تیوری چڑھانے والا ہو گا۔ پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔ اور انھیں ان کے صبر کرنے کے عوض جنت اور ریشم کا بدلہ عطا فرمایا۔ وہ اس میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اس میں سخت دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی۔‘‘

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؗ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ؗ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ۝۵۵

’’اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ سلام ہے تم پر، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔‘‘

یعنی جب کسی جاہل و نادان کی زبان سے کوئی بے ہودہ اور لغو بات سنتے ہیں تو اس سے نہ الجھتے ہیں اور نہ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، بلکہ خاموشی کے ساتھ وہاں سے اپنے دل میں یہ کہتے ہوئے گزر جاتے ہیں کہ ہمیں ہمارے عمل کا اور انھیں ان کے عمل کا بدلہ ملے گا، ہم نہ انھیں چھیڑیں گے اور نہ ان کی بات کا جواب دیں گے، اس لیے کہ ہم نادانوں کے ساتھ الجھنا نہیں چاہتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴾ [الفرقان : ۶۳] ’’اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴾ [الفرقان : ۷۲] ’’اور وہ جو جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں۔‘‘

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۝۵۶

”بے شک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔“

سیدنا مسیّب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے قریب تشریف لے گئے۔ آپ نے ابوجہل، عبد اللہ بن ابی اور امیہ بن مغیرہ کو بھی وہاں بیٹھا ہوا پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو طالب سے فرمایا: ”اے میرے چچا! تم ”لا الٰہ الا اللہ“ کہہ دو، میں (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے سامنے تمھارے لیے اس کلمہ کے ذریعے سے حجت پیش کروں گا۔“ ابوجہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کہنے لگے، ابو طالب! کیا تم عبد المطلب کا دین چھوڑ دو گے؟ پھر برابر یہی حال رہا، رسول اللہ ﷺ اسے کلمہ کی تلقین کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے۔ آخر کار ابو طالب نے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ میں عبد المطلب کے دین پر مرتا ہوں اور ”لا الٰہ الا اللہ“ کہنے سے انکار کر دیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! میں تمھارے لیے اس وقت تک دعا کرتا رہوں گا، جب تک کہ اس سے منع نہ کیا جاؤں۔“ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [التوبة : ١١٣] ”اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں۔“ اور اللہ تعالیٰ نے (خاص) ابو طالب کے بارے میں یہ آیت بھی اتاری اور اپنے رسول ﷺ سے فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [القصص : ٥٦] ”بے شک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ إنك لا تهدى من أحببت ولكن الله يهدى من يشاء ﴾ : ٤٧٧٢]

وَ قَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۝۵۷

”اور انھوں نے کہا اگر ہم تیرے ہمراہ اس ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنی زمین سے اچک لیے جائیں گے۔ اور کیا ہم نے انھیں ایک با امن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں، ہماری طرف سے روزی کے لیے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔“

مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کے سامنے اسلام نہ لانے کا عذر لنگ یہ پیش کرتے تھے کہ اگر ہم تمھاری بات مان لیں اور تم پر ایمان لے آئیں تو دنیائے عرب ہمارے خلاف ہو جائے گی اور سب مل کر ہم پر حملہ کر کے ہمیں ہلاک کر دیں گے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ جس خالق و مالک نے ان کی سرزمین کو امن کا گہوارہ بنا رکھا ہے اور ان کی روزی کے لیے انواع و اقسام کے پہنچاتا رہتا ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان کے اسلام لانے کے بعد بھی ان کی حفاظت کرے؟

لیکن بات یہ ہے کہ وہ اپنی شدید جہالت و نادانی کی وجہ سے غور و فکر کی صلاحیت کھو چکے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [الأنفال : ٢٦] ”اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور تھے، ڈرتے تھے کہ لوگ تمھیں اچک کر لے جائیں گے تو اس نے تمھیں جگہ دی اور اپنی مدد کے ساتھ تمھیں قوت بخشی اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، تاکہ تم شکر کرو۔“

سیدنا ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مکہ کو خود اللہ تعالیٰ نے حرمت عطا فرمائی ہے، اسے لوگوں نے حرمت والا نہیں بنایا، لہٰذا جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے وہاں خون بہانا حلال نہیں۔“ [بخاري، كتاب جزاء الصيد، باب لا يعضد شجر الحرم ...... الخ : ١٨٣٢۔ مسلم، كتاب الحج، باب تحريم مكة ...... الخ : ١٣٥٤]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمھارے خون، تمھارے مال اور تمھاری آبروئیں تم پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح اس شہر میں اور اس مہینے میں تمھارے اس دن کی حرمت ہے۔“ آپ نے ان کلمات کو کئی بار دہرایا۔ [بخاري، كتاب الحج، باب الخطبة أيام منى : ١٧٣٩]

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵۸

”اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت پر اترا گئی تھیں، تو یہ ہیں ان کے گھر جو ان کے بعد آباد نہیں کیے گئے مگر بہت کم اور ہم ہی ہمیشہ وارث بننے والے ہیں۔“

یہ اہل مکہ کو ڈرایا جا رہا ہے کہ تم دیکھتے نہیں کہ اللہ کی نعمتوں سے فیض یاب ہو کر اللہ کی ناشکری کرنے اور سرکشی کرنے والوں کا انجام کیا ہوا؟ آج ان کی بیشتر آبادیاں کھنڈر بنی ہوئی ہیں، یا صرف صفحاتِ تاریخ پر ان کا نام رہ گیا ہے اور اب آتے جاتے مسافر ہی ان میں کچھ دیر کے لیے ستا لیں تو ستا لیں، ان کی نحوست کی وجہ سے کوئی بھی ان میں مستقل رہنا پسند نہیں کرتا اور نہ ان کا کوئی وارث باقی رہا۔ بالآخر ہم ہی ان کے وارث ہوئے کہ جنھیں ہم چاہیں وہاں آباد کر کے وہ جائدادیں ان کے حوالے کر دیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴾ [الحج : ٤٥] ”سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔“

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا

كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰۤى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

”اور تیرا رب کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں، یہاں تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول بھیجے جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھے اور ہم کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب کہ اس کے رہنے والے ظالم ہوں۔“

اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس کے پاس اپنا پیغمبر بھیجنے سے پہلے کبھی ہلاک نہیں کرتا، جو انھیں حق و باطل اور خیر و شر کے درمیان فرق بتاتا ہے اور اللہ کے عقاب سے ڈراتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر لوگ راہ راست پر نہیں آتے تو عذاب کے مستحق بن جاتے ہیں۔

وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۵] ”اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔“

وَ مَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰۤى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ : سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا رہتا ہے مگر جب ان کی گرفت فرماتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔“ بعد ازاں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۲] ”اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦ ـ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

وَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتُهَا ۚ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

”اور تمھیں جو کچھ بھی دیا گیا ہے سو دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ اس سے کہیں بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، تو کیا تم نہیں سمجھتے۔“

فرمایا کہ یہ دنیا، اس کی زیب و زینت اور اس کی سج دھج اس کے مقابلے میں بہت حقیر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دارِ آخرت میں اپنے نیک بندوں کے لیے تیار کر رکھا ہے، اس لیے کہ جنت کی نعمتیں بہت عظیم الشان بھی ہیں، ابدی اور دائمی بھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ﴾ [النحل : ۹۶] ”جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔“

سیدنا مستورد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے،

جیسے تم میں سے کوئی یہ انگلی سمندر میں ڈالے اور پھر ملاحظہ کرے کہ وہ کتنی تری لے کر لوٹتی ہے۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا ...... الخ : ۲۸۵۸]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے (جنت میں) وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل میں ان کا تصور ہی آیا ہے۔ یہ سب نعمتیں میں نے تمھارے لیے چھپا کر رکھی ہیں اور انھیں چھوڑ دو جو اللہ نے تمھیں بتائی ہیں (وہ ان کے مقابلہ میں کچھ نہیں)۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ﴾ [السجدة : ۱۷] ''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ فلا تعلم نفس ما أخفى لهم ...... الخ ﴾ : ۴۷۸۰۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب صفة الجنة : ۲۸۲۴/۴]

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِیْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ثُمَّ هُوَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۶۱﴾

''تو کیا وہ شخص جسے ہم نے وعدہ دیا اچھا وعدہ، پس وہ اسے ملنے والا ہے، اس شخص کی طرح ہے جسے ہم نے سامان دیا، دنیا کی زندگی کا سامان، پھر قیامت کے دن وہ حاضر کیے جانے والوں سے ہے۔''

یعنی جو شخص مومن ہو اور اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ پر جس ثواب کا وعدہ فرمایا ہے وہ اس کی تصدیق کرنے والا ہو کہ اسے یقیناً وہ اجر و ثواب مل کر رہے گا، کیا وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو کافر، اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کے وعدے اور وعید کی تکذیب کرنے والا ہو اور وہ دنیاوی زندگی میں بس چند روز تک فائدہ اٹھانے والا ہو؟ سنو! ایمان و اسلام پر دنیاوی زندگی کو ترجیح دینے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس سے حساب لیا گیا اسے (ضرور) عذاب ہوگا۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی، کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا: ﴿ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ﴾ [الانشقاق : ۸] ''سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(آسان حساب) یہ تو محض (دربار الٰہی میں) پیشی ہے، البتہ جس سے حساب میں کرید کی جائے گی، وہ ہلاک ہو جائے گا۔'' [بخاري، كتاب العلم، باب من سمع شيئًا فراجع حتى يعرفه : ۱۰۳]

وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَغْوَیْنَا ۚ اَغْوَیْنٰهُمْ كَمَا غَوَیْنَا ۚ تَبَرَّاْنَاۤ اِلَیْكَ ۫ مَا كَانُوْۤا اِیَّانَا

يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾

"اور جس دن وہ انھیں آواز دے گا، پس کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم گمان کرتے تھے؟ وہ لوگ کہیں گے جن پر بات ثابت ہوچکی، اے ہمارے رب! یہ ہیں وہ لوگ جنھیں ہم نے گمراہ کیا، ہم نے انھیں اسی طرح گمراہ کیا جیسے ہم گمراہ ہوئے، ہم تیرے سامنے بری ہونے کا اعلان کرتے ہیں، یہ ہماری تو عبادت نہیں کرتے تھے۔"

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈانٹ اور پھٹکار کے ساتھ پکارے گا کہ کہاں ہیں تمھارے وہ معبودانِ باطلہ جنھیں تم میرا شریک بناتے تھے؟ تو ان کے بجائے وہ سردارانِ کفر و ضلالت جو دنیا میں اللہ کے ساتھ معبود بنائے گئے تھے، کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم نے انھیں گمراہ کرنا چاہا تو انھوں نے فوراً ہی ہماری دعوت قبول کر لی اور گمراہی کی راہ پر چل پڑے، ہم ان سے اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں، اس لیے کہ یہ ہماری نہیں، بلکہ اپنی خواہشات کی عبادت کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴾ [مريم : ۸۱، ۸۲] "اور انھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے، تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مد مقابل ہوں گے۔"

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ۵، ۶] "اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔" اور فرمایا: ﴿ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ۭ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴾ [البقرة : ۱۶۶، ۱۶۷] "جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی، ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنھوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل منقطع ہو جائیں گے۔ اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے کاش! ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہو تو ہم ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں، جیسے یہ ہم سے بالکل بے تعلق ہو گئے۔ اس طرح اللہ انھیں ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ کسی صورت آگ سے نکلنے والے نہیں۔"

وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَاۗءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾

"اور کہا جائے گا اپنے شریکوں کو پکارو۔ سو وہ انھیں پکاریں گے تو وہ انھیں جواب نہ دیں گے اور وہ عذاب کو دیکھ لیں

گے۔ کاش کہ واقعی وہ ہدایت قبول کرتے ہوتے۔''

مشرکین سے اللہ تعالیٰ دوبارہ کہے گا کہ بلاؤ اپنے معبودانِ باطلہ کو، تاکہ وہ ذلت و رسوائی والے عذاب سے تمھیں بچا لیں، تو وہ اللہ کے حکم کے مطابق انھیں پکاریں گے، لیکن وہ ان کی پکار کا جواب نہیں دیں گے، اس لیے کہ جن و انس کا کوئی فرد اس دن ایسی بات کی جرأت نہیں کر سکے گا اور جب وہ اپنی آنکھوں سے جہنم کو دیکھ لیں گے اور انھیں یقین ہو جائے گا کہ یہی ان کا ٹھکانا ہے، تو اس وقت ان کا غم و افسوس انتہا کو پہنچ جائے گا اور کہیں گے، اے کاش! ہم نے دنیا میں اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت قبول کر لی ہوتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴾ [الكهف : ٥٢، ٥٣] ''اور جس دن فرمائے گا پکارو میرے ان شریکوں کو جو تم نے گمان کر رکھے تھے، سو وہ انھیں پکاریں گے تو وہ انھیں کوئی جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔ اور مجرم لوگ آگ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ بے شک وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔''

وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَىِٕذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝

''اور جس دن وہ انھیں آواز دے گا، پس کہے گا تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ تو اس دن ان پر تمام خبریں تاریک ہو جائیں گی، سو وہ ایک دوسرے سے (بھی) نہیں پوچھیں گے۔''

اللہ تعالیٰ ان مشرکین سے یہ بھی پوچھے گا کہ جب ہمارے رسولوں نے تمھیں راہِ ہدایت کی طرف بلایا، نیک اعمال اور اچھے اخلاق کی دعوت دی تو تم نے کیا موقف اختیار کیا؟ ان پر ایمان لائے یا انھیں جھٹلایا؟ تو ان سب کی زبانیں گنگ ہو جائیں گی اور مارے خوف و دہشت کے آپس میں بھی کوئی بات نہیں کریں گے، اس لیے کہ انھیں یقین ہو جائے گا کہ اب ان کا ٹھکانا جہنم کے سوا کوئی دوسری جگہ نہیں ہے۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب میت دفنا دی جاتی ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو ''منکر'' اور دوسرے کو ''نکیر'' کہا جاتا ہے۔ وہ دونوں میت سے پوچھتے ہیں، تم اس شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے تھے؟'' [ترمذی، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر : ١٠٧١]

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ۝

"پس رہا وہ جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا، سو امید ہے کہ وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔"

یعنی جو مشرکین اس دنیا میں شرک سے توبہ کر لیں گے، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کی تجدید کر لیں گے، عمل صالح کریں گے، فرائض و واجبات کو ادا کریں گے اور گناہوں سے بچیں گے، انھیں اللہ تعالیٰ جہنم سے بچا لے گا اور اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کر دے گا۔

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جس کا توشہ اور توشہ دان ایک اونٹ پر ہو، پھر وہ سفر پر روانہ ہو اور جب ایک (ایسی) بیابان جگہ پہنچے (جہاں دور دور تک پانی وغیرہ نہ ہو)، وہاں (دوپہر کو) قیلولے کا وقت ہو جائے، وہ سواری سے نیچے اترے اور قیلولہ کے لیے لیٹ جائے، وہاں اس کی آنکھ لگ جائے اور اس دوران میں اس کا اونٹ کہیں چلا جائے۔ اب جب وہ جاگے تو کسی اونچی جگہ چڑھ کر دیکھے، لیکن اونٹ نظر نہ آئے، پھر کسی دوسری اونچی جگہ چڑھے اور کچھ نظر نہ آئے، پھر ایک اور اونچی جگہ چڑھے اور اونٹ کہیں نظر نہ آئے، بالآخر (مایوس ہو کر) اپنی اسی جگہ لوٹ آئے جہاں سویا تھا، پھر وہ بیٹھا ہو کہ اتنے میں اس کا اونٹ چلتا ہوا آئے اور اپنی نکیل اس کے ہاتھ میں دے دے (تو اسے کتنی خوشی ہوگی)، تو اللہ تعالیٰ کو بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جب وہ اپنا اونٹ اس (مایوسی کے) عالم میں پاتا ہے۔" [مسلم، کتاب التوبة، باب فی الحض علی التوبة والفرح بھا : ۲۷٤٥]

وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾

"اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور چن لیتا ہے، ان کے لیے کبھی بھی اختیار نہیں، اللہ پاک ہے اور بہت بلند ہے، اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں بندوں سے تخلیق و اختیار کی نفی کی گئی ہے کہ نہ وہ کسی چیز کو پیدا کر سکتے ہیں اور نہ انھیں یہ اختیار حاصل ہے کہ اللہ کا نبی بننے کے لیے وہ جسے چاہیں اختیار کریں اور جس کا چاہیں انکار کر دیں، بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا نبی بناتا ہے اور نہ بندوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جس چیز کی چاہیں اور جیسے چاہیں عبادت کریں۔ یہ حق اللہ تعالیٰ خالق کائنات کا ہے، وہ صرف اپنی بندگی کا حکم دیتا ہے، شرک سے منع کرتا ہے اور اپنی بندگی کا مشروع طریقہ بتاتا ہے۔ بندوں کا کام صرف اطاعت و بندگی ہے۔ اسی لیے آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ کی ذات مشرکوں کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

وَ رَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾

"اور تیرا رب جانتا ہے جو کچھ ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔"

لوگوں کے دلوں میں جو کچھ چھپا ہوتا ہے اور وہ جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ان سب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس لیے صرف وہی معبود حقیقی ہے اور کسی کو نبی بنانے کا حق بھی صرف اسی کا ہے۔ انسانوں کو تو کچھ بھی معلوم نہیں، حتیٰ کہ اس کے ساتھ رہنے والا دوسرا آدمی اپنے سینے میں کیا چھپائے ہوئے ہے اسے معلوم نہیں، پھر اسے یہ حق کیسے حاصل ہوسکتا ہے کہ وہ جسے چاہے اپنا معبود بنا لے اور اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرتا پھرے کہ اس نے فلاں کو اپنا نبی کیوں نہیں بنایا؟

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ ۫ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

"اور وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کے لیے دنیا اور آخرت میں سب تعریف ہے اور اسی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک رات کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھارے پاس کوئی روشنی لے آئے؟ تو کیا تم نہیں سنتے۔ کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک دن کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھارے پاس کوئی رات لے آئے، جس میں تم آرام کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے۔ اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے، تاکہ اس میں آرام کرو اور تاکہ اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔"

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، دنیا و آخرت میں ہر قسم کی حمد و ثنا اسی کے لائق ہے، اس لیے کہ دونوں جہاں کی نعمتوں کا مالک وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی ایک ذرے کا بھی مالک نہیں، ہر چیز میں اس کی مشیت اور اس کا فیصلہ نافذ ہوتا ہے اور سب کو مرنے کے بعد اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اس بات کی روشن دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لیے رات ہی کو ثابت کر دے اور دن کو غائب کر دے، تو کیا کوئی اور معبود ہے جو انسانوں کے لیے دن کی روشنی کو واپس لا سکے؟ یا اگر قیامت تک کے لیے دن کو ثابت کر دے اور رات کو غائب کر دے تو کیا کوئی اور معبود

ہے جو رات کو واپس لا دے جس میں لوگ سکون حاصل کرتے ہیں؟ اس کا جواب قطعی طور پر یہی ہے کہ کوئی نہیں جو اس کی قدرت رکھتا ہو، تو پھر انسان اس میں غور وفکر کر کے صرف خالق کل اور الٰہ واحد کی عبادت پر کیوں نہیں جم جاتا؟ اس کے ساتھ غیروں کو شریک کیوں بناتا پھرتا ہے؟ یقیناً وہ اللہ کی ذات ہے جس نے اپنی رحمت سے رات اور دن بنائے ہیں، تاکہ آدمی رات میں آرام کرے اور دن میں اپنے لیے اور اپنے بال بچوں کے لیے روزی حاصل کرے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فطری تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے دن اور رات بنائے۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴾ [الفرقان : ٦٢] ''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا، اس کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے، یا کچھ شکر کرنا چاہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴾ [يونس : ٦] ''بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور ان چیزوں (میں) جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہیں، یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [النمل : ٨٦] ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو بنایا، تاکہ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔''

وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾

''اور جس دن وہ انھیں آواز دے گا، پس کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم گمان کرتے تھے؟''

یہ زجر وتوبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر ان لوگوں کے لیے دوسری پکار ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انھیں تمام مخلوقات کے سامنے پکار کر فرمائے گا کہ کہاں ہیں تمھارے وہ معبودانِ باطلہ جنھیں تم میرا شریک بناتے تھے؟ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا جواب نقل نہیں کیا، مشرکین کا جواب اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام میں نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٢٢ تا ٢٤] ''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے کہاں ہیں تمھارے وہ شریک جنھیں تم گمان کرتے تھے۔ پھر ان کا فریب اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ کہیں گے اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے، ہم شریک بنانے والے نہ تھے۔ دیکھ انھوں نے کیسے اپنے آپ

پر جھوٹ بولا اور ان سے گم ہو گیا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تُشْرِكُونَ ۝ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَل لَّمْ نَكُن نَّدْعُو مِن قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴾ [المؤمن : ۷۳، ۷۴] ’’پھر ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جو تم شریک ٹھہراتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کہیں گے، وہ ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔‘‘

وَنَزَعْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ ع

’’اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکالیں گے، پھر ہم کہیں گے لاؤ اپنی دلیل، تو وہ جان لیں گے کہ بے شک سچ بات اللہ کی ہے اور ان سے گم ہو جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔‘‘

ہر نبی کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی امت کے سامنے لائے گا، جو گواہی دے گا کہ اس نے اللہ کا پیغام ان تک پہنچا دیا تھا، تب اللہ تعالیٰ مشرکوں سے کہے گا کہ تم جو میرے سوا غیروں کی پرستش کرتے تھے اور انھیں پکارتے تھے، تو تمھارے پاس اس کی کیا دلیل تھی؟ تو وہ لاجواب ہو جائیں گے اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ بندگی تو صرف اللہ کا حق ہے اور یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ کے کچھ شریک ہیں، جو اسی کی طرح بندگی کے حق دار ہیں، جھوٹ اور اللہ کے خلاف افترا پردازی ہے۔

وَنَزَعْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ﴾ [النساء : ۴۱، ۴۲] ’’پھر کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے۔ اس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی، چاہیں گے کاش! ان پر زمین برابر کر دی جائے اور وہ اللہ سے کوئی بات نہیں چھپائیں گے۔‘‘

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کے دن نوح (علیہ السلام) کو بلایا جائے گا، وہ عرض کریں گے، اے اللہ! میں تیری خدمت میں بار بار حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم نے (میرا حکم اپنی امت کو) پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے، جی ہاں، پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کہ کیا نوح (علیہ السلام) نے تم تک (میرا حکم) پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے، (نہیں) ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نوح (علیہ السلام) سے فرمائے گا کہ کیا تمھارا کوئی گواہ ہے؟ وہ کہیں گے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت کے لوگ (میرے گواہ ہیں)۔ چنانچہ پھر اس امت کے لوگ

گواہی دیں گے کہ بے شک نوح (علیہ السلام) نے اللہ کا پیغام اپنی امت کو پہنچا دیا تھا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ ہوں گے (یعنی تمھاری تصدیق کریں گے) اور یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [البقرة : ۱٤۳] ''اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰى : ﴿ و كذلك جعلنكم أمة وسطا ...... الخ ﴾ : ٤٤٨٧]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ مسکرائے۔ آپ نے فرمایا: ''تم جانتے ہو کہ میں کیوں مسکرا رہا ہوں؟'' ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''میں بندے کی اس گفتگو کی وجہ سے مسکرایا ہوں، جو وہ اپنے مالک سے کرے گا۔ بندہ کہے گا اے میرے مالک! کیا تو مجھے ظلم سے پناہ نہیں دے چکا؟ (یعنی تو نے وعدہ کیا ہے کہ میں ظلم نہیں کروں گا)۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جواب دے گا، کیوں نہیں! تو پھر بندہ کہے گا کہ آج میں اپنے اوپر سوائے اپنی ذات کے کسی اور کی گواہی کو جائز نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اچھا! تیری ہی گواہی تیری ذات پر آج کے دن کفایت کرتی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر بندہ کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا (ہاتھ پاؤں وغیرہ) کو حکم ہوگا کہ بولو۔ تو وہ اس کے سارے اعمال بول کر بتا دیں گے۔ پھر بندے کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی تو بندہ اپنے اعضا سے کہے گا کہ تمھارے لیے ہلاکت اور دوری ہو میں تو تمھارے ہی لیے جھگڑ رہا تھا (یعنی میرا مقصد تمھیں دوزخ سے بچانا تھا، لیکن جب تم نے خود ہی اقرار کر لیا، تو اب دوزخ میں جاؤ)۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ۲۹٦۹]

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَ ابْتَغِ فِيْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾

''بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا، پس اس نے ان پر سرکشی کی اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیے کہ بلاشبہ ان کی چابیاں یقیناً ایک طاقتور جماعت پر بھاری ہوتی تھیں۔ جب اس کی قوم نے اس سے کہا مت پھول، بے شک اللہ پھولنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے اس میں آخرت کا گھر تلاش کر اور دنیا سے اپنا حصہ مت

بھول اور احسان کر جیسے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد مت ڈھونڈ، بے شک اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''

قارون صرف یہی نہیں کہ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا تھا، بلکہ امام مالک بن دینار رحمہ اللہ کے نزدیک وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی بھی تھا، لیکن کفر و سرکشی کی وجہ سے فرعون سے جا ملا تھا اور اللہ تعالیٰ نے کفر کے بالخصوص جن تین سرغنوں کی طرف موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تھا، ان میں سے ایک تھا۔ اس قارون کو اللہ تعالیٰ نے بڑا مال دار بنایا تھا اور یہی اس کے کفر و طغیان کا سبب تھا اور تکبر کی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ کہتا تھا کہ میں نے یہ دولت اپنے زور بازو سے حاصل کی ہے۔ قارون کو اس کی قوم یعنی بنی اسرائیل کے مسلمانوں نے نصیحت کی کہ دنیا کی چمک دمک پر اتنا زیادہ نہ اتراؤ کہ اللہ کی یاد سے غافل ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ایسی خوشی کو پسند نہیں کرتا جس کے سبب انسان آخرت سے غافل ہو جائے اور دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے، کیونکہ ہر برائی اور فساد کی جڑ یہی ہے۔ اللہ نے تمھیں دولت دی ہے، اسے کار خیر میں خرچ کر کے آخرت کی کامیابی طلب کرو اور اس دولت سے بغیر فضول خرچی اور تکبر کے اپنی ذات کو فائدہ پہنچانا نہ بھولو۔ جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے، تم بھی اللہ کے بندوں کے ساتھ بھلائی کرنا نہ بھولو اور اس مال کے ذریعے سے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ، اس لیے کہ فساد پھیلانے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَ لَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾

''اس نے کہا مجھے تو یہ ایک علم کی بنا پر دیا گیا ہے، جو میرے پاس ہے۔ اور کیا اس نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ اس سے پہلے کئی نسلیں ہلاک کر چکا ہے جو اس سے زیادہ طاقتور اور زیادہ جماعت والی تھیں اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔''

ان نصیحتوں کے جواب میں اس نے کہا کہ مجھے کسب و تجارت کا جو فن آتا ہے، یہ دولت تو اسی کا نتیجہ اور ثمر ہے، اللہ کے فضل و کرم سے اس کا کیا تعلق ہے؟ یا کہنے لگا کہ اللہ نے مجھے یہ مال اس علم کی بدولت دیا ہے جو میرے پاس ہے اور مجھے اس کا حق دار سمجھ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس کافرانہ بات کا یہ جواب دیا کہ اگر طاقت اور مال اللہ کے نزدیک فضیلت کا سبب ہوتا تو گزشتہ زمانوں میں بہت سی قوموں کو اللہ ہلاک نہ کرتا، جو قارون سے زیادہ مال دار اور اس سے زیادہ طاقت ور تھیں۔ کثرتِ معاصی اور کثرتِ جرائم کے سبب جب کسی قوم کو ہلاک کیے جانے کا فیصلہ ہو

جاتا ہے تو انھیں مہلت نہیں دی جاتی اور ان سے پوچھا نہیں جاتا کہ انھوں نے وہ گناہ کیوں کیے تھے اور ان کے پاس عذر کیا ہے؟

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۷۹﴾ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۚ وَ لَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

”پس وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں نکلا۔ ان لوگوں نے کہا جو دنیا کی زندگی چاہتے تھے، اے کاش! ہمارے لیے اس جیسا ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے، بلاشبہ وہ یقیناً بہت بڑے نصیب والا ہے۔ اور ان لوگوں نے کہا جنھیں علم دیا گیا تھا، افسوس تم پر! اللہ کا ثواب اس شخص کے لیے کہیں بہتر ہے جو ایمان لایا اور اس نے اچھا عمل کیا اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کرنے والے ہیں۔“

ایک دن قارون اپنی شان وشوکت اور جھوٹی کبریائی کی نمائش کے لیے اپنے تمام جاہ وحشم کے ساتھ خوبصورت ترین لباس زیب تن کیے شہر کی شاہراہ پر نکلا، جب لوگوں نے اس کا یہ تزک واحتشام دیکھا تو ان کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں اور دنیاوی زندگی کے خواہاں حضرات اس کا یہ ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر کہنے لگے کہ کاش ہمارے پاس بھی قارون جیسی دولت ہوتی اور ہم بھی اس کی طرح عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے، یہ تو بڑی قسمت کا مالک ہے۔ بنی اسرائیل کے علمائے صالحین نے ان کی یہ بات سن کر کہا کہ تمھاری نگاہوں سے آخرت اوجھل ہو گئی ہے اور تم دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہو، حالانکہ اللہ کی جنت کے مقابلے میں دنیا کی ان عارضی نعمتوں کی کوئی حیثیت نہیں اور جنت اسے ملے گی جو ایمان لائے گا اور عمل صالح کرے گا، مگر اس نصیحت سے وہی لوگ فائدہ اٹھائیں گے جو صبر واستقامت کے ساتھ اللہ کے دین پر قائم رہیں گے۔

وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا : یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مومن اور صالح بندوں کو آخرت میں جو بدلہ عطا فرمائے گا وہ اس مال ودولت سے کہیں بہتر ہے جسے تم دیکھ رہے ہو، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جنھیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور نہ کسی کے وہم وگمان میں ان کا گزر ہوا۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿ فلا تعلم نفس ما أخفى لهم من قرة أعين ﴾ : ٤٧٧٩۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب صفة الجنة : ٢٨٢٤]

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾

’’تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پھر نہ اس کے لیے کوئی جماعت تھی جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ اپنا بچاؤ کرنے والوں سے تھا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے قارون کو اس کے کفر اور تکبر کی وجہ سے اس کے گھر بار سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ اس وقت اللہ کے مقابلے میں کوئی گروہ اس کی مدد کے لیے نہیں آیا اور نہ وہ خود اپنی مدد کر سکا۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک شخص اپنا تہ بند لٹکائے (فخر سے) جا رہا تھا (اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ تکبر پسند نہیں آیا، چنانچہ) اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو زمین میں دھنسا دیا اور اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔‘‘ [بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخیلاء : ۵۷۹۰۔ مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم التبختر فی المشی مع إعجابه بثیابه : ۲۰۸۸]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص دو دھاری دار چادروں میں اتراتا ہوا نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور بلا شبہ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔‘‘ [مسند أحمد : ۴۰/۳، ح : ۱۱۳۵۹]

وَ اَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَوْ لَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

’’اور جن لوگوں نے کل اس کے مرتبے کی تمنا کی تھی انھوں نے اس حال میں صبح کی کہ کہہ رہے تھے افسوس! اب معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ہم پر احسان کیا تو وہ ضرور ہمیں دھنسا دیتا، افسوس! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پاتے۔‘‘

جن لوگوں نے قارون کا تزک و احتشام دیکھ کر اس جیسی دولت کی تمنا کی تھی، جب انھوں نے اسے اس کے گھر بار سمیت زمین میں دھنستے دیکھا تو اپنی تمنا پر نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ اب ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مشیت کے مطابق لوگوں میں روزی تقسیم کرتا ہے، کسی کو خوب روزی دیتا ہے اور کسی پر اس کے دروازے تنگ کر دیتا ہے۔ روزی

میں وسعت اور تنگی نیک بختی یا بد بختی کی دلیل نہیں ہے، ورنہ قارون اپنے مال و اسباب کے ساتھ زمین میں دھنسا نہ دیا جاتا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں اور کبر و غرور میں مبتلا ہو کر اللہ کے دین اور اس کے رسول کا انکار کرتے ہیں تو دنیا و آخرت میں نامرادی ان کی قسمت بن جاتی ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾

”یہ آخری گھر، ہم اسے ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو نہ زمین میں کسی طرح اونچا ہونے کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ کسی فساد کا اور اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔“

فرمایا کہ آخرت کا گھر اور اس کی ابدی و سرمدی اور غیر فانی نعمتوں کو اس نے اپنے ان بندوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو عجز و انکسار سے کام لیتے ہیں اور ملک میں ظلم و فساد کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنت اور اس کی ابدی نعمتیں انھی لوگوں کو ملیں گی۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”اے عبدالرحمٰن! تو خود حکومت (کے کسی منصب) کا سوال نہ کرنا، اس لیے کہ اگر تجھے یہ منصب سوال کرنے سے ملے گا تو تم اس کے حوالے کر دیے جاؤ گے، (اور اللہ کی مدد شامل حال نہیں ہوگی) اور اگر یہ منصب تجھے بغیر سوال کیے مل گیا، تو اس پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) تیری مدد ہوگی۔“ [بخاري، كتاب الأحكام، باب من لم يسأل الإمارة أعانه الله عليها : ٧١٤٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عنقریب تم یقیناً حکومت اور امارت کی حرص کرو گے (لیکن یاد رکھو!) یہ قیامت کے دن (تمھارے لیے) باعث ندامت ہوگی۔“ [بخاري، كتاب الأحكام، باب ما يكره من الحرص على الإمارة : ٧١٤٨]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کے دل میں ذرا برابر بھی تکبر ہوا تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔“ تو ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! آدمی کی تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ آپ نے فرمایا: ”(نہیں، یہ تو خوبصورتی ہے) اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو یہ ہے کہ حق کو ٹھکرا دیا جائے اور لوگوں کو حقیر جانا جائے۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر و بيانه : ٩١]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اپنے ہمسائے (اور اپنے بھائی) کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند

کرتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من خصال الإیمان...... الخ : ۷۲/۴۵۔ بخاری، کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه : ۱۳]

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزَی الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

''جو شخص نیکی لے کر آیا تو اس کے لیے اس سے بہتر (صلہ) ہے اور جو برائی لے کر آیا تو جن لوگوں نے برے کام کیے وہ بدلہ نہیں دیے جائیں گے مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ کی کریمی اور اس کی رحمتوں کا فیضان دیکھیے کہ اگر کوئی بندہ ایک نیکی کرے گا، تو قیامت کے دن اس کے بدلے اسے دس نیکیاں ملیں گی اور کبھی سات سو تک بھی بڑھا دی جائیں گی اور اگر کوئی گناہ کرے گا تو اس کے نامۂ اعمال میں ایک ہی گناہ لکھا جائے گا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَ یُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴾ [النساء : ۴۰] ''بے شک اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہو گی تو اسے دو گنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰۤی اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۶۰] ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا سو اسے جزا نہیں دی جائے گی، مگر اس کی مثل اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کوئی برائی کرنے کا ارادہ کرے تو (اے فرشتو!) تم اسے مت لکھو، جب تک کہ وہ اسے کر نہ لے، پھر اگر کر لے تو ایک برائی لکھ لو اور اگر میرے خوف سے اس کو چھوڑ دے (یعنی اس برائی کو نہ کرے) تو اس کو اس کے لیے ایک نیکی لکھ لو اور جب وہ کسی نیکی کے کرنے کا ارادہ کرے اور اس کو کرے نہیں تو اس کو اس کے لیے ایک نیکی لکھ لو اور پھر اگر اس کو کرے تو اس کو دس گنا سے سات سو گنا تک لکھو۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ یریدون أن یبدلوا کلام اللہ ﴾ : ۷۵۰۱]

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی وَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۸۵﴾

''بے شک جس نے تجھ پر یہ قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور تجھے ایک لوٹنے کی جگہ کی طرف واپس لانے والا ہے۔ کہہ میرا رب اسے زیادہ جاننے والا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اسے بھی جو کھلی گمراہی میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ہجرت کے وقت ہی خوش خبری دے دی کہ اگرچہ آج آپ کو اپنے دین اور اپنی جان کی حفاظت کے لیے مکہ چھوڑنا پڑا ہے، لیکن ایک دن آئے گا کہ آپ بحیثیت فاتح واپس آئیں گے۔ آخر میں مشرکین مکہ کی تردید کی گئی ہے جو نبی کریم ﷺ کو گمراہ کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) اپنے آبا و اجداد کا دین چھوڑ کر ایک نئے دین کے داعی بن گئے ہیں۔ اللہ نے اپنے نبی کی زبانی فرمایا، اللہ کو خوب معلوم ہے کہ کون اللہ کا صحیح دین لے کر آیا ہے اور کون کھلی گمراہی میں مبتلا ہے، یعنی مشرکین مکہ ہی گمراہ ہیں اور ان کی گمراہی ایک کھلی حقیقت ہے۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ : سیدنا عبداللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو الحزورہ کے اوپر کھڑے ہوئے دیکھا، آپ فرما رہے تھے: ''اللہ کی قسم! (اے مکہ!) تو اللہ کی ساری زمین سے بہتر ہے اور اللہ کے نزدیک اللہ کی ساری زمین سے زیادہ محبوب ہے، اگر مجھے تیری سرزمین سے نہ نکالا جاتا تو میں نہ نکلتا۔'' [ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل مکۃ : ۳۹۲۵]

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۸۷﴾

''اور تو امید نہ رکھتا تھا کہ تیری طرف کتاب نازل کی جائے گی مگر تیرے رب کی طرف سے رحمت کی وجہ سے (یہ نازل ہوئی) سو تو ہرگز کافروں کا مددگار نہ بن۔ اور یہ لوگ تجھے اللہ کی آیات سے کسی صورت روکنے نہ پائیں، اس کے بعد کہ وہ تیری طرف اتاری گئیں اور اپنے رب کی طرف بلا اور ہرگز مشرکوں سے نہ ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت پر اپنے احسانِ عظیم کا ذکر کیا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کو نبی بنا کر دنیا میں مبعوث کیا۔ بعثت سے پہلے آپ کو معلوم نہیں تھا کہ اللہ آپ کو اپنا نبی بنائے گا اور اپنی آخری کتاب آپ پر نازل فرمائے گا۔ یہ اس کی رحمت اور اس کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اس نعمت عظمیٰ کے لیے آپ کو چن لیا، اس لیے اب آپ اپنے دل میں کافروں کے لیے کوئی جذبۂ تعاون نہ رکھیے اور قرآن کریم کی تلاوت، اس پر عمل اور اس کی تبلیغ کسی حال میں نہ چھوڑیے، لوگوں کو اپنے رب کی توحید اور اس کی شریعت پر عمل کرنے کی دعوت دیتے رہیے اور مشرکوں میں نہ شامل ہو جائیے۔

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ﴾ [النساء : ۱۱۳] ''اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور تجھے وہ کچھ سکھایا جو تو نہیں جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر ہمیشہ سے بہت بڑا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ

﴿ بِالَّذِيٓ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيۡنَا وَكِيۡلًا ۝ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضۡلَهٗ كَانَ عَلَيۡكَ كَبِيۡرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٨٦، ٨٧] ''اور یقیناً اگر ہم چاہیں تو ضرور ہی وحی (واپس) لے جائیں جو ہم نے تیری طرف بھیجی ہے، پھر تو اپنے لیے اس کے متعلق ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہیں پائے گا۔ مگر تیرے رب کی رحمت سے۔ یقیناً اس کا فضل ہمیشہ سے تجھ پر بہت بڑا ہے۔''

وَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَيۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ ؕ لَهُ الۡحُكۡمُ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ۝

ع ۹ / الحاقۃ

''اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو مت پکار، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، مگر اس کا چہرہ، اسی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

یعنی اللہ کے ساتھ کسی کو کسی حیثیت سے بھی شریک نہ بنائیے، نہ دعا کے ذریعے سے، نہ نذر و نیاز کے ذریعے سے اور نہ قربانی کے ذریعے سے۔ یہ سب عبادات ہیں جو صرف ایک اللہ کے لیے خاص ہیں۔ آگے فرمایا کہ اللہ کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہو جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ ۝ وَّيَبۡقٰى وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِكۡرَامِ ﴾ [الرحمٰن : ٢٦، ٢٧] ''ہر ایک جو اس (زمین) پر ہے، فنا ہونے والا ہے۔ اور تیرے رب کا چہرہ باقی رہے گا، جو بڑی شان اور عزت والا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(شاعری کے ضمن میں) سب سے زیادہ سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا ہے، وہ لبید شاعر کا ہے، جو اس نے کہا تھا: « اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ » ''یاد رکھو! اللہ کے سوا سب کچھ باطل ہے۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب ما يجوز من الشعر والرجز ...... الخ : ٦١٤٧۔ مسلم، كتاب الشعر، باب في إنشاد الأشعار ...... الخ : ٢٢٥٦/٣]

لَهُ الۡحُكۡمُ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ : یعنی تمام مخلوقات میں اللہ ہی کا حکم نافذ و جاری ہے، اس کے فیصلوں کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ سب کو دوبارہ اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے جہاں حساب کتاب ہوگا، نیکی اور بدی کا بدلہ چکایا جائے گا، یعنی قیامت یقیناً آئے گی اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ۝ ثُمَّ مَآ اَدۡرٰىكَ مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ۝ يَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـًٔا ؕ وَالۡاَمۡرُ يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴾ [الانفطار : ١٧ تا ١٩] ''اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ جزا کا دن کیا ہے؟ پھر تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ جزا کا دن کیا ہے؟ جس دن کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوۡمَ هُمۡ بٰرِزُوۡنَ ۚ لَا يَخۡفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنۡهُمۡ شَيۡءٌ ؕ لِمَنِ الۡمُلۡكُ الۡيَوۡمَ ؕ لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ ۝ اَلۡيَوۡمَ تُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا كَسَبَتۡ ؕ لَا ظُلۡمَ الۡيَوۡمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ۝

﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ؕ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ [المؤمن : ١٦ تا ١٩] ''جس دن وہ صاف ظاہر ہوں گے، ان کی کوئی چیز اللہ پر چھپی نہ ہوگی۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ ہی کی جو ایک ہے، بہت دبدبے والا ہے۔ آج ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا، آج کوئی ظلم نہیں۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ اور انھیں قریب آنے والی گھڑی کے دن سے ڈرا جب دل گلوں کے پاس غم سے بھرے ہوں گے، ظالموں کے لیے نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔ وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔''

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

الٓمّٓ ۞ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ۞ وَ لَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَ لَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ ۞

''الٓمّٓ۔ کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ اسی پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً ہم نے ان لوگوں کی آزمائش کی جو ان سے پہلے تھے، سو اللہ ہر صورت ان لوگوں کو جان لے گا جنھوں نے سچ کہا اور ان لوگوں کو بھی ہر صورت جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔''

ہجرت حبشہ سے پہلے مکہ مکرمہ میں مسلمان بہت سخت حالات سے گزر رہے تھے اور کفار مکہ نے ان کا جینا دوبھر کر رکھا تھا۔ انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق مصیبتوں کی تاب نہ لا کر کبھی گھبرا جاتے اور آپس میں باتیں کرتے کہ اللہ ہماری مدد کب کرے گا؟ ان مصیبتوں کا دور کب ختم ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مکہ کے انھی مسلمانوں سے کہا کہ اگر تم مسلمان ہو تو تمھاری آزمائش ہوگی اور تمھیں صبر و ثبات سے گزر کر اپنی قوت ایمانی کا ثبوت دینا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے اپنے مومن بندوں کے ساتھ یہی دستور رہا ہے کہ انھیں آزماتا ہے تاکہ عملی طور پر ثابت ہو جائے کہ ان میں کون صادق الایمان اور کون جھوٹا اور منافق ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ وَ لَمَّا یَاۡتِکُمۡ مَّثَلُ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ ؕ مَسَّتۡہُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلۡزِلُوۡا حَتّٰی یَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ ﴾ [البقرة : ٢١٤] ''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے،

انھیں تنگدستی اور تکلیف پہنچی اور وہ سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، کہہ اٹھے اللہ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱٤۲] ''یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۱] ''اور ہم ضرور ہی تمھیں آزمائیں گے، یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ؕ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۵۵ تا ۱۵۷] ''اور یقیناً ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔''

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کعبہ کے سائے میں ایک چادر پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اس زمانہ میں ہم مشرک لوگوں کی طرف سے سخت تکلیفیں اٹھا رہے تھے تو میں نے عرض کی، آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سنتے ہی آپ (نے ٹیک چھوڑی اور سیدھے ہو کر) بیٹھ گئے۔ آپ کا چہرہ (غصے سے) سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا: ''تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کے گوشت اور پٹھوں میں ہڈیوں تک لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتی تھیں، مگر وہ اپنے سچے دین سے نہیں پھرتے تھے اور آرا ان کے سر کے درمیان میں رکھ کر چلایا جاتا اور وہ دو ٹکڑے کر دیے جاتے مگر وہ اپنے دین سے نہ پھرتے اور (تم جلدی نہ مچاؤ) اللہ اپنے اس کام (غلبۂ حق) کو ضرور پورا کر کے رہے گا، تو پھر ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک (اکیلا) سفر کرے گا اور (راستے میں) اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا، یا اسے اپنی بکریوں کے معاملہ میں بھیڑیے کا ڈر ہوگا۔'' [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ما لقی النبی ﷺ و أصحابه من المشركين بمكة : ۳۸۵۲]

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۴

''یا ان لوگوں نے جو برے کام کرتے ہیں، یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے، برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔''

مومنوں کا ان کے ایمان کے مراتب و درجات کے مطابق امتحان ہوگا اور جو لوگ اس امتحان میں کامیاب رہیں گے ان کا مقام جنت ہوگا، جبکہ جو لوگ اس دنیا میں کفر و معاصی کی زندگی اختیار کریں گے، وہ اس خام خیالی میں مبتلا نہ ہوں کہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ کر نکل جائیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی بداعمالیوں کی سزا انھیں دینے پر پوری طرح قادر ہے اور وہ سزا عذابِ جہنم ہے جس سے سخت عذاب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَ مَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [هود : ۱۹ تا ۲۱] ''جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں اور آخرت کے ساتھ کفر کرنے والے بھی وہی ہیں۔ یہ لوگ کبھی زمین میں عاجز کرنے والے نہیں اور نہ کبھی ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی مددگار ہیں، ان کے لیے عذاب دگنا کیا جائے گا۔ وہ نہ سننے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ دیکھا کرتے تھے۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا اور ان سے گم ہو گیا جو کچھ وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأحقاف : ۳۲] ''اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول نہ کرے گا تو نہ وہ زمین میں کسی طرح عاجز کرنے والا ہے اور نہ ہی اس کے سوا اس کے کوئی مددگار ہوں گے، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔''

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

''جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہو تو بے شک اللہ کا مقرر وقت ضرور آنے والا ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

جو لوگ دین اسلام کی سربلندی کے لیے ہر طرح کے مصائب و مشکلات بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کر رہے ہیں، اس توقع پر کہ موت کے بعد یقیناً انھیں ان باتوں کا اجر ملنے والا ہے، تو انھیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی موت کا وقت آنے ہی والا ہے۔ دنیا کی زندگی بس چند روز کی ہے، اس کے بعد یقیناً اللہ سے ملاقات ہوگی اور انھیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، کیونکہ ان کے تمام اعمال و اقوال اللہ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو برا سمجھتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملنا برا سمجھتا ہے۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی اور زوجہ محترمہ نے عرض کی کہ موت کو تو ہم بھی پسند نہیں کرتے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کا یہ مطلب نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت ہوتا ہے تو اس کو اللہ کی (طرف

سے) رضا مندی اور اعزاز کی بشارت دی جاتی ہے، تو اس وقت اسے اس چیز سے جو اس کے آگے ہے (یعنی اللہ سے ملاقات کی نسبت) اور کوئی چیز اچھی معلوم نہیں ہوتی، تب وہ اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور اللہ اس سے ملنا پسند کرتا ہے، لیکن جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور عقوبت کی خبر دی جاتی ہے، پس جو کچھ اس کے آگے (یعنی عذاب اور عقوبت) ہے، اس سے زیادہ کوئی چیز اس کو بری معلوم نہیں ہوتی اور اللہ سے ملنے کو وہ برا سمجھتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملنے کو برا سمجھتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب من أحب لقاء اللہ أحب اللہ لقاءہ : ٦٥٠٧]

وَ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۶

''اور جو جہاد کرتا ہے تو وہ اپنے ہی لیے جہاد کرتا ہے، یقیناً اللہ تو سارے جہانوں سے بہت بے پروا ہے۔''

یعنی جہاد کرنے والا اگر جہاد نہ کرے تو اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچے گا اور اگر جہاد کرتا ہے تو بھی اللہ کو اس کا کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ گویا اگر کوئی شخص اسلام کی سربلندی کے لیے کوئی کام کرتا ہے تو اسے ہرگز یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ اللہ پر کچھ احسان کر رہا ہے، بلکہ اسے اللہ کا ممنونِ احسان ہونا چاہیے اور اس کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ جس نے اسے جہاد کی توفیق بخشی جس میں ہر پہلو سے اس کا اپنا ہی بھلا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ : سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، تمھارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سے سب سے بڑا پرہیز گار شخص ہو تو اس سے میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا اور اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، تمھارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سے سب سے بدکار شخص ہو تو میری سلطنت میں اس سے کچھ کمی نہیں ہوگی۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ٢٥٧٧]

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَنَجْزِیَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۷

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے یقیناً ہم ان سے ان کی برائیاں ضرور دور کر دیں گے اور یقیناً انھیں اس عمل کی بہترین جزا ضرور دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانچوں نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک (کے دورانیے) بیچ کے گناہوں کا کفارہ ہیں، جب تک کہ کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رمضان سے رمضان تک (کا دورانیہ) ان گناہوں کا

کفارہ ہے جو اس کے بیچ میں سرزد ہوں، جب تک کہ کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے۔“ [مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة ...... الخ : ۱۴، ۲۳۳/۱۶]

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ برائی کرنے کا ارادہ کرے تو (اے فرشتو!) تم اس کو، مت لکھو، جب تک کہ وہ اس کو کر نہ لے، پھر اگر کر گزرے تو صرف ایک برائی لکھ لو اور اگر میرے خوف سے اسے ترک کر دے (یعنی برائی کا ارتکاب نہ کرے) تو اس کو بھی ایک نیکی لکھ لو اور جب وہ کسی نیکی کے کرنے کا ارادہ کرے اور اسے نہ کر سکے تو اس کو بھی ایک نیکی لکھ لو اور اگر کر لے تو اس کو دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک لکھو۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ يريدون أن يبدلوا كلام الله ﴾ : ۷۵۰۱]

سیدنا خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کی راہ (جہاد) میں کوئی چیز دے تو اس کا اجر سات سو گنا لکھا جائے گا۔“ [ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل النفقة فی سبیل الله : ۱۶۲۵۔ مستدرك حاكم : ۸۷/۲، ح : ۲۴۶۳]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نکیل پڑی اونٹنی لایا اور کہا کہ یہ جہاد کے لیے قبول کر لیجیے! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس اونٹنی کے بدلے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمھیں سات سو اونٹنیاں عطا فرمائے گا جو سب نکیل پڑی ہوں گی۔“ [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الصدقة فی سبیل الله تعالی و تضعیفها : ۱۸۹۲]

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۸

”اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی ہے اور اگر وہ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کے بارے میں تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان، تمھیں میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمھیں بتاؤں گا جو تم کیا کرتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی سخت تاکید کی ہے، اس کے باوجود اگر دونوں اسے اللہ کے ساتھ شرک کرنے پر مجبور کریں تو ان کی بات نہیں مانی جائے گی۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، وہ سب کا حساب لے گا اور انھیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا، اس لیے اس کی اطاعت والدین کی اطاعت پر مقدم ہے۔

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَ اخْفِضْ

لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۲۳، ۲٤] ''اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر کبھی تیرے پاس دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ ہی جائیں تو ان دونوں کو ''اف'' مت کہہ اور نہ انھیں جھڑک اور ان سے بہت کرم والی بات کہہ۔ اور رحم دلی سے ان کے لیے تواضع کا بازو جھکا دے اور کہہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم کر جیسے انھوں نے چھوٹا ہونے کی حالت میں مجھے پالا۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کون سا عمل اللہ کے ہاں زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وقت پر نماز ادا کرنا۔'' میں نے کہا، پھر کون سا؟'' فرمایا: ''والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔'' میں نے کہا، پھر کون سا؟ فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللہ ...... الخ : ۸۵۔ بخاری، کتاب الأدب، باب البر والصلة...... الخ : ۵۹۷۰]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد پر جانے کی اجازت مانگی تو آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟'' اس نے کہا، جی ہاں! (زندہ ہیں)۔ آپ نے فرمایا: ''تو تو انھی (کی خدمت) میں جہاد کر۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب الجهاد بإذن الأبوین : ۳۰۰٤۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین و أیهما أحق به : ۲۵٤۹]

وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا : مصعب رحمہ اللہ اپنے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میری ماں نے قسم کھائی تھی کہ وہ سعد سے اس وقت تک بات نہیں کرے گی، جب تک کہ وہ اپنا دین (اسلام) نہیں چھوڑے گا۔ تب تک وہ نہ کچھ کھائے گی اور نہ پیے گی۔ وہ سعد رضی اللہ عنہ سے کہنے لگیں، اللہ تعالیٰ نے تجھے والدین کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور میں تیری ماں ہوں، لہٰذا میں تجھے اس بات کا حکم دے رہی ہوں۔ وہ تین دن بھوکی پیاسی رہی، حتیٰ کہ بھوک و پیاس کی وجہ سے اس پر غشی طاری ہوگئی، تو اس کے دوسرے بیٹے عمارہ نے اسے پانی پلایا، تو (جب اسے ہوش آیا تو) وہ سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف بد دعائیں کرنا شروع ہوگئی تو اللہ عزوجل نے قرآن میں یہ آیت اتار دی کہ ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی ہے اور اگر وہ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کے بارے میں تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور ان سے دنیا میں اچھے طریقے سے پیش آ۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنه : ۱۷٤۸، بعد الحدیث : ۲٤۱۲]

سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے، اطاعت صرف اس کام میں ہے جو جائز ہے۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة ...... الخ : ۱۸٤۰]

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝۹

’’اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے ہم انھیں ضرور ہی نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔‘‘

یعنی اگر کسی کے والدین مشرک ہوں گے تو مومن بیٹا نیکوں کے ساتھ ہوگا، والدین کے ساتھ نہیں۔ اس لیے کہ گو والدین دنیا میں اس کے بہت قریب رہے ہوں گے، لیکن اس کی محبت دینی اہلِ ایمان ہی کے ساتھ تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انھیں انبیائے کرام اور صالحین کے ساتھ اس جنت میں جگہ دے گا، جس کی دعا انبیائے کرام کرتے رہے ہیں، جیسا کہ سلیمان علیہ السلام نے دعا کی: ﴿ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [النمل : ۱۹] ’’اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔‘‘

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَىِٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَ لَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰

’’اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو کہتا ہے ہم اللہ پر ایمان لائے، پھر جب اسے اللہ (کے معاملہ) میں تکلیف دی جائے تو لوگوں کے ستانے کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھ لیتا ہے اور یقیناً اگر تیرے رب کی طرف سے کوئی مدد آجائے تو یقیناً ضرور کہیں گے ہم تو تمھارے ساتھ تھے، اور کیا اللہ اسے زیادہ جاننے والا نہیں جو سارے جہانوں کے سینوں میں ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے دلوں میں اسلام گھر نہیں کیے ہوتا، اس لیے جب انھیں اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچتی ہے تو دین سے برگشتہ ہو جاتے ہیں اور انسان کی طرف سے انھیں جو تکلیف پہنچتی ہے اسے جہنم کے عذاب جیسا سمجھ لیتے ہیں۔ البتہ جب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے تو ان کے پاس جا کر کہتے ہیں کہ ہم بھی تمھارے ہی جیسے مسلمان ہیں، لیکن کافروں کے ساتھ رہنے سے یا اظہار کفر کے ذریعے سے ہم اپنی اور اولاد کی جان بچانے کے لیے مجبور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ کی تردید کی اور کہا کہ انسانوں کے دلوں میں جو کچھ پوشیدہ ہے، وہ اس سے خوب واقف ہے۔ اس لیے تمھارا عذرِ کاذب اب تمھارے کام نہیں آئے گا۔ منافقین کی بزدلی اور فریب دہی کا نقشہ کھینچتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴾ [التوبة : ۵۶، ۵۷]

’’اور وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں اور لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔ اگر وہ کوئی پناہ کی جگہ پالیں، یا کوئی غاریں، یا گھسنے کی کوئی جگہ تو ان کی طرف لوٹ جائیں، اس حال میں کہ وہ رسیاں تڑا رہے ہوں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْۤا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴾ [التوبة : ۸۱] ''وہ لوگ جو پیچھے چھوڑ دیے گئے وہ اللہ کے رسول کے پیچھے اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہو گئے اور انھوں نے ناپسند کیا کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور انھوں نے کہا گرمی میں مت نکلو۔ کہہ دے جہنم کی آگ کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ سمجھتے ہوتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ قَالَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ډ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ڔ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴾ [الأحزاب : ۱۳] ''اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب والو! تمھارے لیے ٹھہرنے کی کوئی صورت نہیں، پس لوٹ چلو، اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگتا تھا، کہتے تھے ہمارے گھر تو غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ کسی طرح غیر محفوظ نہیں، وہ بھاگنے کے سوا کچھ چاہتے ہی نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَاۗىِٕلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ښ فَاِذَا جَاۗءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَي الْخَيْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۱۸، ۱۹] ''یقیناً اللہ تم میں سے رکاوٹیں ڈالنے والوں کو جانتا ہے اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والوں کو بھی کہ ہماری طرف آ جاؤ اور وہ لڑائی میں نہیں آتے مگر بہت کم۔ تمھارے بارے میں سخت بخیل ہیں، پس جب خوف آ پہنچے تو تو انھیں دیکھے گا کہ تیری طرف ایسے دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری کی جا رہی ہو، پھر جب خوف جاتا رہے تو تمھیں تیز زبانوں کے ساتھ تکلیف دیں گے، اس حال میں کہ مال کے سخت حریص ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے اور یہ ہمیشہ سے اللہ پر بہت آسان ہے۔''

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝

''اور یقیناً اللہ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جو ایمان لائے اور یقیناً انھیں بھی ضرور جان لے گا جو منافق ہیں۔''

یعنی اللہ مومن و منافق سب کو جانتا ہے اور ہر ایک کو ان کی نیت و عمل کا عادلانہ بدلہ چکائے گا، مومنوں کو جنت میں اور منافقوں کو جہنم میں داخل کر دے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ښ وَقِيْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّااتَّبَعْنٰكُمْ ۭ ھُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ مِنْھُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِھِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِھِمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۶۶، ۱۶۷] ''اور جو مصیبت تمھیں اس دن پہنچی جب دو جماعتیں بھڑیں تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور تاکہ وہ ایمان والوں کو جان لے۔ اور تاکہ وہ ان لوگوں کو جان لے جنھوں نے منافقت کی اور جن سے کہا گیا آؤ اللہ کے راستے میں

لڑو، یا مدافعت کرو تو انھوں نے کہا اگر ہم کوئی لڑائی معلوم کرتے تو ضرور تمھارے ساتھ چلتے۔ وہ اس دن اپنے ایمان (کے قریب ہونے) کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے، اپنے مونہوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ چھپاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ﴾ [آل عمران: ۱۷۹] ''اور کبھی ایسا نہیں کہ ایمان والوں کو اس حال پر چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴾ [العنکبوت: ۳] ''حالانکہ بلاشبہ یقیناً ہم نے ان لوگوں کی آزمائش کی جو ان سے پہلے تھے، سو اللہ ہر صورت ان لوگوں کو جان لے گا جنھوں نے سچ کہا اور ان لوگوں کو بھی ہر صورت جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔''

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَ لْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ١ؕ وَ مَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ١ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝۱۲ وَ لَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ١ٞ وَ لَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۝۱۳

''اور جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے ان لوگوں سے کہا جو ایمان لائے کہ تم ہمارے راستے پر چلو اور لازم ہے کہ ہم تمھارے گناہ اٹھا لیں، حالانکہ وہ ہرگز ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں، بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ اور یقیناً وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ کئی اور بوجھ بھی۔ اور یقیناً وہ قیامت کے دن اس کے متعلق ضرور پوچھے جائیں گے جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔''

کفار مکہ نے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے کیا کیا جتن نہیں کیے، ایذا رسانی کا ہر حربہ استعمال کیا اور جب اس میں انھیں کوئی کامیابی نہ ہوئی تو مسلمانوں سے کہنے لگے کہ آؤ! ہمارے ساتھ مل جاؤ اور محمد (ﷺ) کا دین چھوڑ دو، اگر تمھارے کہنے کے مطابق موت کے بعد ہم دوبارہ زندہ ہوں گے اور جزا و سزا کا مرحلہ آئے گا تو تمھارے گناہوں کی ذمہ داری ہم اٹھائیں گے اور ان کی سزا بھی ہم بھگتیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کر دی کہ وہ اس دن ان کے گناہوں کا بوجھ بالکل نہیں اٹھائیں گے۔ وہ تو نہایت جھوٹے لوگ ہیں اور قیامت کے دن اپنے گناہوں کا بوجھ اور اپنی مذکورہ بالا افترا پردازی کا بوجھ اپنے کندھوں پر لیے پھریں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ ان سے اس جرأت کا فرانہ کے بارے میں سوال کرے گا اور ان کی سازشوں کا انھیں بدلہ دے گا۔

وَ لَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّا ذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ١ۙ قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴾ [النحل : ۲۴، ۲۵] ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے تمھارے رب نے کیا چیز اتاری ہے؟ تو کہتے ہیں پہلے لوگوں کی بے اصل کہانیاں ہیں۔ تاکہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ پورے اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان کے بھی جنھیں وہ علم کے بغیر گمراہ کرتے ہیں۔ سن لو! برا ہے جو بوجھ وہ اٹھا رہے ہیں۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ہدایت کی طرف بلائے تو اسے اس ہدایت پر چلنے والوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا، تاہم ہدایت پر چلنے والوں کا اجر چنداں کم نہیں ہوگا اور جو شخص گمراہی کی طرف بلائے تو اسے اس گناہ پر چلنے والوں کے گناہ کے برابر گناہ ہوگا اور گناہ پر چلنے والوں کے گناہ میں بھی کچھ تخفیف نہیں ہو گی۔'' [مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ...... الخ : ۲۶۷۴]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بھی کوئی انسان ظلم سے قتل کر دیا جاتا ہے تو آدم علیہ السلام کے سب سے پہلے بیٹے (قابیل) کے نامۂ اعمال میں بھی اس قتل کا گناہ لکھا جاتا ہے، کیونکہ قتل ناحق کی بنا سب سے پہلے اسی نے ڈالی تھی۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم و ذريته : ۳۳۳۵۔ مسلم، كتاب القسامة والمحاربين، باب بيان إثم من سن القتل : ۱۶۷۷]

وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ سمیت حاضر ہوگا، جبکہ اس نے کسی کو گالی دی ہے، کسی پر بہتان باندھا ہے، کسی کا مال کھایا ہے، کسی کا خون بہایا ہے اور کسی کو مارا ہے، چنانچہ اس (مظلوم) کو اس کی نیکیوں میں سے کچھ دیا جائے گا اور اس (مظلوم) کو بھی اس کی نیکیوں میں سے (دیا جائے گا)، پس اگر اس عائد شدہ حقوق کی مکمل ادائیگی ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم [illegible] ان (مظلوموں) کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۱]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس کم ہزار برس رہا، پھر انھیں طوفان نے پکڑ لیا، اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔ پھر ہم نے اسے بچا لیا اور کشتی والوں کو بھی اور اسے جہانوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے سیدنا نوح علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا کہ ہم نے انھیں ان کی قوم کے لیے نبی بنا کر بھیجا، وہ انھیں ساڑھے نو سو سال تک توحید کی دعوت دیتے رہے، لیکن انھوں نے

ان کی دعوت قبول نہیں کی اور اپنے بتوں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر وغیرہ کی پرستش کرتے رہے۔ بالآخر نوح علیہ السلام نے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میری مدد فرما، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما لی اور انھیں اور ان کے مسلمان ساتھیوں کو بچا لیا، جبکہ کافروں کو طوفان میں ہلاک کر دیا اور دنیا والوں کے لیے انھیں نشانِ عبرت بنا دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۙ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴾ [الحآقة : ۱۱، ۱۲] ”بلاشبہ ہم نے ہی جب پانی حد سے تجاوز کر گیا، تمھیں کشتی میں سوار کیا۔ تاکہ ہم اسے تمھارے لیے ایک یاد دہانی بنا دیں اور یاد رکھنے والا کان اسے یاد رکھے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴾ [یونس : ۷۳] ”پس انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے اسے نجات دی اور ان کو بھی جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور انھیں جانشین بنایا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ سو دیکھ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جنھیں ڈرایا گیا تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴾ [نوح : ۲۵] ”اپنے گناہوں ہی کی وجہ سے وہ غرق کیے گئے، پس آگ میں داخل کیے گئے، پھر انھوں نے اللہ کے سوا اپنے لیے کوئی مدد کرنے والے نہ پائے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر قوم نوح (کے نافرمان لوگوں) میں سے کسی پر اللہ تعالیٰ رحم کرتے تو ام الصبی (بچے کی ماں) پر رحم کرتے۔ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں نو سو پچاس سال رہے اور انھیں دعوت دیتے رہے، یہاں تک کہ جب ان کی نبوت کا آخری زمانہ ہوا تو انھوں نے ایک درخت لگایا، جب وہ خوب مضبوط ہو گیا اور چاروں طرف پھیل گیا تو اسے کاٹ کر اس کے تختوں سے کشتی بنانا شروع کی۔ کافر لوگ گزرتے تو پوچھتے، آپ جواب دیتے کہ میں کشتی بنا رہا ہوں، تو وہ مذاق اڑاتے اور کہتے کہ تم خشکی پر کشتی بنا رہے ہو، مگر یہ (زمین پر) چلے گی کیسے؟ آپ جواب دیتے کہ تم جلد جان لو گے۔ جب آپ کشتی بنا کر فارغ ہو گئے تو تنور ابل پڑے اور گلیوں میں پانی بہت زیادہ ہو گیا۔ ایک عورت، جس کا ایک (چھوٹا سا) بچہ تھا، وہ ڈر گئی (کہ کہیں اس کا بچہ ڈوب نہ جائے)، کیونکہ وہ اپنے بچے سے شدید محبت کرتی تھی۔ تو وہ پہاڑ کی طرف چل دی اور ایک غار میں پناہ لی۔ جب وہاں پانی پہنچا تو وہاں سے نکل کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئی۔ جب پانی اس کی گردن تک پہنچا تو اس نے اپنے بچے کو ہاتھوں میں تھام کر بازو اوپر کر لیے (کہ کسی طرح بچہ بچ جائے) لیکن پانی دونوں کو بہا لے گیا۔ پس اگر اللہ تعالیٰ ان (کافروں) میں سے کسی پر رحم کرتا تو اس بچے کی ماں پر کرتا۔“ [مستدرك حاكم : ۲/۳٤۲، ح : ۳۳۱۰]

وَ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑯ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

''اور ابراہیم کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ تم اللہ کے سوا چند بتوں ہی کی تو عبادت کرتے ہو اور تم سراسر جھوٹ گھڑتے ہو۔ بلاشبہ اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو تمھارے لیے کسی رزق کے مالک نہیں ہیں، سو تم اللہ کے ہاں ہی رزق تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر کرو، اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اور اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کئی امتیں جھٹلا چکی ہیں اور رسول کے ذمے تو کھلم کھلا پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔''

ابراہیم علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے اہلِ بابل کے لیے نبی بنا کر بھیجا، آپ نے انھیں صرف ایک اللہ کی بندگی کی دعوت دی، شرک و معاصی سے ڈرایا اور کہا کہ تم لوگ اللہ کے سوا جن بتوں کی پرستش کرتے ہو اور افترا پردازی کرتے ہوئے انھیں اپنا معبود سمجھتے ہو، تو یہ تمھارے کسی کام نہیں آئیں گے۔ تمھاری روزی اور نفع ونقصان کا مالک تو صرف اللہ ہے، اس لیے عبادت بھی صرف اسی کی کرو۔ اس نے تمھیں بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں، اس لیے شکر بھی صرف اسی کا ادا کرو۔ یاد رکھو کہ مرنے کے بعد تمھیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، اپنے اعمال کا حساب اسی کو دینا ہوگا، اس لیے صرف اسی کی عبادت کرو اور اسی کو راضی کرو۔ اگر تم مجھے جھٹلاؤ گے تو گزشتہ قوموں نے بھی اپنے انبیاء کو جھٹلایا تھا۔ ان کا جو انجام ہوا تاریخ کے صفحات اس کے شاہد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا کام تو صرف اللہ کا پیغام پوری صراحت کے ساتھ پہنچا دینا ہے۔

اَوَ لَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

''اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ کس طرح اللہ خلق کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہرائے گا، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ ان کی قوم آخرت کی منکر تھی، انھوں نے اس کے بارے میں اپنی قوم کی راہنمائی اس طرح فرمائی کہ دیکھو ایک وقت تھا کہ تمھارا کوئی ذکر نہ تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے تمھیں پیدا کیا اور تمھیں دیکھنے اور سننے والے انسان بنا دیا، تو جس ذات پاک نے تمھیں پہلی دفعہ پیدا کیا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تمھیں مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے۔ یہ اس کے لیے بہت آسان ہے، کچھ مشکل نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴾ [الروم : ۲۷] ''اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے۔''

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ اِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ﴿۲۲﴾

''کہہ زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو اس نے کس طرح خلق کی ابتدا کی، پھر اللہ ہی دوسری پیدائش پیدا کرے گا، یقیناً اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ وہ عذاب دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور رحم کرتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اور نہ تم کسی طرح زمین میں عاجز کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں اور نہ اللہ کے سوا تمھارا کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔''

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو زمین میں چل پھر کر مختلف الانواع انسانوں کا مشاہدہ کرنے اور ان میں غور وفکر کی دعوت دیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے گونا گوں انسانوں کو پیدا کیا ہے، جن کے رنگ، طبائع اور زبانیں الگ الگ ہیں، اسی طرح قیامت کے دن انھیں دوبارہ پیدا کرے گا، اس لیے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اس دن کافروں اور منکرین آخرت کو عذاب دے گا اور مومنوں اور اپنے اوامر ونواہی کی پیروی کرنے والوں کو اپنے فضل وکرم سے جنت میں داخل کرے گا۔ اے انسانو! تمھیں بہر حال اپنے رب ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور تم اللہ کو کسی حال میں عاجز نہیں کر سکو گے، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ جہاں کہیں بھی تم ہو گے وہ تمھیں دوبارہ زندہ کر کے میدانِ محشر میں جمع کرے گا اور اس کے سوا تم اپنا کوئی یار و مددگار نہیں پاؤ گے۔

یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ : سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ اپنے تمام آسمان والوں اور اپنے تمام زمین والوں کو عذاب دینا چاہے تو دے سکتا ہے، یہ اس کا ان پر ظلم نہیں ہوگا (کیونکہ سبھی اسی کی ملکیت ہیں)۔'' [ابن ماجه، المقدمة، باب في القدر : ۷۷۔ أبو داوٗد، كتاب السنة، باب في القدر : ۴۶۹۹۔ مسند أحمد : ۱۸۲/۵، ح : ۲۱۷۴۴]

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ لِقَآىِٕهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ یَىِٕسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۳﴾

''اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا وہ میری رحمت سے ناامید ہو چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

فرمایا کہ وہ لوگ جو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ان آیات کا انکار کرتے ہیں جو اس نے اپنے انبیاء پر نازل کی ہیں اور قیامت کے دن اس سے ملاقات کے منکر ہیں، وہ لوگ اس دن جب سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو اپنے

کرتوتوں کو سوچ سوچ کر اللہ کی رحمت اور جنت سے بالکل نا امید ہو جائیں گے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا جس میں انھیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو برا سمجھتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملنا برا سمجھتا ہے۔'' ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی اور زوجہ محترمہ نے عرض کی کہ موت کو تو ہم بھی پسند نہیں کرتے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کا یہ مطلب نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت ہوتا ہے تو اس کو اللہ کی (طرف سے) رضا مندی اور اعزاز کی بشارت دی جاتی ہے، تو اس وقت اس کو اس چیز سے جو اس کے آگے ہے (یعنی اللہ سے ملاقات کی نسبت) اور کوئی چیز اچھی معلوم نہیں ہوتی، تب وہ اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور اللہ اس سے ملنا پسند کرتا ہے، لیکن جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور عقوبت کی خبر دی جاتی ہے، پس جو کچھ اس کے آگے (یعنی عذاب اور عقوبت) ہے، اس سے زیادہ کوئی چیز اس کو بری معلوم نہیں ہوتی اور اللہ سے ملنے کو وہ برا سمجھتا ہے اور اللہ اس سے ملنے کو برا سمجھتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاء ه : ٦٥٠٧]

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۲۴

''پھر اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا اسے قتل کر دو، یا اسے جلا دو، تو اللہ نے اسے آگ سے بچا لیا۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔''

ابراہیم علیہ السلام کے اس وعظ و نصیحت اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے دھمکانے کا ان کی قوم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس کی آئے دن کی ان نصیحتوں سے چھٹکارا پانے کے لیے اسے سب مل کر قتل کر دیں، یا آگ میں جلا دیں، چنانچہ انھیں آگ میں ڈال دیا گیا، لیکن ان کے رب نے انھیں اس سے نجات دی اور وہ آگ ان کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی۔ اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت، بے پایاں رحمت اور عظیم حکمت کے بڑے دلائل پائے جاتے ہیں، لیکن ان نشانیوں سے وہی لوگ فائدہ اٹھائیں گے جو اہل ایمان ہوں گے۔ بے ایمان لوگ تو مُردوں کی مانند ہیں، فکر و نظر سے محروم ہیں، اس لیے انھیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ : یعنی ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کی باتیں سن کر انھیں مار ڈالنے یا جلا دینے کا ارادہ کیا۔ جب ان لوگوں نے اپنے ارادے کے مطابق ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل پر ایک عظیم انعام کرتے ہوئے انھیں دنیا میں اس آگ سے بچا لیا۔ قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام پر عظیم انعام یہ ہوگا کہ انھیں سب سے

پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم (قیامت کے دن) ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کیے جاؤ گے۔“ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ۱۰۴] ”جس طرح ہم نے پہلی پیدائش کی ابتدا کی (اسی طرح) ہم اسے لوٹائیں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، یقیناً ہم ہمیشہ (پورا) کرنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ”پھر سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ كما بدأنا أول خلق نعيده وعدا علينا ﴾ : ۴۷۴۰۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة : ۲۸۶۰/۵۸]

وَ قَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۫ۙ ﴿۲۵﴾

”اور اس نے کہا بات یہی ہے کہ تم نے اللہ کے سوا بت بنائے ہیں، دنیا کی زندگی میں آپس کی دوستی کی وجہ سے، پھر قیامت کے دن تم میں سے بعض بعض کا انکار کرے گا اور تم میں سے بعض بعض پر لعنت کرے گا اور تمھارا ٹھکانا آگ ہی ہے اور تمھارے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔“

ابراہیم علیہ السلام نے اہل بابل سے یہ بھی کہا کہ تم نے اگرچہ ان بتوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، لیکن ان کی عبادت کے نام پر تم لوگ اپنے دنیوی مصالح و مقاصد کی خاطر اکٹھا ہوتے ہو، ڈرتے ہو کہ اگر ان کی عبادت چھوڑ دی تو تمھارا آپس کا تعلق ختم ہو جائے گا، تمھارا شیرازہ بکھر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ قیامت کے دن میدان محشر میں جب وہ لوگ جمع ہوں گے تو دنیا میں معبودانِ باطلہ کی عبادت پر ان کا آپس کا اتحاد ختم ہو جائے گا اور ان کے سردارانِ کفر اپنے پیروکاروں سے اظہار براءت کر دیں گے، وہ پیروکار بھی ان سرداروں کی سرداری کا انکار کر دیں گے اور ہر ایک دوسرے کو خوب لعن طعن کرے گا، یہاں تک کہ سبھی جہنم میں ڈال دیے جائیں گے اور کوئی ان کی مدد کے لیے آگے نہیں آئے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [الزخرف : ۶۷] ”سب دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی لوگ۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ﴾ [المعارج : ۱۰، ۱۱] ”اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہیں پوچھے گا۔ حالانکہ وہ انھیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم چاہے گا کاش کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔“

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَ قَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۶ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۲۷

’’تو لوط اس پر ایمان لے آیا اور اس نے کہا بے شک میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں، یقیناً وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی اور ہم نے اسے اس کا اجر دنیا میں دیا اور بے شک وہ آخرت میں یقیناً صالح لوگوں سے ہے۔‘‘

ابراہیم علیہ السلام کی دعوتِ توحید کو ان کی قوم میں سے صرف ان کے بھتیجے لوط اور ان کی بیوی سارہ علیہا السلام نے قبول کیا۔ اس کے بعد وہ اپنا وطن چھوڑ کر ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے، تاکہ وہاں پوری آزادی کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں اور دوسروں کو اللہ کے دین کی طرف بلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی راہ میں اذیتیں برداشت کرنے اور ہجرت کے صلہ میں اسحاق علیہ السلام جیسا بیٹا اور یعقوب (علیہ السلام) جیسا پوتا عطا کیا اور ہمیشہ کے لیے نبوت اور آسمانی کتابوں کا نزول ان کی اولاد کے ساتھ خاص کر دیا، چنانچہ ان کے بعد تمام انبیاء انھی کی اولاد میں سے پیدا ہوئے اور تمام آسمانی کتابیں انھی پر نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں اولاد، روزی اور اس بشارت سے نوازا کہ اب سارے انبیاء انھی کی اولاد میں پیدا ہوں گے اور آخرت میں انھیں اکابرین اور صالحین کے ساتھ جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۷۱، ۷۲] ’’اور ہم نے اسے اور لوط کو اس سرزمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے جہانوں کے لیے برکت رکھی۔ اور ہم نے اسے اسحاق اور زائد انعام کے طور پر یعقوب عطا کیا اور سبھی کو ہم نے نیک بنایا۔‘‘

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ؗ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۸ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۲۹ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۳۰

’’اور لوط کو (بھیجا) جب اس نے اپنی قوم سے کہا بے شک تم یقیناً اس بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کی۔ کیا بے شک تم واقعی مردوں کے پاس آتے ہو اور راستہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلس میں برا کام کرتے ہو؟ تو اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا ہم پر اللہ کا عذاب لے آ، اگر تو سچوں سے

ہے۔اس نے کہا اے میرے رب! ان مفسد لوگوں کے خلاف میری مدد فرما۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی لوط علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کی برائیوں کی تردید کی، خصوصاً ان کے اس بدترین فعل کی زبردست تردید کی کہ جو وہ مَردوں سے اپنی جنسی خواہش پوری کیا کرتے تھے۔ ان سے پہلے انسانوں میں سے کسی نے اس بدترین برائی کا ارتکاب نہیں کیا تھا اور اس قبیح عادت کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے، اس کے رسول کی تکذیب کرتے اور راستے کو قطع کرتے تھے، یعنی لوگوں کے راستے پر جا کر کھڑے ہو جاتے اور راہ چلتے لوگوں کو قتل کر کے ان کا مال و اسباب لوٹ لیا کرتے تھے۔ لوط علیہ السلام نے انھیں توحید کی دعوت دی، گناہوں سے روکا اور اللہ کے عذاب کا خوف دلایا، لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا، بلکہ ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو کہ تم اللہ کے نبی ہو اور یہ کہ ہم نے اگر اپنے اطوار نہ بدلے تو ہم پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا، تو پھر ایسا کر ہی گزرو۔ لوط علیہ السلام نے ان کے کفر پر اصرار کرنے اور ان کی بداعمالیوں سے تنگ آ کر دعا کی کہ میرے رب! ان ظالموں کے خلاف میری مدد کر، چنانچہ اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی۔

وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۚۖ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ٞ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ٞ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

"اور جب ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر آئے تو انھوں نے کہا یقیناً ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں، بے شک اس کے رہنے والے ظالم چلے آئے ہیں۔ اس نے کہا اس میں تو لوط ہے۔ انھوں نے کہا ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں جو اس میں ہے، یقیناً ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو ضرور بچا لیں گے، مگر اس کی بیوی، وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے جو فرشتے بھیجے، انھیں اس بات کا بھی مکلف ٹھہرایا کہ وہ ان تک پہنچنے سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے اسحاق اور پوتے یعقوب کی خوش خبری دیتے جائیں۔ انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کو خوش خبری دینے کے بعد یہ اندوہناک خبر بھی دی کہ اللہ نے انھیں قومِ لوط کی بستیوں کو ان کے ظلم و کفر کی وجہ سے ہلاک کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان بستی والوں پر رحم کھاتے ہوئے اور اس امید میں کہ شاید وہ ایمان لے آئیں اور اپنے گناہوں سے تائب ہو جائیں، کہا کہ لوط بھی تو وہاں رہتے ہیں، پھر تم انھیں کیسے ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے جواب دیا، ہم خوب جانتے ہیں کہ وہاں کون لوگ ہیں، ہم انھیں اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچا لیں گے اور ان کی بیوی سمیت تمام کافروں کو ہلاک کر دیں گے۔

وَ لَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰیَةًۢ بَیِّنَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

''اور جیسے ہی ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس آئے وہ ان کی وجہ سے مغموم ہوا اور ان کے سبب دل میں تنگ ہوا اور انھوں نے کہا نہ ڈر اور نہ غم کر، بے شک ہم تجھے اور تیرے گھر والوں کو بچانے والے ہیں مگر تیری بیوی، وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ بے شک ہم اس بستی والوں پر آسمان سے ایک عذاب اتارنے والے ہیں، اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے ان لوگوں کے لیے ایک کھلی نشانی چھوڑ دی جو عقل رکھتے ہیں۔''

جب وہ فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انھیں دیکھ کر وہ بہت پریشان ہوئے اور نہایت رنجیدہ ہوئے کہ اب کیا ہوگا اور خوب صورت نوجوانوں کو بدمعاش لوگوں سے کیسے بچا سکوں گا؟ فرشتوں نے ان کی پریشانی بھانپ کر کہا کہ آپ ہمارے بارے میں نہ ڈریے۔ اس کے بعد ساری حقیقت بتائی اور کہا کہ آپ کے خاندان کے جو کفار ہلاک کر دیے جائیں گے ان کا غم نہ کیجیے، ہم آپ کو اور آپ کے مسلمان رشتہ داروں کو بچا لیں گے، سوائے آپ کی کافر بیوی کے، جسے بہرحال کافروں کے ساتھ ہلاک ہو جانا ہے۔ ہم اس بستی والوں پر ان کے فسق و فجور کی وجہ سے عذاب نازل کرنے والے ہیں۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام نے ان پر پتھروں کی بارش کر دی اور انھیں زمین سے اکھاڑ کر اوندھے منہ الٹ دیا، جہاں اب ''بحیرہ مردار'' پایا جاتا ہے اور ان کی تاریخ کو عقل و ہوش والوں کے لیے درسِ عبرت بنا دیا۔

وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ۙ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ ارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۳۷﴾

''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا) تو اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اور یوم آخر کی امید رکھو اور زمین میں فساد کرنے والے بن کر دنگا نہ مچاؤ۔ تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا، پس انھیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھر میں پڑے کے پڑے رہ گئے۔''

اللہ تعالیٰ نے مدین والوں کی ہدایت کے لیے شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ انھوں نے توحید باری تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور ناپ تول میں کمی بیشی کرکے اور مسافروں کو لوٹ کر زمین میں فساد پھیلانے سے منع کیا، لیکن انھوں نے ان کی دعوت قبول نہیں کی اور انھیں جھٹلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر شدید زلزلہ مسلط کر دیا، جس کے زیر اثر

سبھی اپنے گھروں ہی میں گھٹنوں کے بل اوندھے منہ گر کر ہلاک ہو گئے۔

وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ قَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۟ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ كَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾

''اور عاد اور ثمود کو (ہم نے ہلاک کیا) اور یقیناً ان کے رہنے کی کچھ جگہیں تمھارے سامنے آ چکی ہیں اور شیطان نے ان کے لیے ان کے کام مزین کر دیے، پس انھیں اصل راستے سے روک دیا، حالانکہ وہ بہت سمجھدار تھے۔''

گزشتہ کافر قوموں کی طرح اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد کو بھی ان کی سرکشی کی وجہ سے ہلاک کر دیا، جو حضر موت کے قریب ''احقاف'' نامی بستی میں رہتے تھے اور ان کی ہدایت کے لیے ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ قومِ ثمود کو بھی ان کے کفر و طغیان کی وجہ سے ہلاک کر دیا جو وادیٔ قریٰ کے قریب ''حجر'' نامی بستی میں رہتے تھے اور جن کی ہدایت کے لیے صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ سے فرمایا کہ ان کے مکانوں کے کھنڈرات تمھیں اب بھی بتا دیں گے کہ ہم نے انھیں ہلاک کر دیا تھا۔ شیطان نے ان کی بد اعمالیوں کو ان کی نگاہوں میں خوب صورت بنا دیا تھا۔ وہ اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے تھے، زمین میں شر و فساد پھیلاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ اور ان کے اعمال درست ہیں۔ اس لیے راہِ حق کی اتباع کی بات انھوں نے سوچی ہی نہیں، حالانکہ وہ بظاہر اصحابِ عقل و خرد تھے، اگر چاہتے تو انبیاء کی تعلیمات میں غور و فکر کر کے راہِ حق کو پا سکتے تھے۔

وَعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ﴾ [الحاقۃ : ۵ تا ۸] ''سو جو ثمود تھے وہ حد سے بڑھی ہوئی (آواز) کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے۔ اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟''

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ : شیطان کا اعمال کو مزین کر کے اولادِ آدم کو اس پر لگا دینے کا ایک واقعہ وہ ہے جو قوم نوح کے ساتھ پیش آیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بت جو بعد میں عرب میں پوجے جانے لگے، یہ دراصل نوح علیہ السلام کی قوم کے بعض نیک اشخاص کے نام ہیں۔ ہوا یہ کہ جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جہاں وہ حضرات بیٹھا کرتے تھے، وہاں بت بنا کر رکھ دو اور ان کے وہی نام رکھ دو جو ان بزرگوں کے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت تو خیر بتوں کی پوجا نہیں ہوئی، تاہم جب وہ لوگ

فوت ہو گئے اور علم مٹ گیا، تو تب ان کی پوجا ہونے لگی۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وداً ولا سواعا ولا يغوث و يعوق ﴾ : ٤٩٢٠]

وَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ ۣ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ مَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾

”اور قارون اور فرعون اور ہامان کو، اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آیا، تو وہ زمین میں بڑے بن بیٹھے اور وہ بچ نکلنے والے نہ تھے۔“

اللہ تعالیٰ نے قارون، فرعون اور ہامان کو بھی ان کے کفر واستکبار کی وجہ سے ہلاک کر دیا، قارون کو زمین میں دھنسا دیا اور فرعون و ہامان کو سمندر کی موجوں کے حوالے کر دیا، حالانکہ موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس اللہ کی کھلی اور صریح نشانیاں لے کر آئے تھے۔ آپ نے انھیں توحید کی دعوت پیش کی، اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور اس کی بندگی کی طرف بلایا، لیکن انھوں نے کبر کی راہ اختیار کی اور ایک اللہ کی بندگی کا انکار کر دیا، تو وہ اللہ سے بچ کر کہاں جا سکتے تھے؟

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

”تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ میں پکڑ لیا، پھر ان میں سے کوئی وہ تھا جس پر ہم نے پتھراؤ والی ہوا بھیجی اور ان میں سے کوئی وہ تھا جسے چیخ نے پکڑ لیا اور ان میں سے کوئی وہ تھا جسے ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے کوئی وہ تھا جسے ہم نے غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا کافروں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ قومِ عاد کو ایک تیز اور ٹھنڈی ہوا کے ذریعے سے ہلاک کیا، جس نے ان پر پتھروں کی بارش کر دی اور ان میں سے ہر ایک کو اوپر اٹھا کر سر کے بل زمین پر دے مارا، جس سے ان کے سر جسموں سے الگ ہو گئے۔ اصحابِ مدین اور قومِ ثمود کو چیخ کے ذریعے سے ہلاک کیا، قارون کو زمین میں دھنسا دیا اور فرعون کو سمندر میں ڈبو دیا اور جو کچھ ان کے ساتھ ہوا، ان کے شرک و کفر اور گناہوں کی وجہ سے ہوا، اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا : ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ۝ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴾ [القمر : ۳۳، ۳٤] ”لوط کی قوم نے ڈرانے والوں کو جھٹلا دیا۔ بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی

ایک ہوا بھیجی، سوائے لوط کے گھر والوں کے، انھیں ہم نے صبح سے کچھ پہلے نجات دی۔“

وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴾ [القمر : ۳۱] ”بے شک ہم نے ان پر ایک ہی چیخ بھیجی تو وہ باڑ لگانے والے کی کچلی روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو گئے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ اَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴾ [ھود : ۹٤] ”اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ہمراہ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا تھا، چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔“

وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴾ [القصص : ۸۱] ”تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پھر نہ اس کے لیے کوئی جماعت تھی جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ اپنا بچاؤ کرنے والوں سے تھا۔“

وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴾ [یونس : ۷۳] ”پس انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے اسے نجات دی اور ان کو بھی جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور انھیں جانشین بنایا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ سو دیکھ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جنھیں ڈرایا گیا تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴾ [الشعراء : ٦٥، ٦٦] ”اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے، سب کو بچا لیا۔ پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔“

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۱ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۴۲ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَ مَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝۴۳

”ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں مکڑی کی مثال جیسی ہے، جس نے ایک گھر بنایا، حالانکہ بے شک سب گھروں سے کمزور تو مکڑی کا گھر ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔ یقیناً اللہ جانتا ہے جسے وہ اس کے سوا

پکارتے ہیں کوئی بھی چیز ہو اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور یہ مثالیں ہیں جو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور انھیں صرف جاننے والے ہی سمجھتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی قباحت کو ایک مثال کے ذریعے واضح کیا کہ جو لوگ اللہ کے سوا غیروں کو اپنا یار و مددگار مانتے ہیں اور ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں، ان کی مثال مکڑی اور اس کے جالے کی سی ہے۔ مکڑی اپنا جالا اپنے اردگرد بُن کر سمجھتی ہے کہ اب وہ سردی گرمی اور ہر دشمن سے محفوظ ہے، لیکن وہ جالا کتنا کمزور ہوتا ہے اس کا علم سب کو ہے۔ یہی حال مشرکوں اور ان کے اولیاء کا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اصنام ان کے کام آئیں گے۔ حالانکہ ان کی عاجزی اور بے بضاعتی کا جو حال ہے وہ سب کو معلوم ہے کہ اگر ایک مکھی بھی ان بتوں پر بیٹھ جائے تو اسے بھگانے کی ان کے اندر سکت نہیں اور یہ بات اتنی واضح ہے کہ ادنیٰ عقل کا انسان بھی اسے سمجھتا ہے، لیکن شرک نے ان کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا ہے اس لیے ان کی کچھ بھی سمجھ نہیں آتا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے دھمکی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ مشرکین اس کے سوا جن باطل معبودوں کی پرستش کرتے ہیں اسے ان معبودوں کا خوب علم ہے اور وہ غالب و حکیم ہے۔ ان مشرکانہ اعمال کا بدلہ انہیں ضرور دے گا۔ آخر میں فرمایا کہ اس طرح کی مثالوں سے مقصود یہ ہے کہ لوگ توحید و شرک کے مسائل کو اچھی طرح سمجھ لیں، لیکن اس کی توفیق بھی اللہ انھی کو دیتا ہے جو اللہ کی ذات و صفات کا راسخ علم رکھتے ہیں اور جو دلائل و براہین ان کی نگاہوں سے گزرتے ہیں ان میں غور و فکر کرتے ہیں۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع ۱۶

''اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، بلاشبہ اس میں ایمان والوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے۔''

فرمایا کہ جس اللہ نے آسمان و زمین کو ایک خاص مقصد کی خاطر پیدا کیا ہے، یقیناً وہی قادرِ مطلق عبادت کے لائق ہے، لیکن اس حقیقت کا ادراک اہلِ ایمان ہی کر پاتے ہیں، کافروں کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے اور انھیں خالق کے بارے میں غور و فکر کی کہاں توفیق ہوتی ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [آل عمران: ۱۹۰، ۱۹۱] ''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔''

أُتْلُ مَآ أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ أَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

''اس کی تلاوت کر جو کتاب میں سے تیری طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کر، بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور یقیناً اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور مومنوں کو قرآن کریم پڑھنے، اس میں غور وفکر کرنے اور لوگوں تک اس کا پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے اور آیت کے دوسرے حصہ میں نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اقامتِ صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ نماز ایسی ہو جس سے مقصود اللہ کی رضا ہو، ہر فرض نماز اس کے متعین وقت میں رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق، حضور قلب اور خشوع وخضوع کو اپناتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں ادا کی جائے۔ یہی وہ نماز ہے جو ادا کرنے والے کو برائیوں سے روکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول برحق ہے کہ نماز یقیناً برائیوں سے روکتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص نماز پڑھتا ہے اور برائیوں میں بھی ڈوبا رہتا ہے تو ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ اس کی نماز وہ نماز نہیں ہے جسے اس آیت میں فواحش ومنکرات سے روکنے والی نماز کہا گیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری یاد ہر چیز سے بڑی ہے، کیونکہ درحقیقت اللہ کی یاد ہی بندوں کو برائیوں سے روکتی ہے اور نماز اس لیے برائیوں سے روکتی ہے کہ اس کے ذریعے سے اللہ کو یاد کیا جاتا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ وہ بندوں کے تمام اعمال سے خوب واقف ہے، کوئی بات اس سے مخفی نہیں، کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، اس لیے جو جیسے اعمال کرے گا اس کا ویسا ہی بدلہ اسے مل کر رہے گا۔

إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ : یعنی باقاعدگی اور پابندی سے نماز پڑھنا انسان کو بے حیائی اور بری باتوں کے ترک کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بھلا بتاؤ، اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو، جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو، تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گا؟'' صحابہ نے عرض کی، نہیں، اس کے جسم پر کوئی میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ نے فرمایا: ''تو یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' [بخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب الصلوات الخمس كفارة ..... الخ : ۵۲۸۔ مسلم، كتاب المساجد، باب المشي إلى الصلوة تمحى به الخطايا : ٦٦٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک کا دورانیہ، ان تمام (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہے، جو اس دوران میں ہوئے ہوں گے، اگر کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔''

[مسلم، كتاب الطهارة، باب الصلوة الخمس والجمعة إلى الجمعة ...... الخ : ۲۳۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عنقریب نماز اس کو چوری سے روک دے گی۔“ [مسند أحمد : ۲/ ٤٤٧، ح : ۹۷۹۲]

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ : یعنی یہ پہلے کام سے بھی بڑا کام ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی کے لیے قائم کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ سیدنا معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نماز میں دنیاوی باتیں کرنا درست نہیں، وہ تو تسبیح اور تکبیر اور قرآن مجید پڑھنا ہے۔“ [مسلم، كتاب المساجد، باب تحريم الكلام في الصلوة ...... الخ : ۵۳۷]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، کون سا کام اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا۔“ [بخاري، كتاب الصلوة، باب فضل الصلوة لوقتها : ۵۲۷۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال : ۸۵]

وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ١ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۰۰۴۶

”اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، مگر وہ لوگ جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور تمھاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا معبود اور تمھارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔“

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ آئندہ دعوتی زندگی میں جب آپ کا واسطہ اہل کتاب سے پڑے تو ان کے ساتھ بات کرتے وقت نرم اور شیریں اندازِ گفتگو اختیار کیجیے، تاکہ اسلام کی تعلیمات میں انھیں غور و فکر کا موقع ملے اور اللہ توفیق دے تو ایمان لے آئیں۔ لیکن ان میں سے جو بحث و مجادلہ میں افراط سے کام لیں اور ظلم کریں تو تمھیں بھی سخت لب و لہجہ اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ اس آیت کا حکم قیامت تک ان لوگوں کے لیے باقی رہے گا جو دینِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف معاندانہ رویہ اختیار کریں گے اور جزیہ دینے سے انکار کر دیں گے، ان کے ساتھ طاقت کی زبان میں بات کی جائے گی اور ان سے قتال کیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ اپنا معاندانہ رویہ چھوڑ کر جزیہ دینے پر مجبور ہو جائیں۔ پھر فرمایا کہ جب وہ اہل کتاب ایسی خبر دیں جس کے صدق و کذب کے بارے میں تمھیں علم نہ ہو تو تم ان کی تکذیب نہ کرنا، کیونکہ احتمال ہے کہ وہ بات سچ ہو اور نہ ان کی تصدیق کرنا، کیونکہ یہ احتمال بھی ہے کہ وہ باطل ہو، بلکہ انھیں مجمل سا جواب دے دو کہ ہم لوگ اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل

کی گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو تم پر نازل کی گئی تھیں اور وہ نزولِ قرآن کے ساتھ منسوخ ہو گئی ہیں، ہمارا اور تمھارا معبود ایک ہی ہے، ہم اسی کی اطاعت کرتے ہیں۔

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ : یعنی جو شخص یہ ارادہ کرے کہ اہل کتاب کو بھی دین میں بصیرت حاصل ہو تو وہ ان سے نہایت اچھے طریقے سے بحث و مجادلہ کرے، تاکہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴾ [النحل : ۱۲۵، ۱۲۶] ”اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کر جو سب سے اچھا ہے۔ بے شک تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے گمراہ ہوا اور وہی ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔ اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمھیں تکلیف دی گئی ہے اور بلاشبہ اگر تم صبر کرو تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔“

اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ : یعنی جو راہ راست سے بھٹک جائیں، واضح دلیل سے اندھے ہو جائیں، عناد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کریں تو پھر ”مجادلہ“ کی بجائے ”مقاتلہ“ کیا جائے، تاکہ انھیں غلط عقائد و اعمال سے منع کیا جا سکے، ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحديد : ۲۵] ”بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کے لیے بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ اللہ جان لے کہ کون دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔“

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ : یعنی جب وہ ایسی خبر دیں جس کے صدق و کذب کے بارے میں ہمیں علم نہ ہو تو ہم نہ اس کی تکذیب کریں گے، کیونکہ احتمال ہے کہ وہ بات سچ ہو اور نہ تصدیق کریں گے، کیونکہ یہ احتمال بھی ہے کہ وہ باطل ہو، ہمارا ایمان اس پر ایک شرط کے ساتھ معلق رہے کہ وہ بات واقعی اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہو اور اس میں کوئی تحریف یا تاویل نہ کی گئی ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [الحج : ۶۸، ۶۹] ”اور اگر وہ تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو تم کرتے ہو۔ اللہ قیامت کے دن تمھارے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ ثَانِيَ عِطْفِهٖ

لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴾ [الحج : ۸، ۹] ''اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم کے اور بغیر کسی ہدایت کے اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے۔ اس حال میں کہ اپنا پہلو موڑنے والا ہے، تا کہ اللہ کے راستے سے گمراہ کرے، اس کے لیے دنیا میں ایک رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے آگ کا عذاب چکھائیں گے۔''

عبید اللہ بن عبد اللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، (اے مسلمانو!) تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں سوالات کیوں کرتے ہو؟ جبکہ تم پر تو اللہ کی طرف سے ابھی ابھی کتاب نازل ہوئی ہے، جو بالکل خالص ہے، جس میں باطل نہ خلط ملط ہوا اور نہ ہو سکے گا اور تمھیں اس نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کے دین کو بدل ڈالا اور اللہ کی کتاب میں تبدیلی کر دی ہے اور اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتاب کے متعلق کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تا کہ اس کے ذریعے سے دنیا کا حقیر فائدہ حاصل کریں۔ کیا تمھارے پاس (قرآن و حدیث کا) جو علم آیا ہے وہ تمھیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم ان سے (دینی) مسائل پوچھو؟ اللہ کی قسم! میں تو نہیں دیکھتا کہ اہل کتاب میں سے کوئی تم سے اس کے بارے میں پوچھتا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔ [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ : لا تسئلوا أهل الكتاب عن شئ : ۷۳۶۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور ہمارے یعنی مسلمانوں کے سامنے عربی میں اس کا ترجمہ کیا کرتے تھے، تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہ تم انھیں سچا کہو اور نہ جھوٹا، بلکہ تم یہ کہا کرو (جو اس آیت میں ہے): ﴿ اٰمَنَّا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٤٦] ''ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور تمھاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا معبود اور تمھارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔'' [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ : لا تسئلوا أهل الكتاب عن شئ : ۷۳۶۲]

حمید بن عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ مدینہ میں قریش کی ایک جماعت سے گفتگو فرما رہے تھے، انھوں نے کعب الاحبار کا ذکر کیا اور فرمایا کہ جتنے لوگ اہل کتاب سے احادیث نقل کرتے ہیں ان سب میں کعب احبار بہت سچے تھے، لیکن اس کے باوجود کبھی کبھی ان کی بات بھی جھوٹ نکلتی تھی۔ [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ : لا تسألوا أهل الكتاب عن شيء : ۷۳۶۱]

یعنی سابقہ آسمانی تعلیمات میں اس قدر تحریف و تبدیلی کر دی گئی ہے کہ کوشش کے باوجود سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنا مشکل ہے۔

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَ مِنْ هٰۤؤُلَآءِ

مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾

’’اور اسی طرح ہم نے تیری طرف یہ کتاب نازل کی، پھر وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی، اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان (مشرکین) میں سے بھی کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر جو کافر ہیں۔‘‘

نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ جس طرح ہم نے گزشتہ آسمانی کتابیں اس زمانے کے انبیاء پر نازل کی تھیں، اسی طرح اس قرآن کو آپ پر نازل کیا ہے، تو اہلِ کتاب اور عربوں میں سے بھی بہت سے لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے اور ہماری آیتوں کا انکار ان تمام گروہوں میں سے صرف وہی لوگ کریں گے جو ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنے کفر پر جمے رہیں گے۔

وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

’’اور تو اس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا تھا، اس وقت باطل والے لوگ ضرور شک کرتے۔‘‘

یعنی اے محمد (ﷺ)! اس قرآن کے لانے سے پہلے آپ نے اپنی قوم میں عمر کا ایک حصہ گزارا ہے اور آپ نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے اور آپ کی قوم کا ہر فرد اور دیگر لوگ بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ آپ اُمّی ہیں، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے، آپ نے اپنے دستِ مبارک سے کبھی ایک سطر، بلکہ ایک حرف بھی نہیں لکھا۔ اگر آپ لکھنا پڑھنا جانتے ہوتے تو آپ کی رسالت کے منکرین کو ایک بہانا مل جاتا اور کہتے کہ محمد (ﷺ) کو کوئی پرانی کتاب مل گئی ہے، جس میں سے وہ گزشتہ قوموں کے واقعات لکھ کر لوگوں کو سنا دیتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ علم ہونے کے باوجود کہ آپ ﷺ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے، انھوں نے یہ کہہ بھی دیا: ﴿ وَ قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [الفرقان: ۵، ۶] ’’اور انھوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، جو اس نے لکھوا لی ہیں، تو وہ پہلے اور پچھلے پہر اس پر پڑھی جاتی ہیں۔ تو کہہ اسے اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین میں سب پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

’’بلکہ یہ تو واضح آیات ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جنھیں علم دیا گیا ہے اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر جو ظالم ہیں۔‘‘

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ : یعنی یہ قرآن تو روشن اور واضح آیات پر مشتمل ہے، جو اس بات

کی دلیل ہے کہ قرآن میں جو حکم دیا گیا، جس بات سے منع کیا گیا اور جو خبر دی گئی ہے وہ سب حق اور سچ ہے۔ پھر اس قرآن کو علماء حفظ کر لیتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حفظ، تلاوت اور تفسیر کو بہت آسان کر دیا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا اور اسی کے مطابق لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی (یعنی قرآن مجید) ہے (جو سب معجزوں سے بڑا معجزہ ہے) اسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کیا ہے، اس لیے مجھے امید ہے کہ قیامت والے دن میرے ماننے والے دیگر نبیوں کے ماننے والوں سے زیادہ ہوں گے۔'' [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم : بعثت بجوامع الكلم : ۷۲۷٤۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۵۲]

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یقیناً میں نے آپ کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ میں آپ کی آزمائش کروں اور آپ کے ذریعے سے (لوگوں کی بھی) آزمائش کروں اور میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی دھو نہیں سکے گا اور آپ اسے سوتے جاگتے پڑھیں گے۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها و، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار : ۲۸٦۵]

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ : یعنی ظالم لوگ ہی اس کتاب کی تکذیب کرتے ہیں، اس کی شان کو کم کرتے ہیں اور حق کو جاننے کے باوجود اس سے کنارہ کشی کرتے ہیں، جیسا کہ اگلی آیت میں فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کی نازل کردہ صحیح آیتیں ہیں جو حفاظِ قرآن کے سینوں میں ہر دور میں محفوظ رہیں گی اور ان کا انکار حد سے تجاوز کرنے والے ہی کریں گے۔

وَ قَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵۰

''اور انھوں نے کہا اس پر اس کے رب کی طرف سے کسی قسم کی نشانیاں کیوں نہیں اتاری گئیں، کہہ دے نشانیاں تو سب اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو صرف ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔''

مشرکین مکہ اپنے کفر و شرک پر اصرار کرتے ہوئے کہتے تھے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دعویٰ نبوت میں صادق ہیں تو گزشتہ نبیوں کی طرح اس کے رب نے اسے بھی کچھ مادی نشانیاں کیوں نہیں دیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان کو جواب دیا کہ معجزات کا مالک تو اللہ ہے، وہ اپنی مرضی سے جب اور جسے چاہتا ہے دیتا ہے، کوئی دوسرا اس پر قادر نہیں ہے۔ میرا کام تو صرف لوگوں کے سامنے صراحت و وضاحت کے ساتھ اللہ کا دین بیان کر دینا ہے۔

اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۱

''اور کیا انھیں یہ کافی نہیں ہوا کہ بے شک ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔ بے شک اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے بڑی رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کی ہٹ دھرمیوں کا مزید جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ قرآن جو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے اور آپ انھیں پڑھ کر سناتے ہیں، کیا یہ علمی معجزہ ان کے ایمان لانے کے لیے کافی نہیں ہے؟ یقیناً کافی ہے اور آپ نے انھیں بارہا قرآن کی زبانی چیلنج بھی کیا کہ اگر وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ قرآن کسی انسان کا کلام ہے تو اس جیسا کلام لا کر دکھلائیں، یا کم از کم اس جیسی ایک ہی سورت پیش کر دیں، لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے اور وہ یہ کر بھی کیسے سکتے تھے، اللہ کے کلام جیسا کلام کہاں سے لاتے! آخر میں فرمایا کہ یہ قرآن تو پوری دنیائے انسانیت کے لیے رحمت ہے اور اہل ایمان کے لیے اس میں بہت سی نصیحتیں ہیں۔

قرآن مجید کی اس معجزانہ خصوصیت کا تذکرہ حدیث میں یوں آیا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا اور اسی کے مطابق لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی (یعنی قرآن مجید) ہے (جو سب معجزوں سے بڑا معجزہ ہے) اسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کیا ہے، اس لیے مجھے امید ہے کہ قیامت والے دن میرے ماننے والے دیگر نبیوں کے ماننے والوں سے زیادہ ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ: بعثت بجوامع الکلم : ۷۲۷٤۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ : ۱۵۲]

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یقیناً میں نے آپ کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ میں آپ کی آزمائش کروں اور آپ کے ذریعے سے (لوگوں کی بھی) آزمائش کروں اور میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی دھو نہیں سکے گا اور آپ اسے سوتے جاگتے پڑھیں گے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها و ، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا أهل الجنة و أهل النار : ۲۸٦۵]

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾

''کہہ دے اللہ میرے درمیان اور تمھارے درمیان گواہ کافی ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ لوگ جو باطل پر ایمان لائے اور انھوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارِ مکہ سے کہا کہ میرے اور تمھارے درمیان میری نبوت اور قرآن کریم کی صداقت سے متعلق جو باتیں ہوئی ہیں، قرآن کی زبان میں میں نے جو دلیلیں پیش کی ہیں اور تم لوگوں نے ڈھٹائی کے ساتھ جو ان کا

انکار کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ ان سب باتوں پر گواہ ہے، اس لیے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی بات بھی اس سے مخفی نہیں ہے، تو جو لوگ جھوٹے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں اور اللہ کی وحدانیت و الوہیت کا انکار کرتے ہیں، انھیں سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا و آخرت میں ان سے بڑھ کر گھاٹا اٹھانے والا کوئی نہیں ہے۔

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ لَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ يَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

’’اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ بے شک جہنم یقیناً کافروں کو گھیرنے والی ہے۔ جس دن عذاب انھیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور (اللہ) فرمائے گا چکھو جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔‘‘

کفارِ مکہ انتہائے کبر و عناد میں نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ جس عذاب کا تم بار بار ذکر کرتے ہو، وہ ہم پر نازل کیوں نہیں ہو جاتا؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [الأنفال : ۳۲] ’’اور جب انھوں نے کہا اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔‘‘ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ ان کے اعمال و اقوال تو اس لائق ہیں کہ انھیں فوراً صفحۂ ہستی ہی سے مٹا دیا جائے، لیکن ہماری سنت ہے کہ ہم ہر قوم کو ایک خاص وقت تک مہلت دیتے ہیں، جب وہ مہلت ختم ہو جاتی ہے تو ہمارا عذاب آ جاتا ہے۔ آگے فرمایا کہ اے میرے نبی! یہ کفار کتنے حقیقت ناآشنا ہیں کہ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں، حالانکہ وہ تو انتہائی قریب ہونے کی وجہ سے جیسے انھیں ہر جانب سے اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ جب وہ دن آ جائے گا اور عذابِ جہنم انھیں اوپر اور نیچے سے ڈھانپ لے گا تب ان سے کہا جائے گا، جیسا تم نے کیا تھا ویسا بھرو اور اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۴۱] ’’ان کے لیے جہنم ہی کا بچھونا اور ان کے اوپر کے لحاف ہوں گے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴾

[الزمر : ۱۶] ''ان کے لیے ان کے اوپر سے آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی سائبان ہوں گے۔ یہ ہے وہ جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس تم مجھ سے ڈرو۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هَٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝ أَفَسِحْرٌ هَٰذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ۝ اصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾ [الطور : ۱۳ تا ۱۶] ''جس دن انھیں جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا، سخت دھکیلا جانا۔ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے، یا تم نہیں دیکھ رہے؟ اس میں داخل ہو جاؤ، پھر صبر کرو یا صبر نہ کرو، تم پر برابر ہے، تمھیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔''

يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ ﴿۵۶﴾

''اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! بے شک میری زمین وسیع ہے، سو تم میری ہی عبادت کرو۔''

اس آیت میں ایسی جگہ سے جہاں اللہ کی عبادت کرنا مشکل ہو اور دین پر قائم رہنا دوبھر ہو رہا ہو، ہجرت کرنے کا حکم ہے۔ جس طرح مسلمانوں نے پہلے مکہ سے حبشہ کی طرف اور بعد میں مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ آیت کا مفہوم یہی ہے کہ اگر کسی جگہ شریعت کے مطابق زندگی گزارنا ممکن نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کرنا ضروری ہے۔ جو شخص استطاعت ہوتے ہوئے ہجرت نہیں کرتا تو وہ بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۝ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ۝ وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴾ [النساء : ۹۷ تا ۱۰۰] ''بے شک وہ لوگ جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، کہتے ہیں تم کس کام میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم اس سرزمین میں نہایت کمزور تھے۔ وہ کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔ مگر وہ نہایت کمزور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ کوئی راستہ پاتے ہیں۔ تو یہ لوگ، اللہ قریب ہے کہ انھیں معاف کر دے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔ اور وہ شخص جو اللہ کے راستے میں ہجرت کرے، وہ زمین میں پناہ کی بہت سی جگہ اور بڑی وسعت پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے، پھر اسے موت پا لے تو بے شک اس کا اجر اللہ پر ثابت ہو گیا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٧﴾

''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے، پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

دنیا کی زندگی چند روزہ ہے، پھر سب کو موت آنی ہے، پھر قیامت کے دن سب کو اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہو کر حساب کتاب دینا ہے۔ لہٰذا اس چند روزہ زندگی کے لیے دنیا کے عارضی فائدے کی خاطر کسی خاص مقام پر رہائش اختیار کر کے شریعتِ الٰہیہ پر عمل نہ کر سکنا اور اپنی آخرت کو بگاڑ لینا عاقبت نا اندیشی ہے۔

﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿٥٨﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٥٩﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ہم انھیں ضرور ہی جنت کے اونچے گھروں میں جگہ دیں گے، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں، یہ ان عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے۔ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے ان نیک بندوں کا مقام بتایا ہے جو اس کی خاطر اپنے گھر بار اور خویش و اقارب کو چھوڑ کر ہجرت کر جاتے ہیں اور ہر حال میں اسی پر بھروسا کرتے ہیں کہ اہلِ جنت کے مکانات بلند ہوں گے، جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ یہ نہریں پانی، شہد، شراب اور دودھ کی ہوں گی، وہاں ان کو نہ اپنے زوال کا خطرہ، نہ موت کا اندیشہ اور نہ کسی اور جگہ پھر جانے کا خوف ہوگا۔

﴿ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۤ ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ ۖ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٠﴾

''اور کتنے ہی چلنے والے (جاندار) ہیں جو اپنا رزق نہیں اٹھاتے، اللہ انھیں رزق دیتا ہے اور تمھیں بھی اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں مہاجرین کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ وہ جہاں بھی ہوں گے، ان کے لیے مقدر روزی پہنچتی رہے گی۔ روزی کا تعلق زمین سے نہیں بلکہ اللہ سے ہے، وہ ہر جان دار کو روزی پہنچاتا ہے، چاہے وہ کمزور ہو کہ اپنی روزی اپنے ساتھ اٹھانے کے قابل نہ ہو، یا طاقت ور ہو کہ اپنی روزی اپنے ساتھ اٹھا سکتا ہو، اللہ تعالیٰ ہر ایک کو روزی پہنچاتا ہے، چاہے وہ دنیا کے جس گوشے میں بھی رہتا ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [ھود : ٦] ''اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک واضح کتاب

میں درج ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴾ [الطلاق : ۲، ۳] ''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے، یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم اللہ پر توکل کرو، جیسا کہ اللہ پر توکل کرنے کا حق ہے تو تمھیں اس طرح رزق ملے گا جس طرح پرندوں کو ملتا ہے، جو صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کے آتے ہیں۔'' [ترمذی، کتاب الزھد، باب فی التوکل علی اللہ : ۲۳۴۴]

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۶۱

''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جا رہے ہیں۔''

مشرکین کی حالت کا اظہار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ آپ جب ان سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے اور آفتاب و مہتاب کو انسانوں کے فائدے کے لیے کس نے اپنا تابع فرمان بنا رکھا ہے؟ تو وہ فوراً کہیں گے کہ یہ سب کام اللہ کے ہیں، تو پھر اس اعتراف حقیقت کے باوجود وہ دوسروں کو اللہ کا شریک کیوں بناتے ہیں جو ان کے نفع و نقصان کی قدرت نہیں رکھتے؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر مقام الوہیت کو توحید ربوبیت کے اعتراف کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے اور مشرکین بھی توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین تلبیہ اس طرح پڑھا کرتے تھے: « لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ .... اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ » ''اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس کے جسے تو نے اپنا شریک بنا لیا ہو، تو ہی اس کا مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب التلبیة و صفتها و وقتها : ۱۱۸۵]

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۶۲

''اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے اور اس کے لیے تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

یہ مشرکین کے اعتراض کا جواب ہے جو وہ مسلمانوں پر کرتے تھے کہ اگر تم حق پر ہو تو پھر غریب اور کمزور کیوں ہو؟ اللہ نے فرمایا کہ رزق کی کشادگی اور کمی اللہ کے اختیار میں ہے، وہ اپنی حکمت و مشیت کے مطابق جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے، اس کا تعلق اس کی رضا مندی یا غضب سے نہیں ہے اور چونکہ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے، اس لیے روزی میں کمی بیشی کی حکمتوں کو صرف وہی جانتا ہے۔

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾

”اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے، کہہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے، بلکہ ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔“

نبی کریم ﷺ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ جب مشرکین سے پوچھیں گے کہ آسمانوں سے بارش کا پانی کس نے بھیجا ہے اور کون اس کے ذریعے سے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے؟ تو وہ فوراً جواب دیں گے کہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے ہیں، تو اے میرے نبی! آپ اپنے رب کا شکر ادا کیجیے کہ وہ اپنی ہٹ دھرمی اور شدت عناد کے باوجود اعترافِ حق پر اپنے آپ کو مجبور پا رہے ہیں اور خود اپنی زبان سے اپنے خلاف گواہی دے رہے ہیں کہ اللہ کی عبادت میں غیروں کو شریک کرنا ان کی جانب سے اللہ پر بہتان ہے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں، اسی لیے تو ان کے قول و عمل میں تضاد پایا جاتا ہے۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾

”اور دنیا کی یہ زندگی نہیں ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل، اور بے شک آخری گھر، یقیناً وہی اصل زندگی ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔“

یعنی مشرکین جو کچھ کر رہے ہیں سراسر دھوکا ہی دھوکا ہے، یہ دنیا کی زندگی ایک دن ختم ہو جائے گی اور ان کی ساری مشرکانہ رسمیں کالعدم ہو جائیں گی، یہ ان سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکیں گے اور نہ اپنے شرکا سے کسی قسم کی مدد حاصل کر سکیں گے۔ ان کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے نہ کہ اپنے شرکا کی طرف، تو پھر یہ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ جس کی طرف لوٹنا ہے اور جس کو حساب کتاب دینا ہے اسی کی عبادت کریں، اسی کی نذر و نیاز کریں اور اسی کو خوش کریں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر مشرکین اس بات کو سمجھ لیتے تو دنیا کی اس حقیر زندگی کو آخرت کی لازوال اور بے پایاں نعمتوں اور خوشیوں

پر ترجیح نہ دیتے۔ اس حوالے سے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ستر (۷۰) اہل صفہ کو دیکھا، ان میں سے کسی کے پاس (جسم کے اوپر کا حصہ چھپانے کے لیے) چادر نہیں تھی، فقط تہ بند ہوتا، یا رات کو اوڑھنے والی چادر ہوتی، جسے یہ لوگ اپنی گردن سے باندھ لیتے۔ وہ چادر بھی کسی کی نصف پنڈلی تک پہنچتی اور کسی کے ٹخنوں تک، پس وہ اسے اپنے ہاتھ سے اکٹھا کر کے رکھتے کہ کہیں ان کی شرم گاہ نہ کھل جائے۔" [بخاری، کتاب الصلوة، باب نوم الرجال فی المسجد : ٤٤٢]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا کے اس مال و اسباب کا ذکر کیا جو لوگوں کو (پہلے کے مقابلے میں زیادہ) حاصل ہو گیا تھا اور پھر فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سارا دن (بھوک کی وجہ سے) بے قرار رہتے، تب آپ کو ردی کھجور بھی میسر نہ ہوتی تھی کہ جس سے آپ اپنا پیٹ بھر لیتے۔ [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ۲۹۷۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میرے گھر میں کوئی چیز ایسی نہیں تھی جو کوئی جان دار کھا سکے، سوائے ان تھوڑے سے جو کے جو طاق میں رکھے ہوئے تھے، چنانچہ میں ایک مدت دراز تک اسی میں سے (لے لے کر) کھاتی رہی، (بالآخر ایک دن) میں نے انھیں ناپا تو وہ جلدی ختم ہو گئے۔ [بخاری، کتاب فرض الخمس، باب نفقة نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاته : ۳۰۹۷۔ مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر : ۲۹۷۳]

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اللہ کی رضا کی تلاش کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تو ہمارا اجر اللہ پر ثابت ہو گیا۔ پھر ہم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہو گئے اور انھوں نے اپنے اجر میں سے کوئی حصہ (مال غنیمت وغیرہ کی صورت میں) نہیں کھایا۔ ان میں سے ایک مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی ہیں، جو غزوۂ احد میں شہید ہو گئے۔ انھوں نے اپنے پیچھے صرف ایک چادر چھوڑی تھی، تو جب ہم اس کے ساتھ ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر ننگے ہو جاتے اور جب پیر ڈھانپتے تو ان کا سر کھل جاتا۔ چنانچہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پیروں پر اذخر گھاس ڈال دیں اور بعض ہم میں سے وہ ہیں کہ ان کے پھل پک گئے ہیں اور وہ انھیں چن رہے ہیں (یعنی ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں)۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب من قتل من المسلمین یوم أحد : ٤٠٨٢۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب فی کفن المیت : ٩٤٠]

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَ لِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

"پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے

ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔ تاکہ جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس کی ناشکری کریں اور تاکہ فائدہ اٹھا لیں۔ سو عنقریب وہ جان لیں گے۔''

مشرکین کے قول و عمل میں تضاد اور تناقص کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ وہ جب کشتی میں سوار ہو کر سمندر میں سفر کرتے ہیں اور کشتی بھنور میں پھنس جاتی ہے اور بچنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی، تو فطرت کے تقاضے کے مطابق وہ صرف ایک اللہ کو پکارنے لگتے ہیں اور اپنے بتوں کو یکسر بھول جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس وقت موت کے منہ سے انھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا اور جب اللہ تعالیٰ ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے انھیں ڈوبنے سے بچا لیتا ہے، تو پھر اپنے بتوں کے گن گانے لگتے ہیں اور اللہ کے احسانات کی ناشکری کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی اس مشرکانہ چال اور اس عظیم احسان فراموشی کا انجامِ بد عنقریب دیکھ لیں گے۔ مشرکین کے اس غلط رویے کے سلسلہ میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۚ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴾ [بني إسرائيل : ٦٧ تا ٦٩] ''اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے سوا تم جنھیں پکارتے ہو گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بہت ناشکرا ہے۔ تو کیا تم بے خوف ہو گئے کہ وہ تمھیں خشکی کے کنارے دھنسا دے، یا تم پر کوئی پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے، پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ۔ یا تم بے خوف ہو گئے کہ وہ تمھیں دوسری بار اس میں پھر لے جائے، پھر تم پر توڑ دینے والے آندھی بھیج دے، پس تمھیں غرق کر دے، اس کی وجہ سے جو تم نے کفر کیا، پھر تم اپنے لیے ہمارے خلاف اس کے بارے میں کوئی پیچھا کرنے والا نہ پاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴾ [لقمان : ٣٢] ''اور جب انھیں سائبانوں جیسی کوئی موج ڈھانپ لیتی ہے تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ دین کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھی راہ پر قائم رہنے والے ہیں، اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتا مگر ہر وہ شخص جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہو۔''

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (فتح مکہ کے موقع پر) سوائے چار مردوں اور دو عورتوں کے اللہ کے رسول ﷺ نے سب کے لیے امن کا اعلان کر دیا اور فرمایا: ''فلاں لوگ چاہے کعبہ کے پردوں کے ساتھ بھی چمٹے ہوئے ہوں تب بھی ان کو قتل کر دو۔'' وہ لوگ عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ، عکرمہ بن ابی جہل اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے۔ ان میں سے عبداللہ بن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا، اسے قتل کرنے کو سعید بن حریث اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما

دوڑے، تو سعید رضی اللہ عنہ جیت گئے، وہ جوان تھے، سوانھوں نے ابن خطل کو قتل کر دیا۔ مقیس بن صبابہ کو مجاہدین نے بازار میں دیکھ لیا تو اسے وہیں قتل کر دیا۔ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھاگ نکلا، وہ بحر احمر کے کنارے ایک کشتی پر سوار ہو کر علاقہ بدر ہونے لگا۔ کشتی جب سمندر میں گئی تو طوفان میں پھنس گئی، کشتی میں سوار لوگ کہنے لگے، اب صرف ایک اللہ کو پکارو، کیونکہ اس طوفان میں تمھارے مشکل کشا تمھارے کسی کام نہیں آ سکتے۔ یہ سن کر عکرمہ کہنے لگا، اگر سمندر میں ایک اللہ کے سوا کوئی دوسرا کشتی پار نہیں لگا سکتا تو اللہ کی قسم! زمین پر بھی اس اللہ کے سوا کوئی میری بگڑی نہیں بنا سکتا۔ اے اللہ! میں تجھ سے پختہ عہد کرتا ہوں کہ اگر اس طوفان سے تو مجھے سلامت نکال لے تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو جاؤں گا اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا، مجھے یقین ہے کہ میں انھیں درگزر کرنے والا اور کریم و شفیق پاؤں گا۔ کشتی بہ سلامت کنارے لگ گئی، عکرمہ واپس پلٹا اور اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاں چھپ گیا، پھر جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے لوگوں کو قبول اسلام کی بیعت کے لیے بلایا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اسے بھی لے آئے اور اس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا کر دیا اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! عبداللہ سے بھی بیعت لے لیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھایا اور عبداللہ کی طرف دیکھا، بیعت نہیں لی، پھر سر اٹھایا مگر اب بھی بیعت نہیں لی، تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا، اس کے بعد آپ نے بیعت لے لی، اس کے بعد (جب عبداللہ چلا گیا تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا: ”تم میں ایک بھی سمجھ دار آدمی نہ تھا جو آگے بڑھتا، جب دیکھا کہ میں نے اس کی بیعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے، تو اسے قتل کر دیتا؟“ صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہمیں معلوم نہ تھا کہ آپ کے دل میں کیا ہے؟ آپ ہمیں آنکھوں سے اشارہ کر دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی نبی کے شایان شان نہیں کہ اس کی آنکھ خائن ہو۔“ [نسائی، کتاب المحاربۃ، باب الحکم فی المرتد : ۴۰۷۲۔ أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب قتل الأسير ولا يعرض عليه الإسلام : ۲۶۸۳۔ مستدرك حاكم : ۴۵/۳، ح : ۴۳۶۰۔ مسند أبي يعلى : ۳۲۱/۱، ۳۲۲، ح : ۷۵۳۔ مصنف ابن أبي شيبة : ۴۰۵/۷، ح : ۶۹۰۲]

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے ایک حرم امن والا بنا دیا ہے، جب کہ لوگ ان کے گرد سے اچک لیے جاتے ہیں، تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟“

اللہ تعالیٰ اس احسان کا تذکرہ فرما رہا ہے جو اہلِ مکہ پر اس نے کیا کہ ہم نے مکہ معظّمہ اور اس کے اردگرد کے کچھ علاقے کو حرم بنا دیا ہے، جہاں وہ دیگر قبائل عرب کے مقابلہ میں بہت کم ہونے کے باوجود پُرسکون زندگی گزار رہے ہیں، ان کے خلاف قتل و غارت گری کا کوئی سوچتا بھی نہیں، جبکہ ان کے اردگرد رہنے والے قبائل ایک دوسرے پر شب

خون مارتے ہیں، قتل کرتے ہیں، مال واسباب لوٹ لیتے ہیں اور بہتوں کو قیدی بنا لیتے ہیں۔ وہ کب تک اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کی ناشکری اور بتوں کی پرستش کرتے رہیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے حرم کے امن وامان کی بنیاد پر کفارِ مکہ کو کئی جگہ اسلام کی دعوت دی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۙ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّيْفِ ۚ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ الَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴾ [القريش : ١ تا ٤] ''قریش کے دل میں محبت ڈالنے کی وجہ سے۔ ان کے دل میں سردی اور گرمی کے سفر کی محبت ڈالنے کی وجہ سے۔ تو ان پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ وہ جس نے انھیں بھوک سے (بچا کر) کھانا دیا اور خوف سے (بچا کر) امن دیا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [القصص : ٥٧] ''اور کیا ہم نے انھیں ایک باامن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں، ہماری طرف سے روزی کے لیے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۫ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴾ [النمل : ٩٢،٩١] ''مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت دی اور اسی کے لیے ہر چیز ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں۔ اور یہ کہ میں قرآن پڑھوں، پھر جو سیدھے راستے پر آ جائے تو وہ اپنے ہی لیے راستے پر آتا ہے اور جو گمراہ ہو تو کہہ دے کہ میں تو بس ڈرانے والوں میں سے ہوں۔''

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۶۸

''اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا حق کو جھٹلا دے جب وہ اس کے پاس آئے۔ کیا ان کافروں کے لیے جہنم میں کوئی رہنے کی جگہ نہیں ہے؟''

یعنی اس شخص سے بڑھ کر کسی کو سخت عذاب نہیں ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی نازل کی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف کوئی وحی نازل نہ کی ہو، یا جو یہ کہے کہ میں بھی اس طرح کی وحی نازل کر سکتا ہوں جس طرح کی وحی اللہ نے نازل کی ہے، اسی طرح وہ شخص بھی اس عذاب کا مستحق ہے جو حق بات آ جانے کے بعد اس کی تکذیب کرے، ان میں سے پہلا شخص بہتان باندھنے والا اور دوسرا تکذیب کرنے والا ہے۔ ایسے لوگ اللہ کے نزدیک کافر ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾ ع

''اور وہ لوگ جنھوں نے ہمارے بارے میں پوری کوشش کی ہم ضرور ہی انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بلاشبہ اللہ یقیناً نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

جو لوگ اللہ کی خاطر دین کے دشمنوں سے جہاد کرتے ہیں، انھیں خوش خبری دی گئی ہے کہ اللہ انھیں اعمال صالحہ کی توفیق دیتا ہے، تاکہ ان کے ذریعے سے اس کی قربت حاصل کریں، دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص صراط مستقیم سے بھٹک کر کہیں دور جا پڑا ہے اسے صراط مستقیم پر واپس آنے کے لیے جدو جہد کرنا ہوگی۔ اس جدو جہد کے دوران میں اسے ایسے ذرائع، وسائل اور راستے تلاش کرنا ہوں گے جن کے ذریعے سے وہ صراط مستقیم پر پہنچ جائے اور جب وہ خلوص کے ساتھ کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے وہ وسائل اور راستے سمجھا دے گا جن کے ذریعے سے وہ صراط مستقیم پر پہنچ سکے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [المائدۃ : ۱۵، ۱۶] ''اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے ان میں سے بہت سی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے، جو تم کتاب میں سے چھپایا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔ بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔ جس کے ساتھ اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیچھے چلیں، سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے اور انھیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔''
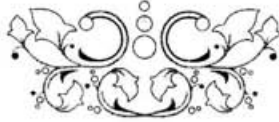
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ۙ﴿۲﴾ فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ ہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِہِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ ۬ؕ لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡۢ بَعۡدُ ؕ وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ بِنَصۡرِ اللّٰہِ ؕ یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ۙ﴿۵﴾

''الٓمّٓ۔ رومی مغلوب ہو گئے۔ سب سے قریب زمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آئیں گے۔ چند سالوں میں، سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہے، پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے، وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین کو یہ بات پسند تھی کہ فارس کے لوگ رومیوں پر غالب آ جائیں، اس لیے کہ مشرکین اور فارس کے لوگ دونوں بت پرست تھے اور مسلمانوں کو پسند تھا کہ روم کے لوگ فارسیوں پر غالب ہوں، اس لیے کہ رومی اہل کتاب تھے۔ تو اس کا ذکر انھوں نے ابوبکر سے کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپ نے فرمایا: ''وہ (یعنی رومی) عنقریب پھر غالب ہو جائیں گے۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا ذکر مشرکین سے کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے اور اپنے درمیان کوئی مدت ٹھہرا لو، اگر اس مدت میں ہم (یعنی فارسی) غالب ہوئے تو ہم کو اتنا اتنا دینا اور اگر تم (یعنی رومی) غالب ہوئے تو ہم اتنا اتنا تمھیں دیں گے۔ الغرض پانچ برس مدت ٹھہری اور ہوا یہ کہ اس مدت میں روم کے لوگ غالب نہ ہوئے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم نے (اس طرح مدت) کیوں نہ ٹھہرائی کہ دس (سال) سے کم مدت میں ایسا ہو جائے گا۔'' تو اس کے بعد رومی

غالب آ گئے۔[ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة الروم : ۳۱۹۳]

سیدنا نیار بن مکرم الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب سورۂ روم نازل ہوئی تو فارس کے لوگ روم کے لوگوں پر غالب تھے اور مسلمان فارس کے لوگوں پر رومیوں کا غلبہ چاہتے تھے، اس لیے کہ رومی اور مسلمان دونوں اہل کتاب تھے۔ اسی چیز کا ذکر ان آیات میں بھی ہے: ﴿ وَ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الروم : ٤، ٥] ''اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے، وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔'' لیکن قریش کے لوگ فارس کا غلبہ چاہتے تھے، اس لیے کہ فارس کے لوگ اور وہ دونوں اہل کتاب نہیں تھے اور نہ قیامت پر ایمان رکھتے تھے۔ الغرض جب یہ آیات نازل ہوئیں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ کے اطراف واکناف میں ان کی بلند آواز سے تلاوت کرتے تھے: ﴿ الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْۤ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ﴾ [الروم : ١ تا ٤] ''الٓمّٓ۔ رومی مغلوب ہو گئے۔ سب سے قریب زمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آئیں گے۔ چند سالوں میں۔'' تو قریش کے کچھ لوگوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے اور تمھارے درمیان شرط ہے، تمھارے دوست کہتے ہیں کہ روم کے لوگ فارس کے لوگوں پر چند سالوں میں غالب آ جائیں گے تو کیا ہم تم سے اس بات پر شرط نہ لگا لیں؟ انھوں نے کہا، کیوں نہیں اور یہ شرط حرام ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ الغرض! ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مشرکوں نے شرط لگا لی اور دونوں نے اپنی شرط کا مال کہیں رکھوا دیا۔ مشرکوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم ''بِضْعِ'' کو تین سال سے نو سال تک کی مدت میں سے کتنے سال تجویز کرتے ہو؟ تو ان دونوں کی درمیانی مدت ٹھہرا لو۔ الغرض! ان لوگوں نے آپس میں چھ سال کی مدت مقرر کر لی۔ پھر ہوا یہ کہ روم کے غالب ہونے سے پہلے چھ سال گزر گئے اور مشرکوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رکھوایا ہوا مال لے لیا۔ پھر جب ساتواں سال شروع ہوا تو روم کے لوگ فارس پر غالب آ گئے۔ اب مسلمانوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، تم نے چھ سال کیوں مقرر کیے، اس لیے کہ اللہ نے تو ﴿ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ﴾ فرمایا ہے (یعنی رومی تین سے لے کر نو سال کے عرصہ میں غالب آئیں گے)، تو اس موقع پر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔[ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة الروم: ۳۱۹۴]

وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚۖ وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ اَوَ لَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝

''اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ وہ دنیا کی زندگی میں سے

ظاہر کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے، وہی غافل ہیں۔ اور کیا انھوں نے اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اسے پیدا نہیں کیا مگر حق اور ایک مقرر وقت کے ساتھ اور بے شک بہت سے لوگ یقیناً اپنے رب سے ملنے ہی کے منکر ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کے تمام افعال اور فیصلے اس کے نزدیک معلوم حکمت و مصلحت کے مطابق انجام پاتے ہیں، لیکن اکثر و بیشتر لوگ اپنی جہالت و نادانی اور کائنات میں غور و فکر کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے اس حکمت و مصلحت کو سمجھ ہی نہیں پاتے، جبکہ دنیاوی مفادات کو سمجھنے اور انھیں حاصل کرنے میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ انھیں جب کوئی مادی فائدہ نظر آتا ہے تو کبھی نہیں چوکتے، لیکن فکرِ آخرت سے یکسر غافل ہوتے ہیں۔ انھیں یہ سوچنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی کہ قیامت بھی آئے گی اور اس دنیا میں انسان کو اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ اخروی زندگی کی کامیابی کے لیے کوشش کرے اور آخرت سے ان کی اس غفلت کا سبب بعث بعد الموت پر عدم ایمان ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ اپنی ذات میں کیوں نہیں غور کرتے کہ جس خالق و مالک نے انھیں پہلی بار پیدا کیا اور پھر ایک محدود زندگی کے بعد انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا، کیا وہ انھیں دوبارہ پیدا کر کے ان کی دنیا کی زندگی کے اعمال کا حساب لینے پر قادر نہیں ہوگا؟ اسی حقیقت کی مزید تاکید کے طور پر آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو معلوم مقصد کی خاطر پیدا کیا ہے اور ان کی بقا کی مدت محدود ہے، جب وہ مدت پوری ہو جائے گی تو یہ ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی اور تمام جن و انس کو میدانِ محشر میں اللہ کے سامنے جمع ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا، لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر اس حقیقت کے منکر ہیں۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَىٰ أَن كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ ﴿١٠﴾ ع

"اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے اور انھوں نے زمین کو پھاڑا اور اسے آباد کیا اس سے زیادہ جو انھوں نے اسے آباد کیا ہے اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔ پھر ان لوگوں کا انجام جنھوں نے برائی کی بہت برا ہی ہوا، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑایا

کرتے تھے۔‘‘

بعث بعد الموت کے منکرین سے کہا جا رہا ہے کہ وہ ان گزشتہ قوموں کے علاقوں میں جا کر عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے، جنھیں اللہ نے ان کے کفر و سرکشی اور انکار آخرت کی وجہ سے ہلاک کر دیا تھا۔ وہ لوگ بڑے طاقتور تھے، انھوں نے زمین کو پھاڑ کر اس سے خوب فائدہ اٹھایا تھا، اس میں کاشت کی، اس سے قسم قسم کے معادن نکالے، بڑی بڑی عمارتیں بنائیں۔ مختلف قسم کی چیزیں ایجاد کیں اور دنیاوی زندگی سے خوب مستفید ہوئے، یہاں تک کہ اپنی شہوتوں کے غلام بن گئے۔ اپنے خالق کو یکسر بھول گئے اور آخرت ان کی آنکھوں سے اوجھل ہوگئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے ان کی ہدایت کے لیے رسولوں کو معجزات اور کھلی نشانیاں دے کر بھیجا، لیکن انھوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور اپنے کفر و سرکشی پر جمے رہے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ ان کا یہ انجام بد ان کے برے اعمال کا نتیجہ تھا، انھوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تھا، اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا۔ یہ سلوک ان کے ساتھ دنیا میں ہوا، آخرت میں ان کا انجام بدترین ہوگا کہ جہنم میں گھسیٹ کر ڈال دیے جائیں گے۔ اس لیے کہ دنیا میں وہ لوگ اللہ کی آیات کی تکذیب کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۱۰] ’’اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے، جیسے وہ اس پر پہلی بار ایمان نہیں لائے اور انھیں چھوڑ دیں گے، اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ﴾ [الصف : ۵] ’’پھر جب وہ ٹیڑھے ہوگئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔‘‘

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱

’’اللہ خلق کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ بنائے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔‘‘

یعنی وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوقات کا رب ہے، اسی نے انسان کو پہلی بار پیدا کیا ہے، وہ موت دینے کے بعد دوبارہ انھیں زندہ کرنے پر قادر ہے اور وہی انھیں دوبارہ زندہ کر کے حساب و جزا کے لیے جمع کرے گا۔

وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۱۲ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآىِٕهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَ كَانُوْا بِشُرَكَآىِٕهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝۱۳

’’اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم ناامید ہو جائیں گے۔ اور ان کے لیے ان کے شریکوں میں سے کوئی سفارش کرنے والے نہیں ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں سے منکر ہو جائیں گے۔‘‘

جو لوگ دنیا میں اللہ، اس کے رسول اور اس کے دین کے سلسلے میں جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں، جب میدانِ محشر میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تو اللہ کی رحمت سے یکسر ناامید ہو جائیں گے اور ایسے مبہوت ہو جائیں گے کہ ان کی زبانیں گنگ ہو جائیں گی اور جن معبودانِ باطلہ کی دنیا میں پرستش کرتے رہے تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ اللہ کے نزدیک ان کے سفارشی بنیں گے وہ اس دن ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔ اس لیے ان کی ناامیدی اور بڑھ جائے گی اور اسی ہجوم یاس و نومیدی میں ان جھوٹے معبودوں کا انکار کریں گے، لیکن اس انکار کا انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىٕذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓىٕكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

’’اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن وہ الگ الگ ہو جائیں گے۔ پھر جو لوگ تو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے سو وہ عالی شان باغ میں خوش وخرم رکھے جائیں گے۔ اور رہ گئے وہ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو وہ عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے۔‘‘

مرحلۂ حساب سے گزرنے کے بعد مومن و کافر الگ الگ ہو جائیں گے۔ مومنوں کو جنت میں بھیج دیا جائے گا اور کافروں کو جہنم کے سپرد کر دیا جائے گا، پھر وہ کبھی جمع نہیں ہوں گے۔ اسی کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا کی زندگی میں ایمان لائے ہوں گے اور اعمال صالحہ کیے ہوں گے وہ جنت کے باغات میں شاداں و فرحاں ہوں گے اور جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہوگی اور اللہ کی آیتوں اور یومِ آخرت کو جھٹلایا ہوگا انھیں ایسے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا جو نہ ہلکا ہوگا اور نہ کبھی ختم ہوگا۔ الغرض قیامت کے دن صالح مومن اور کافر ایک جگہ نہیں ہوں گے۔ مومن کے رہنے کی جگہ جنت ہوگی اور کافر کا ٹھکانا دوزخ ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴾ [الشوریٰ : ۷] ’’اور اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی قرآن وحی کیا، تاکہ تو بستیوں کے مرکز (مکہ) کو ڈرائے اور ان لوگوں کو بھی جو اس کے ارد گرد ہیں اور تو اکٹھا کرنے کے دن سے ڈرائے جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔‘‘

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ عزوجل فرمائے گا کہ فرشتے سفارش کر چکے، انبیاء بھی سفارش کر چکے اور مومن بھی سفارش کر چکے، اب ارحم الراحمین کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا، چنانچہ اللہ تعالیٰ
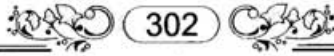
ایک مٹھی بھر کر جہنم سے ایسے لوگوں کو نکالیں گے جنھوں نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی ہو گی۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب معرفة طریق الرؤیة : ۱۸۳]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں داخل فرمائیں گے تو موت کو سینہ سے پکڑ کر لایا جائے گا اور ایک ایسی دیوار پر کھڑا کر دیا جائے گا جو اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان واقع ہو گی، پھر پکارا جائے گا، اے جنت والو! وہ گھبرائے ہوئے متوجہ ہوں گے۔ پھر پکارا جائے گا، اے جہنم والو! وہ خوشی سے متوجہ ہوں گے، وہ شفاعت کی امید کر رہے ہوں گے۔ پھر اہل جنت اور اہل جہنم سے پوچھا جائے گا، کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ دونوں فریق جواب دیں گے، ہاں! ہم اسے خوب پہچانتے ہیں، یہ موت ہے جسے (دنیا میں) ہم پر مسلط کیا گیا تھا۔ چنانچہ اسے (سب کے سامنے) دیوار پر لٹا دیا جائے گا، جو جنت اور جہنم کے درمیان ہو گی اور ذبح کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اعلان کیا جائے گا، اے جنت والو! تم ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے، اب موت نہیں ہے اور اے جہنم والو! تم ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہو گے، اب موت نہیں ہے۔'' [ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی خلود أهل الجنة و أهل النار : ۲۵۵۷]

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝۱۷ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝۱۸

''پس اللہ کی تسبیح ہے، جب تم شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو۔ اور اسی کے لیے سب تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور پچھلے پہر اور جب تم ظہر کے وقت میں داخل ہوتے ہو۔''

ان آیات کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ صبح و شام، دوپہر اور سہ پہر کے وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرنی چاہیے۔ یہ چار اوقات چار نمازوں کے اوقات بھی ہیں، یعنی مغرب، فجر، عصر اور ظہر۔ ان نمازوں کے ادا کرنے سے آیات زیر تفسیر میں اشارتاً جو احکام پائے جاتے ہیں ان کی تعمیل ہو جاتی ہے۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝۱۹

ع ۲

''وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔''

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ بے جان سے جان دار کو، جان دار سے بے جان کو اور زمین سے نباتات کو نکالتا ہے اسی طرح قیامت کے دن تمام انسانوں کو زمین سے نکالے گا۔ جن لوگوں کی سمجھ میں دوبارہ زندہ ہونا نہیں آتا انھیں ان

مثالوں پر غور کرنا چاہیے۔ جو اللہ یہ کام کر سکتا ہے وہ مردوں کو بھی دوبارہ پیدا کر سکتا ہے، وہی تمھیں تمھاری قبروں سے دوبارہ نکالنے پر یقیناً قادر ہے۔

يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ : جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ښ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴾ [یٰس : ۳۳، ۳٤] ”اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا تو وہ اسی میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ بنائے اور ان میں کئی چشمے پھاڑ نکالے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ [الحج : ۵ تا ۷] ”اور تو زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے اور ہر خوبصورت قسم میں سے اگاتی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور (اس لیے) کہ بے شک وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور (اس لیے) کہ بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور (اس لیے) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔“

سیدنا ابو رزین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا نشانی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تو کبھی ایسی وادی سے گزرا ہے جو قحط سالی کی وجہ سے بنجر بنا دی گئی ہو؟“ میں نے کہا کہ کیوں نہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پھر (دوبارہ) تو اسی وادی سے گزرا ہو کہ وہ سرسبز لہلہا رہی ہو؟“ میں نے کہا کہ کیوں نہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا اور یہی اس کی مخلوق میں اس کی نشانی ہے۔“ [مستدرک حاکم : ٤/ ٥٦٠، ح : ٨٦٨٢]

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝

”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھیں حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر اچانک تم بشر ہو، جو پھیل رہے ہو۔“

انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر اس کے قادر ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے، یعنی آدم سے یا نطفہ سے جس کی اصل مٹی ہوتی ہے اور بظاہر مٹی اور انسان کی ذات و صفات کے درمیان کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی ہے۔ پھر وہ محض اللہ کی قدرت سے ناطق و متحرک انسان بن کر زمین میں پھیل گیا، اپنے وجود سے کرۂ ارضی کو بھر دیا، قلعے بنائے، شہروں کو آباد کیا، خشکی اور تری کے راستے طے کیے، مال و دولت کے حصول کے لیے قریہ قریہ، بستی بستی چھان ماری اور مختلف علوم و فنون ایجاد کیے۔ یہ ساری صلاحیتیں اور قدرتیں مٹی کے بنے جسم میں کس نے ودیعت

کیں؟ اس کا جواب یقیناً اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اللہ کی ذات ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف (جا کر) آرام پاؤ اور اس نے تمھارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔''

انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے اسی کی جنس سے اس کی بیوی کو پیدا کیا، تاکہ وہ اس کے قرب و اتصال سے سکون و راحت حاصل کرے۔ اس لیے کہ مجانست محبت و مؤانست کا باعث ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی کا کرشمہ ہے کہ جن دو مرد و عورت میں کبھی ملاقات نہیں ہوئی ہوتی، کوئی رشتہ داری نہیں ہوتی، ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت موجزن ہو جاتی ہے اور رحمت و ہمدردی کے سوتے پھوٹ پڑتے ہیں اور وہ ایک دوسرے پر جان نثار کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ سب محض اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو محبت کرنے والوں کے لیے نکاح جیسی (یعنی نکاح سے بہتر) کوئی چیز نہیں دیکھی گئی۔'' [ابن ماجه، كتاب النكاح، باب ما جاء في فضل النكاح : ۱۸٤۷]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا ہے، جسے اس نے تمام زمین سے جمع فرمایا تھا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کی اولاد اس مٹی کے لحاظ سے ہوئی ہے، کئی سرخ ہیں اور کئی سفید، کئی سیاہ ہیں اور کئی ان کے بین بین، کئی نرم خو ہیں اور کئی سخت طبیعت، کئی بری طبیعت کے مالک ہوتے ہیں اور کئی اچھی اور عمدہ طبیعت والے۔'' [أبو داؤد، كتاب السنة، باب في القدر : ٤٦٩٣۔ ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة البقرة : ۲۹۵۵]

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾

''اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا اور تمھاری زبانوں اور تمھارے رنگوں کا الگ الگ ہونا ہے۔ بے شک اس میں جاننے والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔''

اس کے قادر مطلق اور وحدہ لا شریک لہ ہونے کی یہ بھی دلیل ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان میں پائی

جانے والی تمام عجیب وغریب مخلوقات کو پیدا کیا ہے، اس نے انسانوں کو ہزاروں قسم کی بولیاں اور زبانیں سکھائیں اور ہر زبان کو دوسری زبان سے ممیّز کیا کہ کبھی ایک زبان دوسری کے ساتھ خلط ملط نہیں ہوتی۔ اس کے قادر مطلق ہونے کی یہ بھی دلیل ہے کہ تمام بنی نوع انسان کی اصل ایک ہی ہونے کے باوجود قوموں کے رنگ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور ہر فرد اپنے چہرے مہرے میں دوسرے سے الگ ہوتا ہے۔ کوئی دو فرد و بشر بھی بالکل ایک جیسے نہیں ہوتے۔ یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کی اور اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ ذات برحق انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾

’’اور اس کی نشانیوں میں سے تمھارا دن اور رات میں سونا اور تمھارا اس کے فضل سے (حصہ) تلاش کرنا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے بعث بعد الموت پر قادر ہونے کی یہ بھی دلیل ہے کہ لوگ رات میں یا دن کے وقت آرام کرنے کے لیے سو جاتے ہیں اور پھر اٹھ بیٹھتے ہیں، تاکہ حصول رزق کے لیے کوشش کریں، آدمی کا سو جانا موت ہی کی ایک قسم ہے اور پھر اللہ کی قدرت ومشیت سے جاگ جانا موت کے بعد زندہ ہونے کے مترادف ہے۔ یقیناً اس میں غور وفکر کرنے والوں اور حق کی آواز پر کان دھرنے والوں کے لیے کئی نشانیاں ہیں، جو انھیں آخرت اور جزا وسزا پر ایمان لانے کی دعوت دیتی ہیں۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

’’اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمھیں خوف اور طمع کے لیے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی اتارتا ہے، پھر زمین کو اس کے ساتھ اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔‘‘

اللہ کے بعث بعد الموت پر قادر ہونے کی یہ بھی نشانی ہے کہ جب اس کی قدرت ومشیت سے فضا میں بجلی چمکتی ہے تو زمین پر رہنے والے انسان ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ بجلی اپنے اندر کوئی ’’صاعقہ‘‘ نہ چھپائے ہوئے ہو جو گر کر ہمیں ہلاک کر دے اور امید بھی لگائے ہوتے ہیں کہ شاید یہ بارانِ رحمت کا پیش خیمہ ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم وکرم

کرتے ہوئے بارش بھیج دیتا ہے، تو مردہ زمین میں جان آ جاتی ہے، پودے لہلہا اٹھتے ہیں اور کھیتیاں آباد ہو جاتی ہیں۔ یہ ساری باتیں عقل وخرد والوں کو دعوتِ فکر ونظر دیتی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [آل عمران: ۱۹۰، ۱۹۱] ''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔''

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا : گویا بجلی واقعی ایسی چیز ہے جس سے ڈرا جائے۔ بجلی جب گرتی ہے تو جس چیز پر گرتی ہے اسے تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ بعض اوقات بجلی سے آنکھوں کی بینائی بھی زائل ہو جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴾ [النور: ۴۳] ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ بادل کو چلاتا ہے، پھر اسے آپس میں ملاتا ہے، پھر اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے اور وہ آسمان سے ان پہاڑوں میں سے جو اس میں ہیں، کچھ اولے اتارتا ہے، پھر انھیں جس کے پاس چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے اور انھیں جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے۔''

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝۲۵

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمھیں زمین سے ایک ہی دفعہ پکارے گا تو اچانک تم نکل آؤ گے۔''

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ مطلقہ کی یہ بھی دلیل ہے کہ اس نے جب سے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے، بغیر کسی ظاہری سہارے کے اللہ کے حکم سے دونوں اپنی اپنی جگہ قائم ہیں۔ قیامت تک نہ آسمان گر سکتا ہے اور نہ زمین نیچے جا سکتی ہے۔ پھر جب اللہ کے حکم سے اسرافیل صور پھونکیں گے تو تمام انسان بغیر کسی توقف کے پوری تیزی کے ساتھ اپنی قبروں اور زمین کے گوشے گوشے سے نکل کر میدانِ محشر کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۬ وَلَىِٕنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴾ [فاطر : ٤١] ''بے شک اللہ ہی آسمانوں کو اور زمین کو تھامے رکھتا ہے، اس سے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹیں اور یقیناً اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے بعد کوئی ان دونوں کو نہیں تھامے گا، بے شک وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے۔''

ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ۬ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ۬ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ [القمر : ٦ تا ٨] ''سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴾ [طٰه : ١٠٨] ''اس دن وہ پکارنے والے کے پیچھے چلے آئیں گے، جس کے لیے کوئی کجی نہ ہو گی اور سب آوازیں رحمان کے لیے پست ہو جائیں گی، سو تو ایک نہایت آہستہ آواز کے سوا کچھ نہیں سنے گا۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر صور میں پھونکا جائے گا اور جو جو اس کی آواز سنے گا وہ اپنی گردن ایک طرف جھکا دے گا اور دوسری طرف سے اونچی کر دے گا (یعنی گر پڑے گا) سب سے پہلے صور کی آواز وہ شخص سنے گا جو اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہو گا، وہ بے ہوش ہو جائے گا اور پھر دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا، جو شبنم کا کام دے گی اور اس سے لوگوں کے بدن تیار ہو جائیں گے، پھر دوسری بار صور میں پھونکا جائے گا تو لوگ فوراً اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔'' [مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعة، باب في خروج الدجال و مكثه في الأرض ...... الخ : ٢٩٤٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا، جس سے لوگوں کے جسم اس طرح (زمین سے) اگ پڑیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعة، باب ما بين النفختين : ٢٩٥٥]

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۟ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۟ ع

''اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اسی کا ہے، سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔ اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے،

پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات پائی جاتی ہیں سب اس کی مملوک ہیں، اسی نے انھیں پیدا کیا ہے اور وہی ان کا مالک ہے، وہ جس طرح چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے۔ سب کی گردنیں اس کے حکم کے لیے جھکی ہوتی ہیں اور سب اس کے لیے اپنی بندگی کے معترف ہیں۔ وہ جس کو چاہتا ہے بغیر کسی سابقہ نمونے کے لفظ ”کن“ کے ذریعے سے پیدا کرتا ہے اور اس کا وقت مقرر آ جانے کے بعد اسے دنیا سے اٹھا لے گا اور پھر قیامت کے دن اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔ یہ کام اس کے لیے بہت ہی آسان ہے، کیونکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی بار سے آسان ہوتا ہے اور یہ بات انسانی عقل وفہم کو مد نظر رکھتے ہوئے کہی جا رہی ہے، ورنہ اللہ کی قدرت میں کوئی چیز کسی دوسری چیز سے زیادہ آسان نہیں ہے۔ اس کے کلمہ ”کن“ کے ذریعے سے ہر چیز بلا تاخیر وجود میں آ جاتی ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ و ارفع صفت و تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، کوئی مخلوق اپنی کسی صفت میں اس کی مانند نہیں ہو سکتی۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے ابن آدم جھٹلاتا ہے، حالانکہ اسے یہ نہیں چاہیے تھا اور وہ مجھے گالی دیتا ہے اور یہ بھی اسے لائق نہ تھا۔ اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جس طرح اللہ نے مجھے پہلی بار پیدا کیا اس طرح وہ دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ حالانکہ میرے لیے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کی اولاد ہے، حالانکہ میں احد اور صمد ہوں، میری نہ کوئی اولاد ہے، نہ ماں باپ اور نہ میرا کوئی ہمسر ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسير، باب : ٤٩٧٤]

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

”اس نے تمھارے لیے خود تمھی میں سے ایک مثال بیان کی ہے، کیا تمھارے لیے ان (غلاموں) میں سے جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہیں، کوئی بھی اس رزق میں شریک ہیں جو ہم نے تمھیں دیا ہے کہ تم اس میں برابر ہو، ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح تم اپنے آپ سے ڈرتے ہو۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کے لیے کھول کر آیات بیان کرتے

ہیں جو سمجھتے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا وہ جانے بغیر اپنی خواہشوں کے پیچھے چل پڑے، پھر اسے کون راہ پر لائے جسے اللہ نے گمراہ کر دیا ہو اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید کے لیے انسانوں کے حالات زندگی سے ماخوذ ایک مثال پیش کی ہے کہ جب تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تمھارے غلام اور نوکر چاکر، جو تمھارے ہی جیسے انسان ہیں، وہ تمھارے مال و دولت میں شریک اور تمھارے برابر ہو جائیں، تو پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ کے بندے، چاہے وہ فرشتے ہوں، پیغمبر ہوں، اولیاء وصلحاء ہوں، یا شجر و حجر کے بنائے ہوئے معبود، وہ اللہ کے ساتھ شریک ہو جائیں، جب کہ وہ بھی اللہ کے غلام اور اس کی مخلوق ہیں؟ یعنی جس طرح پہلی بات نہیں ہو سکتی، دوسری بھی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ عقل و ہوش والوں کے لیے اپنی وحدانیت کے دلائل یونہی کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ ان میں غور کر کے شرک سے تائب ہوں اور صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔ ان تمام کھلی نشانیوں کے باوجود جو لوگ ایمان نہیں لاتے تو اس کی وجہ اپنی خواہشات کی اتباع ہے اور جسے اللہ اس کے کرتوتوں کی وجہ سے گمراہ کر دے اسے کون ہدایت دے سکتا ہے اور اس سے اللہ کے عذاب کو کون ٹال سکتا ہے؟

هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین تلبیہ اس طرح پڑھا کرتے تھے: « لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ » ''اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس کے جسے تو نے اپنا شریک بنا لیا ہو، تو ہی اس کا مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب التلبیة و صفتها و وقتها : ۱۱۸۵]

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۲۰] ''اور انھوں نے کہا اگر رحمان چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔ انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں، وہ تو صرف اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ مَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴾ [یونس : ۶۶] ''سن لو! بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور جو لوگ اللہ کے غیر کو پکارتے ہیں وہ کسی بھی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے۔ وہ پیروی نہیں کرتے مگر گمان کی اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔''

فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ : یعنی کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انھیں بچا سکے اور کوئی

نہیں جو اس کی گرفت سے انھیں چھڑا سکے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملیں گے تو آزر کے چہرے پر گرد و غبار اور سیاہی ہوگی۔ ابراہیم علیہ السلام اس سے فرمائیں گے، کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کریں؟ وہ کہے گا، آج میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے، یا رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جس دن لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے، اس دن تو مجھے رسوا نہیں کرے گا، تو اس سے بڑھ کر رسوائی کیا ہوگی کہ میرا باپ رحمت سے دور (جہنم میں جا رہا) ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے۔ پھر فرمایا جائے گا، ابراہیم! آپ کے قدموں میں کیا ہے؟ وہ دیکھیں گے تو نجاست میں لتھڑا ہوا ایک بجو نظر آئے گا جسے ٹانگوں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ واتخذ الله إبراهيم خليلاً ﴾ : ۳۳۵۰]

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳۰﴾

''پس تو ایک طرف کا ہو کر اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا رکھ، اللہ کی اس فطرت کے مطابق، جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

یعنی جب اتنے سارے دلائل و براہین کے ذریعے سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق و مالک اور قادر مطلق ہے اور اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں، تو اے میرے نبی! اور اے مسلمانو! تم سب تمام باطل ادیان سے رخ موڑ کر پورے طور پر دین اسلام پر قائم ہو جاؤ جس کی بنیاد توحید اور عمل صالح پر ہے اور جو اللہ کا وہ دین فطرت ہے جس پر اس نے تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو عقیدۂ توحید اور دین اسلام پر پیدا کرتا ہے، لیکن خارجی عوارض و موانع کے سبب بہت سے لوگ اس امر فطری سے برگشتہ ہو جاتے ہیں اور کفر و شرک کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا : ''حَنِيْفًا'' سے مراد یہ ہے کہ چہرے کا رخ صرف دینِ اسلام کی طرف رہے۔ دین کے معاملہ میں اسلام کے علاوہ کسی اور ضابطہ یا کسی دوسرے کے وضع کردہ قوانین کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ دینِ اسلام کے علاوہ اس کے بندے کسی ضابطہ، دستور یا قانون پر عمل کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ [آل عمران : ۱۹] ''بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۸۵] ''اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں

سے ہو گا۔'' اللہ تعالیٰ کو صرف دین اسلام پسند ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدۃ : ۳] ''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔'' صرف دین اسلام ہی صراط مستقیم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۱٦۱] ''کہہ دے بے شک مجھے تو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دی ہے، جو مضبوط دین ہے، ابراہیم کی ملت، جو ایک ہی طرف کا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔''

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دس خصلتیں فطرت میں سے ہیں: ① مونچھیں کاٹنا۔ ② داڑھی کو چھوڑ دینا۔ ③ مسواک کرنا۔ ④ وضو کرتے وقت ناک میں پانی ڈالنا۔ ⑤ ناخن کاٹنا۔ ⑥ انگلیوں کے جوڑوں کا دھونا۔ ⑦ بغل کے بال نوچنا۔ ⑧ زیر ناف بال مونڈنا۔ ⑨ استنجا کرنا۔'' راوی مصعب بن شیبہ کہتا ہے کہ دسویں چیز مجھے بھول گئی ہے، شاید کہ وہ کلی کرنا تھی۔ [مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ : ۲٦۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر بچہ فطرت (یعنی اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے، کیا تم نے ان میں سے کوئی کان یا ناک کٹا ہوا کوئی بچہ دیکھا ہے؟'' اس کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو (تصدیق کے لیے) یہ آیت پڑھ لو: ﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ﴾ [الروم : ۳۰] ''اللہ کی اس فطرت کے مطابق، جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں، یہی سیدھا دین ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لا تبدیل لخلق اللہ ﴾ ...... الخ : ٤٧٧٥۔ مسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ ...... الخ : ۲٦٥٨]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کی اولاد کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا کیا تو وہ خوب جانتا تھا کہ وہ کیا اعمال کرنے والے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی أولاد المشرکین : ۱۳۸۳۔ مسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ ...... الخ : ۲٦٦۰]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پہلے میں کہتا تھا کہ مسلمانوں کی اولاد مسلمانوں کے ساتھ اور مشرکوں کی اولاد مشرکوں کے ساتھ ہے، پھر فلاں شخص نے فلاں آدمی کے واسطے سے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (مشرکوں) کے بچوں کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے اس چیز کو جو وہ (بعد ازاں)

کرتے۔‘‘ چنانچہ میں اس آدمی سے ملا اور اس نے مجھے یہ حدیث بیان کی تو میں نے اپنی بات کو چھوڑ دیا۔[مسند أحمد: ۵/ ۷۳، ح : ۲۰۷۲٤]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا: ’’پھر ہم ایک ایسے باغ میں آئے جو ہرا بھرا تھا، اس میں موسم بہار کے سب پھول تھے، اس باغ کے درمیان ایک بہت لمبا شخص کھڑا تھا، اتنا لمبا کہ میرے لیے اس کا سر دیکھنا دشوار تھا کہ وہ آسمان سے باتیں کرتا تھا اور اس کے ارگرد بہت سے بچے تھے کہ اتنے میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے...... تو ان دونوں (فرشتوں) نے کہا کہ وہ لمبا شخص جو باغ میں نظر آیا تھا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے گرد جو بچے ہیں تو وہ تمام بچے ہیں جو (بچپن ہی میں) فطرت پر مر گئے۔‘‘ اس پر بعض مسلمانوں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کیا مشرکین کے بچے بھی ان میں داخل ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہاں! مشرکین کے بچے بھی (ان میں داخل ہیں)۔‘‘ [بخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح : ۷۰٤۷]

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا: ’’سنو! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جو اس نے مجھے آج سکھایا ہے اور اس سے تم ناواقف ہو، وہ میں تمھیں سکھا دوں۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ) جو مال میں نے اپنے بندوں کو دیا ہے، وہ ان کے لیے حلال ہے (یعنی جو شریعت میں حرام نہیں ہے وہ حلال ہے) اور میں نے اپنے سب بندوں کو یک طرفہ و خالص دین پر پیدا کیا ہے، پھر ان کے پاس شیطان آئے اور انھوں نے انھیں ان کے دین سے گمراہ کیا اور جو چیزیں میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں وہ ان پر حرام کیں اور انھیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شرک کریں، جس کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین والوں پر نگاہ ڈالی اور سوائے چند اہل کتاب کے لوگوں کے عرب و عجم سب کو ناپسند فرمایا، وہ فرماتا ہے، (اے محمد!) میں نے تجھے اس لیے بھیجا ہے، تاکہ میں تیری آزمائش کروں اور تیرے ساتھ (تیری امت کی) آزمائش کروں۔ میں نے تجھ پر ایک کتاب اتاری ہے، جسے پانی نہیں دھوسکتا، تم سوتے اور جاگتے اس کی قراءت کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں قریش کو جلا دوں (یعنی قتل کر دوں)، تو میں نے کہا، اے میرے رب! (اگر میں نے ایسا کیا تو) وہ میرا سر کچل دیں گے اور روٹی کی طرح اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا، انھیں نکال دے جیسے انھوں نے تجھے نکالا، تو ان کے خلاف جہاد کر، ہم تیری مدد کریں گے اور تو خرچ کر، عنقریب تیرے امور پر خرچ کیا جائے گا اور تو (جہاد کے لیے) لشکر بھیج تو ہم اس جیسے پانچ لشکر بھیجیں گے اور جو لوگ تیری اطاعت کرتے ہیں، انھیں ساتھ ملا کر ان لوگوں سے لڑ جو تیری نافرمانی کرتے ہیں۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب الصفات التی یعرف بھا فی الدنیا : ۲۸٦۵]

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٣١﴾ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ

وَ كَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾

”اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور شرک کرنے والوں سے نہ ہو جاؤ۔ ان لوگوں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی گروہ ہو گئے، ہر گروہ اسی پر جو ان کے پاس ہے، خوش ہیں۔“

مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ دین اسلام پر ان کی ثابت قدمی پورے اخلاص کے ساتھ ہو اور وہ ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کریں، اس سے مغفرت طلب کرتے رہیں، اس سے ڈرتے رہیں اور اپنی نمازوں کی حفاظت کریں اور کسی حال میں بھی مشرکین میں سے نہ بنیں، جنھوں نے دین فطرت (دین اسلام) کو چھوڑ کر سیکڑوں باطل ادیان و مذاہب ایجاد کر لیے اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔ ہر گروہ یہ سوچ کر خوشی میں مگن رہنے لگا کہ اس کا دین سچا ہے، حالانکہ دین اسلام کے علاوہ کوئی بھی دین صحیح نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۹] ”بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا اور کئی گروہ بن گئے، تو کسی چیز میں بھی ان سے نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔“

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ : سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کفر و شرک اور (مسلمان) بندے کے درمیان فرق نماز کا چھوڑ دینا ہے۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلوة : ۸۲]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہمارے اور کافروں کے درمیان عہد نماز ہے، جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے کفر کیا۔“ [ترمذی، كتاب الإيمان، باب ما جاء فی ترك الصلوة : ۲۶۲۱]

عبد اللہ بن شقیق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نماز کے علاوہ اعمال میں سے کسی چیز کو چھوڑنا کفر نہیں سمجھتے تھے۔ [ترمذی، كتاب الإيمان، باب ما جاء فی ترك الصلوة : ۲۶۲۲]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔“ [بخاری، كتاب الإيمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلوة وآتوا الزكوة فخلوا سبيلهم ﴾ : ۲۵۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس ...... الخ : ۲۲]

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ﴾ [آل عمران : ۱۰۳] ”اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔“ اور فرمایا:

﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [آل عمران: ۱۰۵] ''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آ چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [البقرة : ۲۱۳] ''لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے، اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اتاری، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اس میں اختلاف انھی لوگوں نے کیا جنھیں وہ دی گئی تھی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں، آپس کی ضد کی وجہ سے، پھر جو لوگ ایمان لائے اللہ نے انھیں اپنے حکم سے حق میں سے اس بات کی ہدایت دی جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّا اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [يونس : ۱۹] ''اور نہیں تھے لوگ مگر ایک ہی امت، پھر وہ جدا جدا ہو گئے اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے طے ہو چکی تو ان کے درمیان اس بات کے بارے میں ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۵۲، ۵۳] ''اور بے شک یہ تمھاری امت ہے، جو ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، سو مجھ سے ڈرو۔ پھر وہ اپنے معاملے میں آپس میں کئی گروہ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ہر گروہ کے لوگ اسی پر خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۳] ''اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انبیاء علاتی بھائیوں (جو ایک باپ اور مختلف ماؤں کی اولاد ہوں) کی طرح ہیں کہ ان کی مائیں (یعنی شریعتیں) مختلف ہیں اور دین ایک ہے۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ واذكر في الكتب مريم إذ انتبذت من أهلها ﴾ : ۳۴۴۳۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب فضائل عيسى عليه السلام : ۱۴۵/ ۲۳۶۵]

وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

''اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے وہ اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتے ہیں، پھر جب وہ انھیں اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتا ہے تو اچانک ان میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔ تاکہ جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے اس کی ناشکری کریں، سو فائدہ اٹھالو کہ جلد ہی جان لو گے۔''

کفار مکہ اور دیگر اہل شرک کے سلوک و کردار میں عجیب تضاد پایا جاتا ہے کہ جب انھیں کوئی بیماری، کوئی پریشانی یا قحط سالی لاحق ہوتی ہے تو فوراً اللہ کے حضور رو رو کر دعائیں کرتے ہیں اور اپنے تمام باطل معبودوں کو بھول جاتے ہیں، اور جب اللہ ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے تکلیف کو دور کر دیتا ہے، تو ان میں یک لخت حیرت انگیز تبدیلی رونما ہو جاتی ہے، وہ اللہ کو چھوڑ کر اپنے بتوں کو پکارنے لگتے ہیں، اللہ کے تمام احسانات و انعامات کو یکسر بھول جاتے ہیں اور اس کی ناشکری کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں دھمکی دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے خوب مزے اڑا لو، تمھیں اپنی ناشکری اور شرکیہ اعمال کا انجام قیامت کے دن معلوم ہو جائے گا کہ جب تم ننگے بدن اور ننگے پاؤں اللہ کے سامنے جواب دینے کے لیے کھڑے ہوں گے اور اس کے مقابلے میں تمھارا کوئی یار و مددگار نہیں ہوگا۔

وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ :

ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴾ [النحل : ۵۳، ۵۴] ''اور تمھارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تمھیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف تم گڑگڑاتے ہو۔ پھر جب وہ تم سے اس تکلیف کو دور کر دیتا ہے تو اچانک تم میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک بنانے لگتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴾ [الزمر : ۸] ''اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے، اس حال میں کہ اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس (مصیبت) کو بھول جاتا ہے، جس کی جانب وہ اس سے پہلے پکارا کرتا تھا اور اللہ کے لیے کئی شریک بنا لیتا ہے، تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کر دے۔ کہہ دے اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے، یقیناً تو آگ والوں میں سے ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۶۵] ''پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں،

پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔"

اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾

"یا ہم نے ان پر کوئی دلیل نازل کی ہے کہ وہ بول کر وہ چیزیں بتاتی ہے جنھیں وہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا کرتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے شرک کے جواز میں کوئی حکم نازل نہیں فرمایا، کفار بے دلیل ہی شرک کر رہے ہیں اور اسے جائز سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا کہ اپنے شرک کے جواز میں کوئی دلیل پیش کرو، لیکن وہ دلیل پیش کرنے سے عاجز رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٤] "کہہ دے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔" اور فرمایا: ﴿ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [يوسف : ٤٠] "تم اس کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند ناموں کی، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کے بارے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت مت کرو، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

وَ اِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

"اور جب ہم لوگوں کو کوئی رحمت چکھاتے ہیں وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انھیں کوئی برائی پہنچتی ہے، اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو اچانک وہ ناامید ہو جاتے ہیں۔"

بالعموم بنی نوع انسان کا حال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے صحت و روزی اور دیگر نعمتوں سے نوازتا ہے، تو لوگوں کے سامنے فخر کرنے لگتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے اسے اپنی عقل و دانش کا نتیجہ بتانے لگتا ہے، لیکن جب اس کے کرتوتوں کی پاداش کی وجہ سے اس پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے، تو اللہ کی رحمت سے یک دم ناامید ہو جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴾ [الشورىٰ : ٤٨] "اور بے شک ہم، جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے

اور اگر انھیں اس کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی ہے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو بے شک انسان بہت ناشکرا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ [الشوریٰ : ۳۰] ''اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے۔''

اہل ایمان عام لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں، انھیں جب پریشانی لاحق ہوتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور جب اللہ کی کوئی نعمت ملتی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، جیسا کہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے، اس کا ہر کام اس کے لیے خیر (کا باعث) ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں، (وہ اس طرح) کہ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن أمرہٗ کلہ خیر : ۲۹۹۹]

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

''اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔''

رزق کا کشادہ کرنا یا تنگ کر دینا یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی میں یہ قدرت نہیں کہ کسی کے رزق میں فراخی کر دے، یا کسی کے رزق میں تنگی کر دے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی توحید کی زبردست نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی داتا نہیں اور نہ کسی کے پاس رزق کے خزانے ہیں کہ وہ ان میں سے کسی کو کچھ دے سکے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [الشوریٰ : ۱۲] ''اسی کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں ہیں، وہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ ! لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ » ''اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، یا اللہ ! تیری عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور تیری روکی ہوئی چیز کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کسی صاحب حیثیت کو اس کی حیثیت تیرے ہاں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلوۃ : ۸۴۴۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ : ۵۹۳]

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾

”پس قرابت والے کو اس کا حق دے اور مسکین کو اور مسافر کو۔ یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کا چہرہ چاہتے ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔“

جب وسائل رزق تمام تر اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں اور وہ جس پر چاہے اس کے دروازے کھول دیتا ہے تو اصحاب ثروت کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے وہ حق ادا کرتے رہیں جو ان کے مال میں ان کے مستحق رشتہ داروں، مساکین اور مسافروں کا رکھا گیا ہے۔ رشتہ دار کا حق اس لیے مقدم کیا کہ اس کی فضیلت زیادہ ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے اور اس کی عمر دراز کر دی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔“ [بخاري، كتاب الأدب، باب من بسط له في الرزق لصلة الرحم : ٥٩٨٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها : ٢٥٥٧]

سیدنا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسکین پر صدقہ کرنے کا تو ایک ثواب ہے، یعنی صرف صدقے کا، جب کہ رشتہ دار پر صدقہ کرنے کا دوہرا ثواب ہے، صدقے کا بھی اور صلہ رحمی کا بھی۔“ [ترمذي، كتاب الزكاة، باب ما جاء في الصدقة على ذي القرابة : ٦٥٨]

وَ مَاۤ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۠ فِيْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ مَاۤ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾

”اور جو کوئی سودی قرض تم اس لیے دیتے ہو کہ لوگوں کے اموال میں بڑھ جائے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا اور جو کچھ تم زکوٰۃ سے دیتے ہو، اللہ کے چہرے کا ارادہ کرتے ہو، تو وہی لوگ کئی گنا بڑھانے والے ہیں۔“

وَ مَاۤ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۠ فِيْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ : یعنی سود سے بظاہر اضافہ معلوم ہوتا ہے، لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس کی نحوست بالآخر دنیا و آخرت میں تباہی کا باعث ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور متعدد صحابہ و تابعین نے اس آیت میں ”رِبًا“ سے مراد سود (بیاج) نہیں بلکہ وہ ہدیہ اور تحفہ لیا ہے جو کوئی غریب آدمی کسی مال دار کو یا رعایا کا کوئی فرد بادشاہ یا حکمران کو اور ایک خادم اپنے مخدوم کو اس نیت سے دیتا ہے کہ وہ اس کے بدلے میں مجھے اس سے زیادہ دے گا۔ اسے ”رِبًا“ سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ دیتے وقت اس میں اضافے کی نیت ہوتی ہے۔ یہ اگرچہ مباح ہے، تاہم اللہ کے ہاں اس پر اجر نہیں ملے گا۔ ﴿ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ اس سے اسی اخروی اجر کی نفی ہے۔ اس سے نیوتا کی رقم اور سلامی کا عدم جواز بھی ثابت ہوتا ہے جو شادی بیاہ کے موقع پر رشتے دار ایک دوسرے کو دیتے ہیں، اس

کی ابتدا شاید تعاون کے جذبے ہی سے ہوئی لیکن اب یہ قرض کی صورت اختیار کر گئی ہے جس کی ادائیگی ضروری سمجھی جاتی ہے اور عام طور پر اسے اضافے کے ساتھ ہی لوٹایا جاتا ہے، یوں اس میں سود کی آمیزش بھی ہو جاتی ہے، اس لیے اس رواج اور طریقے کو بھی شرعاً ختم کرنا ضروری ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سود زیادہ بھی ہو تو اس کا انجام بالآخر قلت ہی ہے۔'' [مسند أحمد : ۳۹۵/۱، ح : ۳۷۵۳۔ ابن ماجه، كتاب التجارات، باب التغليظ في الربا : ۲۲۷۹۔ مستدرك حاكم : ۳۷/۲، ح : ۲۲۶۲]

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیچنے والا اور خریدنے والا (سودا قائم رکھنے یا ختم کرنے کا) اس وقت تک اختیار رکھتے ہیں، جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں۔ اگر وہ سچ بولیں اور (سودے کی حقیقت کو) واضح کریں تو دونوں کو ان کے سودے میں برکت دی جاتی ہے اور اگر وہ (کوئی عیب وغیرہ) چھپا لیں (اور ایک دوسرے کو دھوکا دینے کی کوشش کریں) اور جھوٹ بولیں تو ان کے سودے کی برکت مٹ جاتی ہے۔'' [بخاری، كتاب البيوع، باب إذا كان البائع بالخيار : ۲۱۱۴۔ مسلم، كتاب البيوع، باب الصدق في البيع والبيان : ۱۵۳۲]

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ : یعنی جو مال اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے دیا جاتا ہے وہ اللہ کے ہاں کئی گنا ہو جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ۲۶۱] ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [البقرة : ۲۶۵] ''اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے دلوں کو ثابت رکھتے ہوئے خرچ کرتے ہیں، اس باغ کی مثال جیسی ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو، جس پر ایک زوردار بارش برسے تو وہ اپنا پھل دوگنا دے، پس اگر اس پر زور کی بارش نہ برسے تو کچھ شبنم۔ اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ حلال کمائی ہی کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ دینے والے کے لیے اس کو پالتا ہے، جیسے تم میں سے کوئی اپنا بچھیرا پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' [بخاری، كتاب الزكوة، باب الصدقة من كسب طيب ...... الخ : ۱۴۱۰۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها : ۱۰۱۴]

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع

"اللہ وہ ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تمھیں رزق دیا، پھر تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا، کیا تمھارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کرے؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے مشرک بندوں کو مخاطب کر کے زجر و توبیخ کے طور پر فرمایا کہ اللہ ہی نے تمھیں پیدا کیا ہے، تمھیں روزی دی ہے، وہی تمھیں ایک عمر مقرر گزار لینے کے بعد موت دے گا اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرے گا۔ تمھارے باطل معبودوں میں سے کوئی بھی ان باتوں کی قدرت نہیں رکھتا ہے، تو پھر تم ایک اللہ کے بجائے ان بتوں کی کیوں پرستش کرتے ہو؟ اللہ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے اور اس سے بہت ہی بالا و برتر ہے کہ جھوٹے معبود اس کے ساجھی بنائے جائیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ : یعنی اللہ ہی خالق ہے، دوسرا کوئی خالق نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۸۷] "اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ انھیں کس نے پیدا کیا تو بلاشبہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جاتے ہیں۔" کافروں کو بھی اعتراف تھا کہ ان کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے، لیکن پھر بھی وہ ان لوگوں کی پوجا کرتے تھے جنھوں نے ان کو تو کیا کسی بھی چیز کو پیدا نہیں کیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۳] "اور انھوں نے اس کے سوا کئی اور معبود بنا لیے، جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور اپنے لیے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ کسی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ اٹھائے جانے کے۔"

ثُمَّ رَزَقَكُمْ : کافروں کو بھی اعتراف تھا کہ رزق دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، لیکن پھر بھی وہ دوسروں کو اللہ کا شریک بناتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ [یونس : ۳۱] "کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے "اللہ" تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟" اور فرمایا: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖۗ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾

[العنكبوت : ٦٠] ’’اور کتنے ہی چلنے والے (جاندار) ہیں جو اپنا رزق نہیں اٹھاتے، اللہ انھیں رزق دیتا ہے اور تمھیں بھی اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ :یعنی موت و زیست اللہ ہی کے اختیار میں ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ﴾ [آل عمران : ١٤٥] ’’اور کسی جان کے لیے کبھی ممکن نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے، لکھے ہوئے کے مطابق جس کا وقت مقرر ہے۔‘‘

ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ :ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴾ [ق : ٤٣] ’’یقیناً ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔‘‘

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۴۱

’’خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہو گیا، اس کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا، تاکہ وہ انھیں اس کا کچھ مزہ چکھائے جو انھوں نے کیا ہے، تاکہ وہ باز آجائیں۔‘‘

برو بحر میں سب سے بڑا شر و فساد یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بنایا جائے، اس کی شریعت کو بالائے طاق رکھ کر زندگی گزاری جائے اور حلال و حرام کی تمیز ختم کر دی جائے، جس کے نتیجے میں لوگوں کی جان، مال اور عزت محفوظ نہیں رہتی اور ان کی شامتِ اعمال کے طور پر ان پر قحط سالی، مہنگائی، جنگ و جدل اور فتنہ و فساد کو مسلط کر دیتا ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ شاید ان دنیاوی سزاؤں سے متاثر ہو کر لوگ اللہ کی طرف رجوع کریں اور اپنے گناہوں سے تائب ہوں۔

گویا جب حدود قائم کی جائیں تو بہت سے لوگ محرمات کے ارتکاب سے باز آ جاتے ہیں اور جب معاصی اور محرمات کو ترک کر دیا جائے تو یہ آسمانوں اور زمین سے برکتوں کے حصول کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں نازل ہوں گے اور وہ اس وقت ہماری شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلے فرمائیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور اسلام یا تلوار کے سوا کچھ قبول نہیں کریں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ اس زمانے میں دجال اور اس کے پیروکاروں کو ہلاک کر دے گا اور یاجوج ماجوج کو بھی ختم کر دے گا تو زمین سے کہا جائے گا کہ اب تو اپنے پھل اگا اور اپنی برکت کو لوٹا دے تو اس وقت اتنے بڑے بڑے انار ہوں گے کہ ایک انار کو لوگوں کی ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے کے ساتھ سایہ حاصل کریں گے اور ایک اونٹنی کا دودھ لوگوں کی ایک جماعت کے لیے کافی ہو گا۔ [مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال : ۲۹۳۷]

اور یہ سب شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تنفیذ کی برکت کے باعث ہو گا، جب بھی عدل و انصاف قائم کر دیا جائے تو خیر و برکت

کی کثرت ہو جاتی ہے، جیسا کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بدکار انسان سے (جب وہ مر جاتا ہے تو) بندے، شہر، درخت اور جانور سبھی راحت محسوس کرتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت : ۶۵۱۲۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی مستریح و مستراح منه : ۹۵۰]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھا کہ دو آدمی آئے، ایک فقر و فاقہ کی شکایت لیے ہوئے تھا اور دوسرے کو راستوں کے غیر محفوظ ہونے کی شکایت تھی، تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہاں تک راستوں کے غیر محفوظ ہونے کا تعلق ہے تو بہت جلد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک قافلہ کسی محافظ کے بغیر (حیرہ سے) مکہ کی طرف چلے گا (اور اسے راستے میں کوئی خطرہ نہیں ہوگا) اور رہا فقر و فاقہ تو قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک (مال و دولت کی اتنی فراوانی نہ ہو جائے) کہ ایک شخص اپنا صدقہ لے کر کسی (غریب) کو تلاش کرے گا لیکن کوئی اسے لینے والا نہیں ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الزکوة، باب الصدقة قبل الرد : ۱۴۱۳]

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ۝۴۲

''کہہ دے زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، ان کے اکثر مشرک تھے۔''

نبی کریم ﷺ کی زبانی کفار مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ تم لوگ زمین میں گھوم کر ان قوموں کا انجام اپنی آنکھوں سے کیوں نہیں دیکھ لیتے جو تمھاری طرح مشرک تھے اور انھوں نے اپنے انبیاء کی دعوت توحید کا انکار کر دیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا تھا اور ان کی بستیوں کے کھنڈرات اب تک ان کی ذلت و رسوائی کی گواہی دے رہے ہیں۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَىِٕذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ۝۴۳

''پس تو اپنا چہرہ سیدھے دین کی طرف سیدھا کر لے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں، اس دن وہ جدا جدا ہو جائیں گے۔''

کفر و شرک کی تباہ کاریاں بیان کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو راہِ نجات، یعنی دین اسلام کی طرف بلایا گیا ہے کہ جس دین میں توحید کو مرکزی مقام حاصل ہے، کافر اگر اسے نہیں مانتے تو آپ ان کی پروا نہ کریں، بلکہ وہ خود اس پر ہر حال میں کاربند رہیں۔ قیامت سے پہلے ہر زمانہ میں ''دین قیم'' پر عمل کیا جائے۔ اس روزِ قیامت کے آنے سے پہلے جب فرصتِ عمل ختم ہو جائے گی اور لوگ دو جماعتوں میں بٹ جائیں گے، تو ایک جماعت جنت میں بھیج دی

جائے گی اور دوسری جہنم کے شعلوں کے حوالے کر دی جائے گی۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الروم : ۳۰] ''پس تو ایک طرف کا ہو کر اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا رکھ، اللہ کی اس فطرت کے مطابق، جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۙ ﴿۴۴﴾

''جو کفر کرے سو اس کا کفر اسی پر ہے اور جو کوئی نیک عمل کرے سو وہ اپنے ہی لیے سامان تیار کر رہے ہیں۔''

کفر کرنے والے اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں، ان کی بداعمالیوں کی سزا انھی کو بھگتنا ہوگی، ان کی سزا کسی دوسرے پر نہیں ڈالی جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۵] ''اور جو گمراہ ہوا تو اسی پر گمراہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔'' نیک عمل کرنے والے بھی اپنے آرام و سکون کا بندوبست کر رہے ہیں، کسی دوسرے کو ان کے اعمال کا فائدہ نہیں پہنچے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۲۴] ''اور جو شخص نیک کاموں میں سے (کوئی کام) کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے نقطے کے برابر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾

''تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، اپنے فضل سے جزا دے۔ بے شک وہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔''

یعنی محض نیکیاں دخول جنت کے لیے کافی نہیں ہوں گی، جب تک ان کے ساتھ اللہ کا فضل بھی شامل حال نہیں ہوگا۔ پس وہ اپنے فضل سے ایک ایک نیکی کا اجر دس سے سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ دے گا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا۔'' صحابہ نے عرض کی، کیا آپ کے اعمال بھی (آپ کو جنت میں نہیں لے جائیں گے)؟ فرمایا: ''ہاں! (میرے اعمال بھی مجھے جنت میں نہیں لے جائیں گے) الا یہ کہ اللہ اپنے فضل اور اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے۔'' [بخاري، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت : ۵۶۷۳]

﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّ لِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۴۶ ﴾

’’اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ ہواؤں کو خوش خبری دینے والیاں بنا کر بھیجتا ہے اور تاکہ تمھیں اپنی کچھ رحمت چکھائے اور تاکہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی قدرت مطلقہ کی ایک دلیل ’’ہوا‘‘ ہے، جسے اللہ بارش بھیجنے سے پہلے بطور خوش خبری بھیجتا ہے اور آدمی کو امید بندھ جاتی ہے کہ اب جلد ہی بارش ہوگی۔ ہوا کو اس طرح چلانے پر صرف اللہ قادر ہے، تاکہ بارانِ رحمت نازل کرکے لوگوں کے لیے ان کی روزی مہیا کرے اور تاکہ سمندر میں کشتیاں اس کے حکم سے ایک جگہ سے دوسری جگہ سامان تجارت لے کر منتقل ہوتی رہیں، لوگ مختلف ممالک میں تجارتی سامانوں کی خرید و فروخت کے ذریعے سے اپنی روزی حاصل کریں اور اپنے رب کا شکر ادا کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۵۷ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۵۷، ۵۸] ’’اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے، اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں، پھر اس سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور جو شہر پاکیزہ ہے اس کی کھیتی اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے (اس کی کھیتی) ناقص کے سوا نہیں نکلتی۔ اس طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں جو شکر کرتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً طَهُوْرًا ۝۴۸ لِّنُحْيِۦ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ۝۴۹ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ڮ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۴۸ تا ۵۰] ’’اور وہی ہے جس نے ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری کے لیے بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا۔ تاکہ ہم اس کے ذریعے ایک مردہ شہر کو زندہ کریں اور اسے اس (مخلوق) میں سے جو ہم نے پیدا کی ہے، بہت سے جانوروں اور انسانوں کو پینے کے لیے مہیا کریں۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے ان کے درمیان پھیر پھیر کر بیان کیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں، مگر اکثر لوگوں نے ناشکری کرنے کے سوا کچھ نہیں مانا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝۳۲ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰي ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾ [الشوریٰ : ۳۲، ۳۳] ’’اور اسی کی نشانیوں سے سمندر میں چلنے والے جہاز ہیں، جو پہاڑوں جیسے ہیں۔ اگر وہ چاہے ہوا

کو ٹھہرا دے تو وہ اس کی سطح پر کھڑے رہ جائیں۔ بے شک اس میں ہر ایسے شخص کے لیے یقیناً کئی نشانیاں ہیں جو بہت صبر کرنے والا، بہت شکر کرنے والا ہے۔‘‘

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے، پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جنھوں نے جرم کیا اور مومنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہی تھا۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے انبیاء ورسل کو اپنی پیغام رسانی کے لیے مبعوث کیا تھا اور ان کی تائید وتصدیق کے لیے انھیں آیات ومعجزات بھی دیے تھے، تو جن قوموں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا ہم نے انھیں ہلاک کر دیا اور جو لوگ ایمان لے آئے انھیں بچا لیا، اس لیے کہ مسلمانوں کی تائید ونصرت ہم نے اپنے اوپر فرض کر لی ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَ يَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

’’اللہ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں، پھر وہ اسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے جیسے چاہتا ہے اور وہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ پس تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے، پھر جب وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے برسا دیتا ہے تو اچانک وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ حالانکہ بے شک وہ اس سے پہلے کہ ان پر برسائی جائے، اس سے پہلے یقیناً ناامید تھے۔ سو اللہ کی رحمت کے نشانات کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بے شک وہی یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔‘‘

ان آیات میں بعث بعد الموت اور قیامت کے دن جزا وسزا کے عقیدے کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ہوا کو بھیجتا ہے جو بادل کو حرکت دیتی ہے اور وہ بادل اس کے حکم سے فضا میں اس کی حکمت ومصلحت کے مطابق پھیل

جاتا ہے۔ کہیں گہرا ہوتا ہے تو کہیں ہلکا، کہیں زیادہ ہوتا ہے تو کہیں کم۔ پھر اللہ تعالیٰ دوبارہ اس کے ٹکڑے بنا دیتا ہے، جن کے درمیان سے بارش کی بوندیں نکل نکل کر سطح زمین پر گرتی ہیں اور لوگ بارانِ رحمت پا کر خوشیاں منانے لگتے ہیں اور خشکی و قحط سالی کی وجہ سے انھیں جو حزن و ملال لاحق ہوتا ہے وہ دور ہو جاتا ہے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ جس طرح وہ باران رحمت کے ذریعے سے زمین کو زندگی دیتا ہے اور اس میں سبزے لہلہانے لگتے ہیں، اسی طرح وہ قیامت کے دن لوگوں کو دوبارہ زندگی عطا کرے گا۔ اس لیے کہ وہ ذاتِ برحق ہر چیز پر قادر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٧] ''اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے، اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں، پھر اس سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

وَ لَىِٕنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾

''اور یقیناً اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں، پھر وہ اس (کھیتی) کو زرد پڑی ہوئی دیکھیں تو یقیناً اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔''

اگر اللہ تعالیٰ کبھی لہلہاتے کھیتوں پر بطور آزمائش تیز و تند گرم یا سرد ہوا بھیج دیتا ہے، جو انھیں نیست و نابود کر دیتی ہے، تو کافر انسان اللہ کی تمام سابقہ نعمتوں کو بھول جاتا ہے اور یک دم ناشکری پر اتر آتا ہے، کہنے لگتا ہے کہ ہم نے تو کبھی خوشی دیکھی ہی نہیں، ہم تو ہمیشہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہی میں رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴾ [الواقعة : ٦٣ تا ٦٧] ''پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اگاتے ہو، یا ہم ہی اگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ضرور اسے ریزہ ریزہ کر دیں، پھر تم تعجب سے باتیں بناتے رہ جاؤ۔ کہ بے شک ہم تو تاوان ڈال دیے گئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔''

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاۗءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾

''پس بے شک تو نہ مردوں کو سناتا ہے اور نہ بہروں کو پکار سناتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر لوٹ جائیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت کے منکرین کفارِ مکہ کو مُردوں اور بہروں سے تشبیہ دی ہے اور نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ جس طرح مردے اور بہرے کسی کی پکار نہیں سنتے، اسی طرح یہ لوگ بھی آپ کی دعوت حق کو

قبول نہیں کریں گے اور آپ کی نصیحتوں کا انھیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اگر کوئی شخص رک کر پکارنے والے کی آواز سننا چاہے تو شاید وہ آواز اس کے دل پر اثر کر جائے، لیکن جو شخص اپنے کانوں کو بند کیے پیچھے مڑ کر بھاگتا ہی جائے تو اس سے کہاں امید کی جا سکتی ہے کہ پکارنے والے کی آواز اس پر اثر انداز ہوگی، جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ [الفرقان : ٤٤] ''یا تو گمان کرتا ہے کہ واقعی ان کے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں، وہ نہیں ہیں مگر چوپاؤں کی طرح، بلکہ وہ راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴾ [فاطر : ۱۳، ١٤] ''اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے مقتولین کو تین دن یوں ہی پڑا رہنے دیا، پھر آپ ان کے پاس تشریف لائے اور انھیں پکار کر کہا: ''اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عقبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اللہ کے وعدے کو سچا نہیں پایا؟ یقیناً میں نے تو اپنے رب کے وعدے کو سچا پا لیا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ کیسے سنیں گے اور کیا جواب دیں گے، یہ تو مردہ ہو چکے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں جو کہہ رہا ہوں اسے تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے، البتہ یہ بات ہے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب عرض مقعد المیت من الجنة و النار علیه ...... الخ : ٢٨٧٤]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنویں پر کھڑے ہو کر فرمایا: ''کیا جو کچھ تمھارے رب نے تم سے وعدہ کر رکھا تھا اسے تم نے سچا پا لیا؟'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں یہ اس وقت اسے سن رہے ہیں۔'' اس حدیث کا ذکر جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا: ''انھوں نے اب جان لیا ہوگا کہ جو کچھ میں نے ان سے کہا تھا وہ حق ہے۔'' پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴾ [النمل : ۸۰] ''بے شک تو نہ مردوں کو سناتا ہے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سناتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں۔'' اور یہ آیت بھی تلاوت کی: ﴿ وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ [فاطر : ۲۲] ''اور تو ہرگز اسے سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ۳۹۸۰، ۳۹۸۱۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء أهله علیه : ۹۳۲]

قرآنی آیت صریح دلیل ہے کہ آپ ﷺ مُردوں کو نہیں سنا سکتے، یہی حق ہے، مقتولین بدر کو سنانا وقتی طور پر خصوصیات رسالت میں سے تھا، اس پر دوسرے مُردوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

وَ مَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾

”اور نہ تو کبھی اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لانے والا ہے۔ تو نہیں سناتا مگر انھی کو جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، پھر وہ فرماں بردار ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اہل قریش کی مزید ایمانی ابتری بیان کرنے کے لیے ان کو اندھوں سے تشبیہ دی ہے کہ ان کے دل کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں اور گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں۔ انھیں آپ سیدھی راہ پر نہیں لا سکتے ہیں۔ آپ کی دعوت حق کو وہ لوگ قبول کریں گے، جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور حلقۂ بگوش اسلام ہو چکے ہیں، کیونکہ انھی کے دل و دماغ آپ کی آواز پر لبیک کہنے کے لیے تیار ہیں اور وہی ہماری نشانیوں میں غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ﴿۵۴﴾

”اللہ وہ ہے جس نے تمھیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد قوت بنائی، پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنا دیا، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا ہے، ہر چیز پر قادر ہے۔“

انسان اپنی زندگی کے جن مختلف مراحل سے گزرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر فرمایا ہے کہ انسان کی اصل تخلیق مٹی سے ہے، مٹی سے نطفہ، پھر لوتھڑا، پھر بوٹی بنا دی جاتی ہے، پھر ہڈیاں پیدا کر کے ان پر گوشت چڑھا دیا جاتا ہے، پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے، پھر جب وہ شکم مادر سے باہر آتا ہے تو انتہائی کمزور و نحیف اور کمزور قوتوں والا ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ پروان چڑھ کر بچہ بن جاتا ہے، پھر نوخیز، پھر نوجوان بن جاتا ہے اور کمزوری کے بعد طاقت کے یہی معنی ہیں، پھر انسان کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے اور پھر بڑھاپے کی آخری حدوں کو چھونے لگتا ہے اور طاقت کے بعد کمزوری کے یہی معنی ہیں، کیونکہ بڑھاپے میں ہمت، حرکت اور گرفت کمزور ہو جاتی ہے، بال سفید ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور ظاہری و باطنی صفات میں تبدیلی رونما ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ آخر انسان کو ان مراحل سے کون گزارتا ہے؟ مشرکین کے شرکاء تو یہ کام نہیں کر سکتے، تو وہ اللہ کے شریک کیسے ہو سکتے ہیں؟ وہ تو ایک تنکا اور ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، تو آخر وہ مشکل کشا کیسے بن گئے ہیں؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ﴿۱۰﴾ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا

خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [لقمان : ۱۰، ۱۱] ''اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ۞ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحج : ۷۳، ۷۴] ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔''

وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ۬ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ۞

''اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے۔''

قیامت کے دن کفر و شرک اور گناہوں کا ارتکاب کرنے والے مجرم دنیا کی زندگی کا غلط اندازہ لگائیں گے اور قسمیں کھا کر کہیں گے کہ وہ دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے، یا یہ کہ وہ دنیا میں بس ایک شام رہے، یا ایک صبح، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴾ [النازعات : ٤٦] ''گویا وہ جس دن اسے دیکھیں گے وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے، مگر دن کا ایک پچھلا حصہ، یا اس کا پہلا حصہ۔''

جس طرح انھوں نے قیامت کے دن دنیا کی زندگی کا غلط اندازہ لگایا اسی طرح انھوں نے دنیا میں بھی غلط اندازے کی بنیاد ہی پر غلط فیصلے کیے تھے اور ان غلط فیصلوں کی بنیاد پر وہ بھٹکتے رہے تھے۔ انھوں نے دنیا میں باطل کو حق قرار دیا اور بے دلیل اس کو اللہ کی طرف منسوب کرتے رہے۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ الْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ؗ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَ لٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۞

''اور وہ لوگ جنھیں علم اور ایمان دیا گیا کہیں گے کہ بلاشبہ یقیناً تم اللہ کی کتاب میں اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے

رہے، سو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے اور لیکن تم نہیں جانتے تھے۔“

جو اہل ایمان علماء دنیا میں منکرین قیامت کو ایمان و عمل کی دعوت دیتے رہے تھے اور کوشش کرتے رہے تھے کہ وہ لوگ آخرت پر ایمان لے آئیں، وہ ان کی کذب بیانی سن کر کہیں گے کہ تمھیں تو لوح محفوظ میں ثابت شدہ اللہ کے علم کے مطابق قیامت کے دن تک کی مہلت دی گئی تھی۔ آج وہی قیامت کا دن اور احتساب کی گھڑی ہے۔ اللہ نے اپنے وعدے کے مطابق تمام بنی نوع انسان کو دوبارہ زندہ کر کے میدان محشر میں جمع کر دیا ہے، جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

”تو اس دن ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا تھا ان کا عذر کرنا فائدہ نہ دے گا اور نہ انھیں معافی مانگنے کا موقع دیا جائے گا۔“

فرمایا کہ اس دن مشرکین، منکرین ربوبیت اور منکرین رسالت محمدیہ کا یہ عذر قابل قبول نہیں ہوگا کہ وہ اپنے جرائم کا ارتکاب جہالت و نادانی کی وجہ سے کرتے رہے تھے اور نہ انھیں دوبارہ مہلت دی جائے گی کہ توبہ اور عمل صالح کے ذریعے سے گزشتہ گناہوں کی تلافی کر لیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [التحریم : ۷] ”اے لوگو جنھوں نے کفر کیا! آج بہانے مت بناؤ، تم صرف اسی کا بدلہ دیے جاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾ [المؤمن : ۵۲] ”جس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا اور انھی کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے بدترین گھر ہے۔“

وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَ لَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر طرح کی مثال بیان کی ہے اور یقیناً اگر تو ان کے پاس کوئی نشانی لائے تو یقیناً وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ضرور ہی کہیں گے کہ تم نہیں ہو مگر جھوٹے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسانوں کی راہنمائی کے لیے اس قرآن مجید میں بہت سی مثالیں بیان کی ہیں، جو توحید باری تعالیٰ، صداقت انبیاء اور بعث بعد الموت جیسی حقیقتوں کی پوری وضاحت کرتی ہیں، کوئی شک و شبہ نہیں چھوڑتیں، لیکن اہل کفر و شرک کو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اگر آپ ان کے کہنے کے مطابق کوئی نشانی پیش بھی کر دیں گے تو عناد و سرکشی کی وجہ سے انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اور کہیں گے کہ یہ بھی کوئی جادو و دھوکا دہی ہے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ : قرآن مجید میں جو مثالیں اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ

سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴾ [البقرۃ : ۲٦۱] ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُهَا فِى السَّمَآءِ ۙ﴿۲۴﴾ تُؤۡتِىۡۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيۡنٍۢ بِاِذۡنِ رَبِّهَا ؕ وَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴾ [إبراھیم : ۲٤، ۲٥] ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے ایک پاکیزہ کلمہ کی مثال کیسے بیان فرمائی (کہ وہ) ایک پاکیزہ درخت کی طرح (ہے) جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی چوٹی آسمان میں ہے۔ وہ اپنا پھل اپنے رب کے حکم سے ہر وقت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَنۡ يَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّلَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَهٗ ؕ وَاِنۡ يَّسۡلُبۡهُمُ الذُّبَابُ شَيۡـئًـا لَّا يَسۡتَـنۡقِذُوۡهُ مِنۡهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالۡمَطۡلُوۡبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيۡزٌ ﴾ [الحج : ۷۳، ۷٤] ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡلِيَآءَ كَمَثَلِ الۡعَنۡكَبُوۡتِ ۖۚ اِتَّخَذَتۡ بَيۡتًا ؕ وَاِنَّ اَوۡهَنَ الۡبُيُوۡتِ لَبَيۡتُ الۡعَنۡكَبُوۡتِ ۘ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ شَىۡءٍ ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلۡكَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعۡقِلُهَاۤ اِلَّا الۡعٰلِمُوۡنَ ﴾ [العنکبوت : ٤۱ تا ٤۳] ''ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں مکڑی کی مثال جیسی ہے، جس نے ایک گھر بنایا، حالانکہ بے شک سب گھروں سے کمزور تو مکڑی کا گھر ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔ یقیناً اللہ جانتا ہے جسے وہ اس کے سوا پکارتے ہیں کوئی بھی چیز ہو اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور یہ مثالیں ہیں جو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور انھیں صرف جاننے والے ہی سمجھتے ہیں۔''

وَلَئِنۡ جِئۡتَهُمۡ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوۡلَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا مُبۡطِلُوۡنَ : کافر معجزہ کو کبھی معجزہ تسلیم نہیں کریں گے، بلکہ اسے کسی نہ کسی بہانے سے باطل قرار دیں گے۔ مثلاً جب انھوں نے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا معجزہ دیکھا تو اسے جادو قرار دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ ﴿۱﴾ وَاِنۡ يَّرَوۡا اٰيَةً يُّعۡرِضُوۡا وَيَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ ﴾ [القمر : ۱، ۲] ''قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (یہ)

ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔“

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾

”اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو نہیں جانتے۔“

نصیحت کی باتیں انھی لوگوں پر اثر کرتی ہیں جو کچھ جانتے اور سمجھتے بوجھتے ہیں، لیکن ہٹ دھرمی کی وجہ سے جن لوگوں کی سمجھ بوجھ بیکار ہوگئی ہو وہ کچھ نہیں جانتے اور نہ جاننا چاہتے ہیں۔ ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث ان کے دلوں میں صلاحیت ہی نہیں رہتی کہ وہ سمجھ سکیں اور حق کو پہچان سکیں۔ ضد اور ہٹ دھرمی کے نتیجہ میں دل پر مہر لگ جاتی ہے اور پھر کچھ سمجھ میں نہیں آتا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو وہ سیاہ نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ اس کے سارے دل پر چھا جاتا ہے۔“ [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة ويل للمطففين : ۳۳۳۴]

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

”پس صبر کر، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ لوگ تجھے ہرگز ہلکا نہ کر دیں جو یقین نہیں رکھتے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کافروں کی چالبازیوں سے ہوشیار کیا ہے اور فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ صبر و استقامت کے ساتھ اپنی ذمہ داری پوری کرتے رہیے اور یقین رکھیے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے، وہ اپنے رسولوں کو تنہا نہیں چھوڑتا، ان کی ضرور مدد کرتا ہے اور بالآخر دنیا میں عزت و غلبہ انھی کو حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۚ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴾ [الصافات : ۱۷۱، ۱۷۲] ”اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے طے ہو چکی۔ کہ بے شک وہ، یقیناً وہی ہیں جن کی مدد کی جائے گی۔“

آگے فرمایا کہ اے میرے نبی! مشرکین کا عناد، کفر پر اصرار اور آپ کے خلاف ان کی سازشیں کہیں آپ کو طیش، عدم صبر اور عدم بردباری میں مبتلا نہ کر دیں، جو آپ کے شایانِ شان نہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ہُدًی مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۵﴾

''الٓمّٓ۔ یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔ نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں۔ وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین بھی وہی رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے سراسر ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نیکو کاروں کے لیے ہدایت، شفا اور رحمت بنایا ہے اور نیکو کاروں سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے شریعت کی اتباع کرتے ہوئے نیک عمل کیے، انھوں نے فرض نمازوں کو ان کے اوقات کی پابندی کے ساتھ قائم کیا، سنن ونوافل کا اہتمام کیا، اپنے اوپر فرض زکوٰۃ کو اس کے مستحق لوگوں تک پہنچایا اور اعزہ واقارب سے صلہ رحمی کرتے ہوئے ان پر صدقہ وخیرات بھی کیا۔ انھوں نے یقین کیا کہ آخرت میں انھیں ان کے اعمال کا اچھا بدلہ ملے گا، اس لیے اس اچھے بدلے اور بہترین اجر وثواب کے حصول کے لیے انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کی اور انھوں نے نہ تو ریاکاری سے کام لیا اور نہ لوگوں سے کسی صلہ وستائش کی تمنا کی۔ الغرض، یہ لوگ بصیرت، واضح دلیل، جلی اور کشادہ راستے پر ہیں اور یہی دنیا وآخرت میں فلاح پانے والے ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت اور دوزخ نے آپس میں جھگڑا کیا، دوزخ نے کہا، مجھ میں بڑے بڑے زور آور اور مغرور لوگ داخل ہوں گے۔ جنت نے کہا، مجھ میں ناتواں اور مسکین لوگ داخل ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، میں جس کو چاہوں گا تجھ سے عذاب دوں گا اور جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے۔ میں جس پر چاہوں گا تجھ سے رحم کروں گا اور تم دونوں کو بھر دیا جائے گا۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ٢٨٤٦]

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۞ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۞

”اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو غافل کرنے والی بات خریدتا ہے، تاکہ جانے بغیر اللہ کے راستے سے گمراہ کرے اور اسے مذاق بنائے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ اور جب اس پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے، گویا اس نے وہ سنی ہی نہیں، گویا اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، سو اسے دردناک عذاب کی خوش خبری دے دے۔“

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ذکر ہوا ہے، جن کی زندگی اللہ کی یاد میں گزرتی ہے اور جو ہر قسم کی لغویات سے دور رہ کر فکر آخرت میں لگے رہتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾ [الزمر : ٢٣] ”اللہ نے سب سے اچھی بات نازل فرمائی، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے، (ایسی آیات) جو بار بار دہرائی جانے والی ہیں، اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے، جس کے ساتھ وہ جسے چاہتا ہے راہ پر لے آتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔“

ان کے برعکس کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو فکر آخرت سے غافل، لہو و لعب، رقص و سرود اور دنیا کی لذتوں میں ڈوبے ہوتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں انھی کا ذکر آیا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ذکر الٰہی اور فکر آخرت کے بدلے کھیل کود، گانا بجانا، ہنسی مذاق، جھوٹے قصوں اور ہر اس امر منکر کو اپنا لیتے ہیں جو انھیں اور غیروں کو اللہ کی سیدھی راہ

سے ہٹا کر شیطان کی راہ پر ڈال دیتے ہیں اور وہ اپنے کیے کے انجام سے اور اس ذلت و عار اور عذاب نار سے بے خبر ہوتے ہیں جو موت کے بعد ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ قیامت کے دن ان کو رسوا کن عذاب دیا جائے گا۔

اگلی آیت میں ان لہو ولہب اور رقص و سرود کے دیوانوں کی ایک لازمی صفت یہ بتائی گئی ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے تو کبر وغرور کے مارے پیٹھ پھیر کر ایسا بھاگ پڑتے ہیں کہ جیسے انھوں نے کچھ سنا ہی نہیں، جیسے ان کے کانوں میں ڈاٹ پڑی ہے اور بہرے ہو گئے ہیں کہ کچھ سنتے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیجیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [النور : ١٩] ”بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَنَّمُ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [الجاثية : ٦ تا ١٠] ”یہ اللہ کی آیات ہیں، ہم انھیں تجھ پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں، پھر اللہ اور اس کی آیات کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟ بڑی ہلاکت ہے ہر سخت جھوٹے، گناہ گار کے لیے۔ جو اللہ کی آیات سنتا ہے، جبکہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں، پھر وہ تکبر کرتے ہوئے اڑا رہتا ہے، گویا اس نے وہ نہیں سنیں، سو اسے دردناک عذاب کی بشارت دے دے۔ اور جب وہ ہماری آیات میں سے کوئی چیز معلوم کر لیتا ہے تو اسے مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ ان کے آگے جہنم ہے اور نہ وہ ان کے کچھ بھی کام آئے گا جو انھوں نے کمایا اور نہ وہ جو انھوں نے اللہ کے سوا حمایتی بنائے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“

سیدنا ابو عامر یا سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو حلال کر لیں گے۔“ [بخاري، كتاب الأشربة، باب ما جاء فيمن يستحل الخمر و يسميه بغير اسمه : ٥٥٩٠]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرج مقام پر جا رہے تھے کہ اچانک سامنے سے ایک شاعر گزرا جو شعر پڑھ رہا تھا تو آپ نے فرمایا: ”اس شیطان کو پکڑ لو“ یا فرمایا: ”اس شیطان کو (اس کام سے) روکو، اگر کسی کا پیٹ پیپ سے بھرا ہوا ہو تو یہ بات اس سے بدر جہا بہتر ہے کہ اس کا پیٹ (یعنی دماغ)

شعروں سے بھرا ہو۔'' [مسلم، کتاب الشعر، باب فی إنشاد الأشعار ...... الخ : ۲۲۵۹]

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر اسے پییں گے اور گانے والیاں ساز بجا کر گانے سنائیں گی، تو اللہ تعالیٰ انھیں (اس جرم کی وجہ سے) زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دے گا۔'' [ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العقوبات : ۴۰۲۰۔ ابن حبان : ٦٧٥٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوزخیوں کی دو قسمیں میں نے نہیں دیکھیں، ایک تو وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے، ان سے وہ لوگوں کو (اپنی دھاک بٹھانے کے لیے) ماریں گے اور دوسری قسم ان عورتوں کی جنھوں نے لباس تو پہنا ہو گا لیکن وہ ننگی ہوں گی (یعنی وہ لباس مختصر، باریک اور تنگ ہو گا)، وہ مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور (خود ان کی طرف) مائل ہوں گی۔ ان کے سر بخت نصر کے اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ایک طرف کو جھکے ہوئے ہوں گے، وہ نہ تو جنت میں جائیں گی اور نہ انھیں اس کی خوشبو نصیب ہو گی، حالانکہ اس کی خوشبو اتنے اتنے فاصلے تک مہکتی ہو گی۔'' [مسلم، کتاب اللباس و الزینة، باب النساء الکاسیات العاریات المائلات الممیلات : ۲۱۲۸]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو طرح کی آوازوں پر دنیا میں بھی (اللہ کی) لعنت ہے اور قیامت کے دن بھی ان پر پھٹکار ہو گی، (پہلی قسم کی آواز) خوشی کے وقت مزمار (یعنی بانسری اور دیگر آلات موسیقی) کی آواز اور (دوسری قسم کی آواز) مصیبت کے وقت بین کرنا۔'' [کشف الأستار عن زوائد البزار : ۱/ ۳۷۷۔ السلسلة الصحیحة للألبانی : ۱/ ۷۹۰، ح : ۴۲۷]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۙ﴿۸﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے نعمت کے باغات ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہنے والے۔ اللہ کا وعدہ ہے سچا اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

ان آیات میں نیکوکار اور سعادت مند لوگوں کے آخرت میں اچھے انجام کا ذکر ہے۔ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ ایمان لائے، اس کے پیغمبروں کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کے تابع نیک عمل کیے۔ ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں، جن میں وہ کھانے پینے کی انواع واقسام کی چیزوں، پہننے کی قیمتی پوشاکوں، عظیم الشان محلات، اعلیٰ سواریوں، خوبصورت عورتوں، فرحت بخش نظاروں، سننے کی پاکیزہ چیزوں اور مسرت و لذت بخش طرح طرح کی ایسی نعمتوں میں

ہوں گے جن کا کسی دل میں تصور بھی نہیں آ سکتا، پھر وہ نعمتوں کے ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ اور ابدالآباد مقیم رہیں گے، یہاں سے کبھی نقل مکانی نہیں کرنا چاہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے مومن بندوں سے سچے وعدے ہیں، جو ضرور پورے ہو کر رہیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی وعدہ وفا کرنے والا نہیں، پھر یہ اس کے لیے کوئی مشکل بھی نہیں، کیونکہ وہ زبردست غالب اور حکمت والا ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑩ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ⑪

"اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے سہارے کے قائم کر رکھا ہے، زمین پر پہاڑوں کو گاڑ دیا ہے، تاکہ زمین ہلنے نہ پائے، ورنہ کوئی چیز اپنی جگہ قائم نہ رہتی اور اس پر رہنے والے انسانوں اور دیگر حیوانات کو سکون و قرار حاصل نہ ہوتا، ان کی زندگی دوبھر ہو جاتی۔ اس نے مختلف قسم کے جانور پیدا کر کے انھیں زمین کے تمام گوشوں میں پھیلا دیا ہے اور اس نے آسمان سے بارش بھیجی جو انسانوں اور جانوروں کی زندگی کے لیے از بس ضروری ہے، اس کے ذریعے سے زمین میں قسم قسم کی غذائیں اور دوائیں پیدا کیں، جو انسانی زندگی کے لیے بہت ہی نافع ہیں۔ ان تمام چیزوں کا خالق صرف اللہ ہے، ان کاموں میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے، اس لیے صرف وہی عبادت کے لائق ہے، لیکن ظالم مشرکین ضلالت و گمراہی کی مہیب وادیوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ: یعنی جن بتوں اور شریکوں کی تم عبادت کرتے ہو اور جنھیں تم پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [فاطر : ٤٠] "کہہ دے کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا، جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ مجھے دکھاؤ زمین میں سے انھوں نے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے، یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم لوگ، ان کے بعض بعض کو دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں

دیتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ٤، ٥] ’’کہہ دے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔ اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔‘‘

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۱۲

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو دانائی عطا کی کہ اللہ کا شکر کر اور جو شکر کرے تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو یقیناً اللہ بہت بے پروا، بہت تعریفوں والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے لقمان کو حکمت و دانائی کی باتیں سکھائی تھیں، اسے حکم دیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے، جس نے اسے حکمت و دانائی عطا فرمائی ہے، کیونکہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لیے کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے، وہ تو بے نیاز ہے، اسے کسی کے شکر کی کوئی ضرورت نہیں۔ ضرورت صرف بندے کو ہے، اس لیے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ اسے اور نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ : حکمت سے مراد علم، فہم و فراست اور دانائی ہے، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’رشک جائز نہیں مگر دو شخصوں پر، ایک اس شخص پر جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور اس بات کی توفیق و ہمت بھی عطا کی ہو کہ وہ اسے (راہ) حق میں صرف کرے اور دوسرے اس شخص پر جسے اللہ نے علم و حکمت عطا کی ہو اور وہ اس کے ذریعے سے فیصلے (اور عمل) کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس کی تعلیم دیتا ہو۔‘‘ [بخاري، كتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة : ٧٣]

اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ : یعنی شکر کا فائدہ شکر کرنے والے ہی کو حاصل ہوگا اور جس نے ناشکری کی تو اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، خواہ روئے زمین کے تمام کے تمام رہنے والے ناشکرے بن جائیں، کیونکہ وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴾ [إبراهيم : ٧] ’’اور جب تمھارے رب نے صاف اعلان کر

دیا کہ بے شک اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور ہی تمھیں زیادہ دوں گا اور بے شک اگر تم ناشکری کرو گے تو بلاشبہ میرا عذاب یقیناً بہت سخت ہے۔‘‘

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ مجھے فائدہ پہنچا سکتے ہو، اگر تمھارے اگلے اور پچھلے اور تمھارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں بڑا پرہیز گار شخص ہو تو اس سے میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا اور اگر تمھارے اگلے اور پچھلے اور تمھارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سب سے بڑا بدکار شخص ہو تو اس سے میری سلطنت کو کچھ نقصان نہیں ہوگا۔‘‘ [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

’’اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا، جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔‘‘

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا، اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا ساجھی نہ بنانا، کیونکہ شرک باللہ ظلم عظیم ہے۔ اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے کہ وہ جب تک زندہ رہے صرف اسی کی عبادت کرے۔ اس لیے اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا کہ بندہ اپنے خالق کی مرضی کی مخالفت کرتے ہوئے غیروں کے سامنے سجدہ کرے، ہاتھ پھیلائے، مرادیں مانگے اور اپنی جھولی پھیلائے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۸۲] ’’وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔‘‘ تو یہ اصحاب رسول پر بہت گراں گزری، انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم میں ایسا کون ہے جس نے کبھی اپنی جان پر ظلم نہ کیا ہو؟ تو آپ نے فرمایا: ’’ظلم سے مراد وہ نہیں جو تم نے سمجھ لیا ہے، بلکہ اس سے مراد وہ ظلم ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ’’اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب صدق الإیمان و إخلاصه : ۱۲۴۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولم یلبسوا إیمانهم بظلم ﴾ : ۴۶۲۹]

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ

اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾

''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسان کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے، بالخصوص اپنی ماں کے ساتھ جس نے پوری مدتِ حمل اسے اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا، کئی طرح کی کمزوریوں اور تکلیفوں کو برداشت کیا، مدتِ حمل پوری ہونے کے بعد زچگی اور پھر دو سال رضاعت کی مشکلات کو جھیلا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میری اطاعت و بندگی کرو اور زبان و دل سے میرا شکر ادا کرتے رہو اور ماں باپ کا بھی شکر ادا کرتے رہو۔ آخر میں فرمایا کہ تم سب کو میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، اس لیے اگر تم میرا اور اپنے والدین کا شکر بجا لاؤ گے تو اچھا بدلہ پاؤ گے اور اگر نافرمانی اور سرکشی کی راہ اختیار کرو گے تو برا بدلہ پاؤ گے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ [بني إسرائيل : ۲۳] ''اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین بچوں کے سوا کسی نے گود میں کلام نہیں کیا، عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام اور بنی اسرائیل کے عابد و پرہیز گار شخص جریج رحمہ اللہ (کے قصے میں) کہ جس نے ایک عبادت خانہ بنا رکھا تھا۔ ایک دن اس کی ماں آئی اور وہ اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ اس کی ماں نے آواز دی، اے جریج! اس نے کہا، یا اللہ! ایک طرف ماں ہے اور ایک طرف نماز۔ وہ نماز میں مصروف رہا، حتیٰ کہ اس کی ماں واپس چلی گئی۔ دوسرے دن پھر اس کی ماں آئی اور پکارا اے جریج! اس نے کہا، یا اللہ! ایک طرف ماں ہے اور ایک طرف نماز۔ آخر وہ نماز ہی میں مصروف رہا، حتیٰ کہ اس کی ماں واپس چلی گئی اور پھر تیسرے دن دوبارہ آئی اور آواز دی، اے جریج! اس نے کہا، اے میرے رب! ایک طرف ماں ہے اور ایک طرف نماز اور وہ پھر نماز پڑھتا رہا۔ (اب اس کی ماں کے منہ سے بددعا نکل گئی) وہ کہنے لگی، یا اللہ! اسے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک یہ کسی بدکار عورت کا منہ نہ دیکھ لے۔ بنی اسرائیل میں جریج اور اس کی عبادت کا چرچا ہونے لگا۔ ان میں ایک بدکار عورت تھی، جس کی خوبصورتی کی مثال دی جاتی تھی۔ وہ کہنے لگی، اگر تم چاہو تو میں اسے پھنساؤں؟ چنانچہ اس نے اپنے آپ کو جریج پر پیش کیا، لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی، جو اس کے عبادت خانے کے پاس ٹھہرا کرتا تھا اور اس نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا، چنانچہ چرواہے نے اس سے صحبت کی تو وہ حاملہ ہو گئی۔ پھر جب بچہ پیدا ہوا تو کہنے لگی، یہ جریج کا بچہ ہے۔

لوگ آئے، اسے عبادت خانے سے نکالا اور عبادت خانے کو گرا دیا اور جریج کی پٹائی کرنے لگے۔ جریج نے پوچھا، کوئی بات تو بتاؤ؟ وہ کہنے لگے، تو نے اس فاحشہ سے زنا کیا اور اب تو اس کے ہاں بچہ بھی پیدا ہو چکا ہے۔ جریج نے کہا، وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ بچہ لے آئے تو جریج نے کہا، ذرا ٹھہرو! میں نماز پڑھ لوں۔ پھر وہ نماز پڑھ کر بچے کے پاس آئے، اس کے پیٹ میں کچوکا دیا اور کہا، بچے! بتاؤ تمھارا باپ کون ہے؟ بچہ بول اٹھا فلاں چرواہا (میرا باپ) ہے۔ پھر تو لوگ جریج کے پاس آ کر اسے بوسے دینے لگے اور کہنے لگے کہ ہم تمھارے لیے سونے کا عبادت خانہ بنا دیتے ہیں۔ جریج نے کہا، نہیں بس پہلے جیسا ہی مٹی کا بنا دو۔ چنانچہ انھوں نے عبادت خانہ بنا دیا۔ تیسرا بچہ، بنی اسرائیل میں ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ ادھر سے ایک نہایت خوش وضع سوار گزرا، وہ عورت اس سوار کو دیکھ کر کہنے لگی، یا اللہ! میرے بچے کو اس سوار جیسا بنا دے۔ بچے نے ماں کی چھاتی چھوڑ کر کہا، یا اللہ! مجھے ایسا نہ بنانا۔ پھر وہ دودھ پینے لگا، پھر وہاں سے ایک لونڈی گزری (جسے لوگ مارتے جاتے تھے) وہ عورت کہنے لگی، یا اللہ! میرے بیٹے کو ایسا نہ بنانا۔ بچے نے چھاتی چھوڑ دی اور بول اٹھا، یا اللہ! مجھے ایسا ہی بنانا۔ اس نے اپنے بچے سے کہا کہ تو ایسا کیوں کہتا ہے؟ بچے نے کہا، وہ سوار تو ظالم لوگوں سے تعلق رکھتا ہے اور خود بھی ظالم ہے اور اس لونڈی کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے چوری کی اور زنا کیا ہے، حالانکہ اس نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تقديم بر الوالدين على التطوع بالصلوة و غيرها : ۸/ ۲۵۵۰۔ بخاری، کتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالٰی : ﴿ واذكر في الكتاب مريم ...... الخ ﴾ : ۳٤۳٦]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی، میں آپ سے ہجرت اور جہاد کی بیعت کرتا ہوں اور اللہ سے اس کا اجر چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟'' اس نے کہا، دونوں زندہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''تو اللہ سے اجر چاہتا ہے؟'' اس نے کہا، ہاں! آپ نے فرمایا: ''تو اپنے ماں باپ کے پاس لوٹ جا اور ان سے نیک سلوک کر۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدين و أيهما أحق به : ۲۵٤۹/٦]

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تم کو کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟'' ہم نے عرض کی، کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔'' اور اس وقت آپ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے کہ آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: ''خبردار ہو جاؤ! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ خبردار ہو جاؤ! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔'' آپ برابر یہی فرماتے رہے، یہاں تک کہ میں سمجھا کہ اب آپ خاموش نہیں ہوں گے۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر : ۵۹۷٦]

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس آیا، اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پوچھا: ''پھر کون؟'' فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ فرمایا: ''تیرا باپ۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب من أحق بحسن الصحبة : ۵۹۷۱۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدين و أيهما أحق به : ۲۵۴۸]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام کیا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر : ۵۹۷۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، جس نے اپنے ماں باپ دونوں کو، یا ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب رغم من أدرك أبويه أو أحدهما عند الكبر ...... الخ : ۲۵۵۱]

وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝۱۵

''اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور دنیا میں اچھے طریقے سے ان کے ساتھ رہ اور اس شخص کے راستے پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے، پھر میری ہی طرف تمھیں لوٹ کر آنا ہے، تو میں تمھیں بتاؤں گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تمھارے والدین تمھیں شرک پر مجبور کریں تو ان کی بات نہ مانو، لیکن جب تک دنیا میں تمھارا اور ان کا ساتھ رہے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور ان لوگوں کی راہ پر چلو جو میرے نیک اور مخلص بندے ہیں اور لوگوں کو میری عبادت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اللہ نے آگے فرمایا، پھر مر جانے کے بعد تمھیں میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، اس وقت میں تمھیں تمھارے تمام اعمال کی خبر دوں گا اور ان کے مطابق اچھا یا برا بدلہ دوں گا۔

وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا : مصعب بن سعد اپنے باپ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن مجید کی کئی آیتیں نازل ہوئیں۔ وہ کہتے ہیں (ایک آیت اس وقت نازل ہوئی جب) ان کی ماں نے قسم کھائی کہ وہ ان سے اس وقت تک بات نہیں کرے گی، جب تک وہ اپنا دین (یعنی اسلام) نہ چھوڑ دیں اور اس عرصہ میں وہ نہ کچھ کھائے گی اور نہ پیے گی، پھر وہ

کہنے لگی، (اے سعد!) تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے ماں باپ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے اور میں تیری ماں ہوں اور میں تجھے اس بات کا حکم دیتی ہوں (کہ تو دین اسلام چھوڑ دے)۔ پھر تین دن تک وہ اس حالت میں رہی کہ نہ کچھ کھایا اور نہ پیا، یہاں تک کہ بھوک کی وجہ سے اس پر غشی طاری ہوگئی۔ آخر ان کا ایک بیٹا، جس کا نام عمارہ تھا، کھڑا ہوا اور اس نے اسے پانی پلایا۔ وہ (پانی پی کر) سعد کو بد دعا دینے لگی، تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ﴾ [لقمان : ١٤، ١٥] ”اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور دنیا میں اچھے طریقے سے ان کے ساتھ رہ۔“ [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنہ : ١٧٤٨، بعد الحدیث : ٢٤١٢]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں، اطاعت صرف معروف میں ہے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب سریة عبد اللہ بن حذافة السهمی...... الخ : ٤٣٤٠۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة ...... الخ : ١٨٤٠]

يٰبُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمٰوٰتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ۝ ١٦

”اے میرے چھوٹے بیٹے! بے شک کوئی چیز اگر رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس کسی چٹان میں ہو، یا آسمانوں میں، یا زمین میں تو اسے اللہ لے آئے گا، بلاشبہ اللہ بڑا باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔“

لقمان نے کہا، میرے بیٹے! اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی عمل خیر یا شر ہوگا اور وہ کسی چٹان کے اندر، یا آسمان یا زمین کے کسی مخفی گوشے میں ہوگا، تو اللہ تعالیٰ اسے بھی قیامت کے دن ظاہر کر دے گا، پھر اس کا حساب لے گا اور اس کے مطابق جزا یا سزا دے گا۔ اس لیے کہ اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ ہر دقیق و خفی اس کے لیے عیاں ہے اور وہ ہر ایک کی خبر رکھتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۖ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ ﴾ [الأنبياء : ٤٧] ”اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو

ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۞ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال : ۷، ۸] ’’تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔‘‘

اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ : اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور بڑا باخبر ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، حتیٰ کہ اگر کوئی چیز پتھر کے اندر بھی ہو تو تب بھی وہ چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ کوئی شخص کتنا بھی چھپ کر کوئی عمل کرے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ۵۹] ’’اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔‘‘

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۞

’’اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کر اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور اس (مصیبت) پر صبر کر جو تجھے پہنچے، یقیناً یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔‘‘

لقمان نے کہا، میرے بیٹے! نماز قائم کرو اور لوگوں کو اللہ کی بندگی اور بھلائی کا حکم دو، انھیں شرک و بدعت، برے قول و عمل اور ہر برائی سے روکو اور اس راہ میں تمھیں جو تکلیف بھی پہنچے اس پر صبر کرو۔ یہ سارے کام اللہ کی جانب سے حتمی اور واجب العمل ہیں۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(ہر) کام کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔‘‘ [ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی حرمة الصلوة : ۲۶۱۶]

وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ : یعنی اپنی طاقت و استطاعت کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہنا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ [التوبة : ۷۱] ’’اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔‘‘

لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾

"اور لوگوں کے لیے اپنا رخسار نہ پھلا اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک اللہ کسی اکڑنے والے، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔"

اور اے میرے بیٹے! جب تم لوگوں سے بات کرو، یا وہ تم سے بات کریں، تو انھیں حقیر سمجھ کر اور تکبر کی وجہ سے ان سے منہ پھیر کر بات نہ کرو، بلکہ ان کے ساتھ نرمی، محبت اور خوش روئی کے ساتھ بات کرو اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ متکبر اور دوسروں کے سامنے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی غرور ہوگا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" ایک شخص نے کہا، ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو؟ آپ نے فرمایا: "اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، غرور و تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانه : ۹۱]

سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عزت اللہ تعالیٰ کی ازار ہے اور کبریائی اس کی چادر ہے اور (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو شخص ان صفتوں میں مجھ سے جھگڑے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔" [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الکبر : ۲٦۲۰]

سیدنا جابر بن سُلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی نیکی کو حقیر مت جاننا، اپنے بھائی سے بات کرو، تو کھلے چہرے سے بات کیا کرو، بلاشبہ یہ نیکی ہے اور اپنی چادر آدھی پنڈلی تک اونچی رکھا کرو اور اگر یہ نہ کر سکو تو ٹخنوں تک (تو ضرور اونچی) رکھو، (ٹخنوں سے نیچے) چادر لٹکانے سے بچنا، کیونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔" [أبو داوٗد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی إسبال الإزار : ٤۰۸٤]

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا : یعنی زمین میں چلتے ہوئے فخر، تکبر، غرور اور سرکشی کا مظاہرہ نہ کرنا، ورنہ اللہ تعالیٰ تمھیں ناپسند فرمائے گا، گویا چال میں تواضع اور انکسار ہونا چاہیے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا ﴾ [الفرقان : ٦۳] "اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بندہ اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سر بلند کر دیتا ہے۔" [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب استحباب العفو و التواضع : ۲۵۸۸]

اتراتے ہوئے چلنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے اپنا کپڑا غرور کی نیت سے لٹکایا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر بھی نہیں کرے گا۔“ [بخاري، كتاب اللباس، باب من جر إزاره من غير خيلاء : ٥٧٨٤ـ مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم جر الثوب خيلاء و بيان حد...... الخ : ٢٠٨٥]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تین قسم کے افراد سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا اور ان کی طرف نظر نہیں کرے گا اور ان کو گناہوں سے پاک بھی نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“ یہ کلمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دہرائے۔ میں نے پوچھا، یہ لوگ نامراد ہو گئے اور انھوں نے نقصان اٹھایا، اے اللہ کے رسول! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”ایک مسبل یعنی چادر، تہ بند، شلوار یا پینٹ وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا)، دوسرا احسان کر کے جتانے والا اور تیسرا جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرنے والا۔“ [أبو داوٗد، كتاب اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار : ٤٠٨٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن کی چادر نصف پنڈلی سے لے کر نیچے اس جگہ تک ہونی چاہیے، جو جگہ ٹخنوں سے اوپر ہے اور جو اس سے نیچے ہوگی وہ (حصہ) جہنم میں (جلایا) جائے گا۔“ [مسند أحمد : ٥٠٤/٢، ح : ١٠٥٦٦]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک آدمی غرور میں اپنی چادر لٹکا کر چلا جا رہا تھا کہ وہ زمین میں دھنسا دیا گیا، پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا۔“ [بخاري، كتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء : ٥٧٨٩]

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾ ع

”اور اپنی چال میں میانہ روی رکھ اور اپنی آواز کچھ نیچی رکھ، بے شک سب آوازوں سے بری یقیناً گدھوں کی آواز ہے۔“

لقمان نے اپنی نصیحت جاری رکھتے ہوئے کہا، اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو، یعنی بغیر ضرورت نہ اتنا تیز چلو کہ خفیف العقل اور ہلکے بن جاؤ اور نہ مریل چال چلو، اس سے مقصود ایک سیدھے سادھے معقول اور شریف آدمی کی ایسی چال ہے جس میں نہ کوئی اینٹھ ہو نہ اکڑ، نہ مریل پن اور نہ ریاکارانہ زہد و انکسار۔ نیز لقمان نے کہا، اپنی آواز پست رکھو، اس لیے کہ بغیر ضرورت آواز اونچی کرنے سے ہر سنجیدہ آدمی کو تکلیف ہوتی ہے۔ جس طرح گدھے کی اونچی آواز سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ اسے برا جانتے ہیں اور جب کسی برے و کرخت آدمی کی برائی بیان کرنا ہوتی ہے تو روزمرہ کے محاورے میں کہتے ہیں کہ فلاں گدھے کی طرح چیختا ہے۔ معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت چیخنا اچھے لوگوں کا شیوہ نہیں۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ : یعنی میانہ چال چلنا، نہ بہت سست اور نہ بہت تیز، بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال والی

چال۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم سنو کہ اقامت ہو رہی ہے تو نماز کے لیے (آہستہ آہستہ) چلتے ہوئے آؤ، اطمینان اور وقار کو اپنے اوپر لازم کرو، جلد بازی نہ کرو، جتنی نماز مل جائے اسے پڑھ لو اور جو رہ جائے تو اسے (امام کے سلام پھیرنے کے بعد) پورا کر لو۔'' [بخاري، كتاب الأذان، باب لا يسعى إلى الصلوة وليأتها بالسكينة والوقار : ٦٣٦]

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ : یعنی چیخ یا چلا کر بات نہ کر، اس لیے کہ زیادہ اونچی آواز سے بات کرنا پسندیدہ ہوتا تو گدھے کی آواز سب سے اچھی سمجھی جاتی، لیکن ایسا نہیں ہے، بلکہ گدھوں کی آواز سب سے بدتر اور کریہہ ہے۔ بلند آواز کے ساتھ بات کرنے کو گدھوں کی آواز سے تشبیہ دینے کے معنی یہ ہیں کہ یہ حرام اور مذموم ہے۔ لہٰذا ہمیں اس بری مثال کا مصداق نہیں بننا چاہیے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے لیے بری مثال نہیں (یعنی ہمیں بری مثال اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ سنو!) اپنا ہبہ واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الهبة، باب لا يحل لأحد أن يرجع في هبته و صدقته : ٢٦٢٢۔ مسلم، كتاب الهبات، باب تحريم الرجوع في الصدقة : ١٦٢٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو، اس لیے کہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے اور جب گدھے کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرو، اس لیے کہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔'' [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب خير مال المسلم غنم : ٣٣٠٣۔ مسلم، كتاب الذكر و الدعاء، باب استحباب الدعاء عند صياح الديك : ٢٧٢٩]

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ۭ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے تمھاری خاطر مسخر کر دیا اور تم پر اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں پوری کر دیں، اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم اور بغیر کسی ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے مشرکینِ مکہ! کیا رات دن تمھارے مشاہدے میں یہ بات نہیں آتی کہ تمھارے فائدے کے لیے اللہ نے ان تمام چیزوں کو مسخر کر دیا ہے جو آسمانوں میں ہیں، جیسے آفتاب و مہتاب، ستارے اور بارش وغیرہ اور جو چیزیں زمین میں ہیں، جیسے درخت، نہر، پہاڑ، سمندر، حیوانات اور معدنیات وغیرہ۔ اس نے اپنی نعمتوں کو تم پر تمام کر دیا ہے، چاہے وہ ظاہری ہوں، جیسے اچھی شکل و صورت اور مناسب اعضائے جسمانی اور چاہے وہ باطنی ہوں، جیسے عقل و

ادراک، علم و معرفت اور دیگر بے شمار نعمتیں جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن صد حیف کہ تم ان تمام دلائل و براہین کے باوجود اللہ کی وحدانیت اور اس کے بلا شریک معبود ہونے کے بارے میں بغیر کسی نقلی اور عقلی دلیل کے صرف کبر وعناد کی بنیاد پر جھگڑتے ہو۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۝ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴾ [يونس: ٥، ٦] ”وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔ بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور ان چیزوں (میں) جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہیں، یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۝ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [القصص : ٧٢، ٧٣] ”کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک دن کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھارے پاس کوئی رات لے آئے، جس میں تم آرام کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے۔ اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے، تاکہ اس میں آرام کرو اور تاکہ اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝ وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۝ وَ عَلٰمٰتٍ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾ [النحل : ١٤ تا ١٦] ”اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں نکالو، جنھیں تم پہنتے ہو۔ اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے، اس میں پانی کو چیرتی چلی جانے والی ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے کہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور نہریں اور راستے بنائے، تاکہ تم منزل تک پہنچ جاؤ۔ اور علامتیں (بنائیں) اور ستاروں کے ساتھ وہ راستہ معلوم کرتے ہیں۔“

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس شخص کی طرف دیکھو جو (دنیا کے اعتبار سے) تم سے نیچے ہے اور اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو (دنیاوی اعتبار سے) تم سے اوپر ہے، کیونکہ یہ زیادہ لائق ہے کہ تم اللہ کی اس نعمت کو حقیر نہ جانو جو تم پر ہے۔“ [مسلم، کتاب الزهد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ٢٩٦٣/٩۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب لینظر إلى من هو أسفل منه ...... الخ : ٦٤٩٠]

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾

’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، اور کیا اگرچہ شیطان انھیں بھڑکتی آگ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو؟‘‘

جب ان مشرکین مکہ سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ پر جو دین و شریعت اور جو آسمانی کتاب نازل کی ہے اس کی پیروی کرو، تو وہ کہتے کہ ہم اپنے باپ دادا ہی کی راہ پر چلیں گے اور انھی کے بتوں کی پرستش کریں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ کیا وہ انھی آبا و اجداد کی پیروی کریں گے، اگرچہ شیطان انھیں اس شرک و بت پرستی کی طرف بلا رہا ہو، جو جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہو اور جو آبا و اجداد کے ساتھ انھیں بھی وہیں پہنچا دے؟

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا : ارشاد فرمایا : ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۷۰] ’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔‘‘

اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بت ہی بعد میں عرب میں پوجے گئے، ’وَدّ‘ دومۃ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا، ’سواع‘ بنی ہذیل کا، ’یغوث‘ بنی مراد کا اور مراد کی شاخ بنی غطیف کا جو وادی جرف میں قوم سبا کے پاس رہتے تھے، ’یعوق‘ بنی ہمدان کا بت تھا اور ’نسر‘ حمیر کا بت تھا جو ذوالکلاع کی آل میں سے تھے۔ یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بعض نیک آدمیوں کے نام ہیں، جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جہاں وہ حضرات بیٹھا کرتے تھے، وہاں ان کے بت بنا کر رکھ دو اور ان کے وہی نام رکھ دو جو ان بزرگوں کے تھے۔ سو انھوں نے ایسا ہی کیا، تاہم اس وقت ان بتوں کی پوجا نہیں ہوئی، لیکن بعد ازاں جب وہ لوگ فوت ہو گئے اور علم مٹ گیا تو تب ان کی پوجا ہونے لگی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ودا ولا سواعا ولا یغوث و یعوق ﴾ : ۴۹۲۰]

وَ مَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾

’’اور جو شخص اپنا چہرہ اللہ کے سپرد کر دے اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو یقیناً اس نے مضبوط کڑے کو اچھی طرح پکڑ لیا اور

تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے رب کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو گیا اور کامل اخلاص کے ساتھ اس کے اوامر و نواہی کو بجا لایا، تو اس نے مضبوط ترین سہارے کو تھام لیا، اس آدمی کی مانند جو کسی اونچے پہاڑ پر چڑھنے کے لیے اس سے لٹکتے ہوئے مضبوط ترین سہارے کو تھام کر اس کی بلندی پر پہنچ جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ يُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴾ [البقرة : ۲۵٦] ”پھر جو کوئی باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جسے کسی صورت ٹوٹنا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (ایک خواب میں) دیکھا کہ گویا میں ایک باغ میں ہوں، اس باغ کے بیچ میں ایک ستون ہے اور ستون کی چوٹی پر ایک کڑا لگا ہوا ہے۔ مجھ سے کہا گیا، اس پر چڑھ جاؤ، میں نے کہا، میں نہیں چڑھ سکتا، پھر ایک خادم نے آ کر میرے کپڑے میرے پیچھے سے اٹھائے تو میں چڑھ گیا اور اوپر جا کر کڑا مضبوطی سے پکڑ لیا۔ میں اسے پکڑے ہوئے ہی تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ بعد ازاں میں نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، تو آپ نے فرمایا: ”باغ تو اسلام کا باغ ہے اور ستون اسلام کا ستون ہے اور کڑا عروۃ الوثقی (مضبوط کڑا) ہے، تم مضبوطی کے ساتھ اسلام کو پکڑے رہو گے، یہاں تک کہ تمھیں موت آ جائے۔“ [بخاری، کتاب التعبیر، باب التعلیق بالعروة والحلقة : ۷۰۱٤]

وَ مَنۡ كَفَرَ فَلَا يَحۡزُنۡكَ كُفۡرُهٗ ؕ اِلَيۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ فَنُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۲۳﴾

”اور جس نے کفر کیا تو اس کا کفر تجھے غم میں نہ ڈالے، ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے، پھر ہم انھیں بتائیں گے جو کچھ انھوں نے کیا۔ بے شک اللہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تسلی دی کہ وہ کافروں کے کفر اور اس کے نتیجے میں وہ جو سازشیں کر رہے ہیں ان سے رنجیدہ نہ ہوں، انجام کار ان کو ہمارے پاس ہی آنا ہے، پھر ہم انھیں ان کے اعمال کی سزا دیں گے، یہ ہم سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے، ان کے سارے اعمال ہمارے علم میں ہیں اور نہ صرف اعمال ہمارے علم میں ہیں بلکہ جو کچھ ان کے ارادے ہیں ان سے بھی ہم خوب واقف ہیں۔

نُمَتِّعُهُمۡ قَلِيۡلًا ثُمَّ نَضۡطَرُّهُمۡ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيۡظٍ ﴿۲۴﴾

”ہم انھیں تھوڑا سا سامان دیں گے، پھر انھیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم ان مشرکین کی گرفت میں عجلت نہیں کرتے، انھیں موت تک دنیا کی عارضی نعمتوں سے مستفید ہونے دیتے ہیں، پھر انھیں اس عذاب میں پہنچا دیں گے جو بڑا بھاری اور سخت ہوگا اور انسانوں کی قوت برداشت سے بالاتر ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ﴾ [یونس : ۶۹، ۷۰] ''کہہ دے بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔''

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۲۵

''اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دے سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! اگر آپ ان مشرکین سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ کہیں گے، اللہ نے، آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کا شکر ہے کہ تمھارے خلاف حجت قائم ہوگئی۔ جب تم اعتراف کرتے ہو کہ وہی خالق و رازق اور مالک کل ہے، تو پھر تم کس دلیل کی بنیاد پر اس کے سوا دوسرے جھوٹے معبودوں کی پرستش کرتے ہو؟ اللہ نے فرمایا، اکثر و بیشتر مشرکین کی عدم توفیق کا حال یہ ہے کہ ایسی کھلی حقیقت کو بھی نہیں سمجھ پاتے ہیں۔

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝۲۶

''اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، بے شک اللہ ہی سب سے بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے۔''

اللہ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے، سب اس کے مملوک اور بندے ہیں، وہ ذات برحق سب سے بے نیاز ہے، اسے مشرکین یا غیر مشرکین کی عبادتوں کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے آپ غم نہ کیجیے اور وہ عبادت کریں یا نہ کریں، پروا نہ کیجیے۔

وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝۲۷

''اور اگر واقعی ایسا ہو کہ زمین میں جو بھی درخت ہیں قلمیں ہوں اور سمندر اس کی سیاہی ہو، جس کے بعد سات سمندر اور

ہوں تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی، یقیناً اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"

یعنی اگر زمین کے تمام درختوں کی قلمیں بنا لی جائیں اور سمندر کی سیاہی بنا لی جائے اور اس کے ساتھ اللہ کے ان کلمات کو لکھنا شروع کر دیا جائے جو اس کی عظمت، صفات اور جلالت پر دلالت کرتے ہیں تو قلمیں ٹوٹ جائیں گی، سمندروں کا پانی ختم ہو جائے گا، خواہ ان کے ساتھ مزید سات سمندروں کے پانی کو بھی سیاہی بنا لیا جائے، پھر بھی اللہ کا کلام ختم نہیں ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴾ [الکھف : ۱۰۹] "کہہ دے اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی بن جائے تو یقیناً سمندر ختم ہو جائے گا اس سے پہلے کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں، اگرچہ ہم اس کے برابر اور سیاہی لے آئیں۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے: « لَا أُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِكَ » "اے اللہ! میں تیری ثنا بیان نہیں کر سکتا، تیری ذات پاک اسی طرح ہے، جیسے تو نے خود اپنی حمد و ثنا بیان فرمائی ہے۔" [مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود : ٤٨٦]

مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾

"نہیں ہے تمھارا پیدا کرنا اور نہ تمھارا اٹھانا مگر ایک جان کی طرح۔ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔"

اس آیت میں کفار کے عقیدہ کی تردید ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے تمام لوگوں کو پیدا کرنا نہ پہلی مرتبہ مشکل تھا اور نہ ان کو مارنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے۔ اس کے نزدیک تمام لوگوں کا پیدا کرنا اتنا ہی آسان ہے جتنا ایک شخص کا پیدا کرنا اور تمام انسانوں کو مارنے کے بعد پیدا کرنا بھی اتنا ہی آسان ہے جتنا ایک شخص کا دوبارہ پیدا کرنا۔ اس کا صرف "کن" کہہ دینا ہی کافی ہے۔ وہ "کن" کہے گا تو سب لوگ پھر زندہ ہو جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [النحل : ۳۸ تا ٤٠] "اور انھوں نے اپنی پکی قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی کہ اللہ اسے نہیں اٹھائے گا جو مر جائے۔ کیوں نہیں! وعدہ ہے اس کے ذمے سچا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ تاکہ وہ ان کے لیے وہ چیز واضح کر دے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور تاکہ جن لوگوں نے کفر کیا جان لیں کہ یقیناً وہ جھوٹے تھے۔ ہمارا کہنا کسی چیز کو، جب ہم اس کا ارادہ کر لیں، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ ہم اسے کہتے ہیں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔"

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۲۹ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝۳۰

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ اس سے جو تم کرتے ہو پورا باخبر ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور یہ کہ بے شک اس کے سوا وہ جس کو پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور یہ کہ بے شک اللہ ہی بے حد بلند، بے حد بڑا ہے۔''

نبی کریم ﷺ اور ان کے واسطے سے دیگر لوگوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات اور دن کو ایک دوسرے میں داخل کرتا ہے، یعنی ایک کو دوسرے کے پیچھے لگا دیتا ہے اور دونوں میں حکمت و مصلحت کے مطابق کمی بیشی کرتا رہتا ہے؟ اور اس نے آفتاب و مہتاب کو اپنے حکم کا سخت پابند بنا رکھا ہے جس سے وہ دونوں ایک بال کے برابر بھی انحراف نہیں کر سکتے۔ دونوں اللہ کے ارادے اور فیصلے کے مطابق نکلتے اور ڈوبتے رہیں گے، یہاں تک کہ قیامت کا دن آ جائے گا۔ وہ ذات برحق بندوں کے تمام اعمال سے باخبر ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔ جو اللہ ایسی عظیم قدرت اور بے پایاں علم والا ہے، یقیناً وہی معبود برحق ہے اور اس کے سوا جتنے معبودوں کی پرستش کی جاتی ہے وہ سب جھوٹے اور باطل ہیں، اسی کی ذات سب سے اعلیٰ و ارفع اور سب سے بڑی ہے۔ وہی خالق و مالک اور سب کا رب ہے اور تمام عبادتوں کا صرف وہی مستحق ہے۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى : سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب سورج غروب ہوا تو مجھ سے پوچھا: ''کیا جانتے ہو کہ یہ کہاں جاتا ہے؟'' میں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ جا کر اللہ کے عرش کے نیچے سجدے میں گر پڑتا ہے اور اپنے رب سے (دوبارہ طلوع ہونے کی) اجازت چاہتا ہے تو اسے اجازت دے دی جاتی ہے اور وہ دن بھی قریب ہے کہ جب یہ سجدہ کرے گا، لیکن اس کا سجدہ قبول نہیں کیا جائے گا اور اجازت چاہے گا، مگر اجازت نہیں ملے گی، بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں واپس لوٹ جا، چنانچہ اس دن یہ مغرب ہی سے طلوع ہوگا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس و القمر : ۳۱۹۹۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان الزمن الذی لا يقبل فيه الإيمان : ۱۵۹]

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ : ارشاد فرمایا: ﴿ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴾

[الرعد : ١٤] ”برحق پکارنا صرف اسی کے لیے ہے اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی دعا کچھ بھی قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جو اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلانے والا ہے، تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں ہے اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا مگر سراسر بے سود۔“

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک کشتیاں سمندر میں اللہ کی نعمت سے چلتی ہیں، تاکہ وہ تمھیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے۔ بے شک اس میں ہر بڑے صابر، بڑے شاکر کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دیکھتے نہیں کہ سمندر میں کشتیاں محض اللہ کے فضل و کرم سے چلتی رہتی ہیں۔ آدمی جب ان جہازوں اور کشتیوں پر سوار ہو کر سمندر کے اتھاہ پانی میں پہنچتا ہے اور ان جہازوں کی حیثیت تنکے سے زیادہ نہیں ہوتی، وہاں موجوں اور تھپیڑوں سے سابقہ پڑتا ہے، تو اس وقت ملحد اور دہریہ قسم کا انسان بھی اپنے دل میں اس بات کا یقین کر لیتا ہے کہ صرف اللہ کی ذات ہے جو اس تنکے جیسے جہاز کو اس مہیب سمندر سے بحفاظت لوگوں کی منزل کی طرف لے جا رہی ہے۔ جہازوں کا اس طرح سمندر کی موجوں کو چیرتے ہوئے منزل کی طرف رواں دواں رہنا اور اللہ کے فضل و کرم سے بحفاظت تمام منزل مقصود تک پہنچ جانا، ان میں اللہ کے ان بندوں کے لیے بڑی عبرت انگیز نشانیاں ہیں جو دشوار اور مشکل گھڑیوں میں صبر کا دامن نہیں چھوڑتے اور نعمتیں پا کر اتراتے نہیں، بلکہ اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [النحل : ١٤] ”اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں نکالو، جنھیں تم پہنتے ہو۔ اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے، اس میں پانی کو چیرتی چلی جانے والی ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔“ اور فرمایا: ﴿ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴾ [بني إسرائيل : ٦٦، ٦٧] ”تمھارا رب وہی ہے جو تمھارے لیے سمندر میں کشتیاں چلاتا ہے، تاکہ تم اس کا کچھ نہ کچھ فضل تلاش کرو۔ یقیناً وہ ہمیشہ سے تم پر بے حد مہربان ہے۔ اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے سوا تم جنھیں پکارتے ہو

گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بہت ناشکرا ہے۔‘‘

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ : یعنی یہ نشانیاں اس کے لیے ہیں جو مشکلات میں صبر کرے اور آسودگیوں اور خوش حالیوں میں شکر کرے۔ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مومن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے، اس کا ہر معاملہ اس کے لیے خیر (کا باعث) ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں، (وہ اس طرح) کہ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن أمرہ کله خیر : ۲۹۹۹]

وَ اِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

’’اور جب انھیں سائبانوں جیسی کوئی موج ڈھانپ لیتی ہے تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ دین کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھی راہ پر قائم رہنے والے ہیں، اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتا مگر ہر وہ شخص جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہو۔‘‘

مشرکین کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ جب وہ جہاز میں سوار ہو کر سفر کر رہے ہوتے ہیں اور عظیم پہاڑ جیسی موجیں انھیں ہر جانب سے گھیر لیتی ہیں، تو وہ اپنے تمام جھوٹے معبودوں کو بھول جاتے ہیں اور پورے اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگتے ہیں، تاکہ وہ انھیں اس مصیبت سے نجات دے اور جب اللہ ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے بخیر و عافیت انھیں ساحل سمندر تک پہنچا دیتا ہے تو ان میں سے بعض لوگ سطح سمندر پر اللہ سے کیے گئے وعدے پر قائم رہتے ہیں اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک نہیں بناتے اور بعض اپنے سابق کفر و شرک کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہماری نشانیوں کا انکار بد عہد اور ناشکرے لوگ ہی کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۶۷] ’’اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے سوا تم جنھیں پکارتے ہو گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بہت ناشکرا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۶۵] ’’پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی

کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔“

يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِىْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ؗ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو کہ نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ایسا ہوگا جو اپنے باپ کے کسی کام آنے والا ہو۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچ ہے، تو کہیں دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دغا باز اللہ کے بارے میں تمھیں دھوکا نہ دے جائے۔“

اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کے حال پر رحم کرتے ہوئے انھیں ایمان باللہ، صرف ایک اللہ کی عبادت اور صلاح و تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے کی نصیحت کی ہے اور اس دن کے عذاب سے ڈرایا ہے جب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ نہ باپ کو بیٹے کی فکر ہوگی اور نہ بیٹے کو باپ کی۔ ہر شخص اپنی نجات کی فکر میں ایسا مشغول ہوگا اور ایسی دہشت طاری ہوگی کہ کوئی کسی کو نہ پوچھے گا۔ اس دن انسان کو صرف اس کا عمل صالح کام آئے گا۔ قیامت کے دن میں کوئی شبہ نہیں ہے، یہ اللہ کا وعدہ برحق ہے، وہ لامحالہ واقع ہو کر رہے گی۔ اس لیے دنیا کی زندگی کے دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے اور نہ شیطان کے نرغے میں پھنس کر فکر آخرت سے غافل ہونا چاہیے۔

يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِىْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ؗ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا : یعنی جب قیامت آئے گی تو کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۴۸] ”اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴾ [عبس : ۳۳ تا ۳۷] ”پس جب کانوں کو بہرا کرنے والی (قیامت) آجائے گی۔ جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ (سے)۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔“

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ : یعنی دنیا کی زندگی محض ایک فریب ہے، اس کے دھوکے میں نہیں آنا چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِى الْاٰخِرَةِ

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید : ۲۰] ''جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔'' شیطان بڑا دھوکے باز ہے، وہ طرح طرح سے دھوکا دے کر انسان کو گمراہ کرتا ہے، اس سے ہوشیار رہنا چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىھُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴾ [النساء : ۱۲۰، ۱۲۱] ''وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔ یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔''

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ؀ۧ

ع ۴ / ۱۲

''بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

اس آیت میں ان پانچ چیزوں کا بیان ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ① قیامت کب آئے گی اس کا علم کسی کو نہیں۔ ② بارش کب برسے گی اس کا علم کسی کو نہیں۔ بعض لوگ بارش برسنے کی پیش گوئی کرتے ہیں وہ آثار و قرائن کے ذریعے سے محض اندازہ لگاتے ہیں، انھیں صحیح علم نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا اندازہ کبھی صحیح نکلتا ہے اور کبھی غلط۔ بعض لوگ سائنسی آلات کے ذریعے سے پانی برسنے کی پیش گوئی کرتے ہیں، تو انھیں بھی علم نہیں ہوتا، وہ بھی ہوا کے دباؤ سے محض اندازہ ہی لگاتے ہیں۔ ③ کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ نر یا مادہ۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے۔ جو لوگ بتاتے ہیں محض آثار و قرائن سے اندازہ لگاتے ہیں، انھیں صحیح علم نہیں ہوتا۔ آلے وغیرہ کے ذریعے سے ہونے والے ناقص اندازے کو علم نہیں کہا جا سکتا، علم تو کسی شے کے بارے میں یقینی طور پر جاننے کا نام ہے۔ پھر یہ اندازہ بھی صرف بچے کی جنس کے بارے میں ہوتا ہے کہ یہ لڑکا ہے یا لڑکی، لیکن رحم مادر میں موجود بچہ کامل ہے یا ناقص، خوبصورت ہے یا بدشکل، نیک بخت ہے یا بد بخت وغیرہ، ان باتوں کا

علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے، کسی کے لیے ان باتوں کا اندازہ لگانا بھی ممکن نہیں ہے۔ ④ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرنے والا ہے۔ ⑤ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا۔ اس چیز کا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ؕ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴾ [النازعات : ٤٢ تا ٤٤] ”وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٨٧] ”وہ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اس کا قیام کب ہوگا؟ کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری واقع ہوئی ہے، تم پر اچانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں جیسے تو اس کے بارے میں خوب تحقیق کرنے والا ہے۔ کہہ دے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴾ [الأحزاب : ٦٣] ”لوگ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، تو کہہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تجھے کیا چیز معلوم کرواتی ہے، شاید قیامت قریب ہو۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”غیب کی کنجیاں پانچ ہیں، جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا، کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے (لڑکی یا لڑکا)، کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔“ [بخاري، كتاب الاستسقاء، باب لا يدري متى يجيء المطر إلا الله : ١٠٣٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک صاحب تشریف لائے، پوچھنے لگے: ”یا رسول اللہ! ایمان کیا چیز ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر اور اس کی ملاقات پر ایمان لے آئے اور یہ کہ تو آخرت کو اٹھائے جانے پر ایمان لے آئے۔“ اس نے پوچھا: ”اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟“ فرمایا: ”اسلام اللہ کی عبادت کرنا، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، نمازیں پڑھنا، زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا ہے۔“ اس نے دریافت کیا: ”اے اللہ کے رسول! احسان کیا ہے؟“ فرمایا: ”احسان یہ ہے کہ تو اس طرح اللہ کی عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ نہ کر سکو، تو پھر یہ ذہن میں ضرور رہے کہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔“ اس نے پوچھا: ”اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟“ آپ نے فرمایا:

''جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، لیکن میں اس کی نشانی بتلاتا ہوں، جب لونڈی اپنے سردار کو جنے گی اور ایک نشانی یہ کہ جب ننگے پیروں اور ننگے بدنوں والے لوگوں کے سردار بن جائیں گے۔ (سنو!) قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ [لقمان : ٣٤] ''بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' وہ شخص واپس چلا گیا، تو آپ نے فرمایا: ''جاؤ اور اسے میرے پاس واپس بلا لاؤ۔'' لوگوں نے تلاش کیا، تاکہ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لائیں۔ لیکن وہ کہیں بھی نظر نہ آئے، تو آپ نے فرمایا: ''یہ جبریل علیہ السلام تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی : ﴿ إن الله عنده علم الساعة ﴾ : ٤٧٧٧]

وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا : یعنی وہ نہیں جانتا کہ اچھا کام کرے گا یا برا، شاید اسے کل کوئی تکلیف پہنچ جائے، انسان کو اس کا قطعاً کوئی علم نہیں ہے۔ سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے خالد بن ذکوان سے کہا، میری شادی کے وقت نبی ﷺ تشریف لائے اور میرے بچھونے پر اس طرح بیٹھ گئے، جس طرح تم اس وقت میرے پاس بیٹھے ہو۔ پھر ہماری چند بچیاں اس وقت دف بجانا شروع ہوئیں، وہ ہمارے ان بزرگوں کا ذکر کر رہی تھیں جو بدر کی لڑائی میں شہید کر دیے گئے تھے۔ تو اسی اثنا میں ایک لڑکی یہ گانے لگی، ہم میں ایک نبی ہیں جو جانتے ہیں کہ کل کیا ہوگا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو چھوڑ دو اور وہی گاؤ جو (پہلے) گا رہی تھیں۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة : ٥١٤٧]

وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ : یعنی کوئی انسان نہیں جانتا کہ اسے کہاں موت آئے گی، زمین میں اس کی قبر کہاں بنے گی، کسی میدانی علاقے میں یا پہاڑی علاقے میں۔ سیدنا مطر بن عکامس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کی موت کا کسی دوسری زمین میں فیصلہ کرتے ہیں تو اس زمین کی طرف اس کی کوئی ضرورت مقرر فرما دیتے ہیں۔'' [ترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء أن النفس تموت حیث لا کتب لها : ٢١٤٦۔ مسند أحمد : ٢٢٧/٥، ح : ٢٢٠٤٣]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن زمین اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ اے میرے رب! یہ ہیں تیری امانتیں جو تو نے مجھے سونپ رکھی تھیں۔'' [ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر الموت والاستعداد له : ٤٢٦٣]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورۂ سجدہ اور سورۂ دھر کی تلاوت کیا کرتے تھے۔[بخاری، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاة الفجر یوم الجمعة : ۸۹۱۔ مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی یوم الجمعة : ۸۸۰]

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲﴾

”الٓمّٓ۔ اس کتاب کا نازل کرنا جس میں کوئی شک نہیں، جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔“

یعنی یہ کتاب جس کی تلاوت کی جا رہی ہے، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے، یہ کسی انسان کا کلام نہیں جسے جھوٹ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، نہ یہ جادو ہے، نہ کہانت اور نہ اگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا ﴾[الفرقان : ۱] ”بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔“

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ۚ بَلۡ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰىہُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ لَعَلَّہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۳﴾

”یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود گھڑ لیا ہے۔ بلکہ وہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے، تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ راہ پائیں۔“

کفار کہتے تھے کہ قرآن مجید کو رسول اللہ ﷺ نے خود بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے، یہ سراسر ان کی افترا پردازی ہے۔ یہ تو آپ کے رب کا برحق کلام ہے، جسے اس نے آپ پر بذریعہ وحی نازل کیا ہے، تاکہ آپ اس کے ذریعے سے ان مشرکینِ عرب کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں آیا تھا، تاکہ وہ اللہ پر ایمان لے آئیں، اس کی وحدانیت کا اقرار کریں اور دینِ حق کو قبول کر کے جہنم کی آگ سے نجات حاصل کریں اور جنت کے حق دار بنیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ [یٰس : ۱ تا ٦] ”یٰس۔ اس حکمت سے بھرے ہوئے قرآن کی قسم! بلاشبہ تو یقیناً بھیجے ہوئے لوگوں میں سے ہے۔ سیدھی راہ پر ہے۔ یہ سب پر غالب، نہایت مہربان کا نازل کیا ہوا ہے۔ تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے، تو وہ بے خبر ہیں۔“ قرآن مجید کے نزول اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ اتمام حجت ہو جائے اور لوگ لاعلمی کا عذر پیش نہ کر سکیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَ اِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٥٥ تا ١٥٨] ”اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی برکت والی، پس اس کی پیروی کرو اور بچ جاؤ، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی جو ہم سے پہلے تھے اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے یقیناً بے خبر تھے۔ یا یہ کہو کہ اگر واقعی ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے۔ پس بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی، پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کنارا کرے۔ عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کنارا کرتے ہیں، برے عذاب کی جزا دیں گے، اس کے بدلے جو وہ کنارا کرتے تھے۔ وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا تیرا رب آئے، یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے، جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔ کہہ دے انتظار کرو، بے شک ہم (بھی) منتظر ہیں۔“ کفار کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ

نے قرآن مجید کو خود بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر اس کا جواب دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [یونس : ۳۷ تا ۳۹] ’’اور یہ قرآن ہرگز ایسا نہیں کہ اللہ کے غیر سے گھڑ لیا جائے اور لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور رب العالمین کی طرف سے کتاب کی تفصیل ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ کہہ دے تو تم اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ بلکہ انھوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا جس کے علم کا انھوں نے احاطہ نہیں کیا، حالانکہ اس کی اصل حقیقت ابھی ان کے پاس نہیں آئی تھی۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے۔ سو دیکھ ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔‘‘

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۴

’’اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، اس کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔‘‘

فرمایا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان کی تمام مخلوقات کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے، صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ ﴿ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ اس کا معنی و مفہوم بیان کرنے میں سلف صالحین کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر اس طرح مستوی ہے جس طرح اس کے مقام اعلیٰ کے لائق ہے، نہ اس کا انکار کیا جا سکتا ہے، نہ اسے مخلوق کی صفت کے ساتھ تشبیہ دی جا سکتی ہے اور نہ اس کی کیفیت بیان کی جا سکتی ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرا ہاتھ تھام کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے مٹی (یعنی زمین) کو ہفتے کے دن پیدا کیا اور اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا، درختوں کو سوموار کے دن بنایا، بری و ناپسندیدہ چیزوں (یعنی ظلمت و تاریکی وغیرہ) کو منگل کے دن پیدا کیا، بدھ کے دن نور کو پیدا فرمایا، جمعرات کے دن زمین میں جانور پھیلائے اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد بنایا، مخلوقات میں سب سے آخر میں اور جمعہ کے دن کی آخری گھڑیوں میں جو عصر اور رات کے درمیان ہیں۔‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب ابتداء الخلق و خلق آدم علیه السلام : ۲۷۸۹]

﴿ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ﴾ : یعنی اگر وہ کسی کو رسوا کرنا چاہے تو کوئی اسے عزت نہیں دے سکتا اور اگر وہ کسی کو ہلاک و برباد کرنا چاہے تو کوئی اسے بچا نہیں سکتا اور اس کے سوا ان کا کوئی سفارشی نہیں ہے کہ اگر وہ ان سے ان کے شرک و معاصی کا انتقام لینا چاہے تو اس کے حضور سفارش کر کے اس کے غضب سے انھیں بچا لے۔ جب اللہ کے سوا کوئی خالق ارض و سما نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی یار و مددگار اور سفارشی ہے، تو پھر انسانوں کی سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ اس ذاتِ برحق کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٥١] ’’اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرا جو خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کی طرف (لے جا کر) اکٹھے کیے جائیں گے، ان کے لیے اس کے سوا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا، تاکہ وہ بچ جائیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ﴾ [یونس : ۳] ’’کوئی سفارش کرنے والا نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد، وہی اللہ تمھارا رب ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾ [الطلاق : ۱۲] ’’اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی ان کی مانند۔ ان کے درمیان حکم نازل ہوتا ہے، تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ نے یقیناً ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے۔‘‘

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

’’وہ آسمان سے زمین تک (ہر) معاملے کی تدبیر کرتا ہے، پھر وہ (معاملہ) اس کی طرف ایسے دن میں اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ہزار سال ہے، اس (حساب) سے جو تم شمار کرتے ہو۔ وہی غائب اور حاضر کو جاننے والا، سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات سے متعلق تمام احکام و اوامر آسمان سے، جہاں عرش اور لوح محفوظ ہے، زمین کی طرف صادر فرمائے ہیں اور فرشتے انھیں نافذ کرتے ہیں۔ زندگی اور موت، صحت و بیماری، بخشش و محرومی، مال داری و محتاجی، جنگ و صلح اور عزت و ذلت اور مخلوقات سے متعلق تمام فیصلے اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر سے کرتا ہے، کوئی شے اسے عاجز نہیں کرتی۔ بندوں کے اعمال آسمانِ دنیا کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور زمین اور اس کے درمیان کی مسافت پانچ سو سال کی ہے اور آسمان کی موٹائی کی مسافت پانچ سو سال کی ہوتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرشتہ نزول کے وقت پانچ سو سال کی مسافت طے کرتا ہے اور چڑھنے کے وقت بھی پانچ سو سال کی مسافت طے کرتا ہے، لیکن یہ طویل مسافت وہ چشم زدن

میں طے کر لیتا ہے۔ ان تمام امور کا منتظم وہی اللہ ہے۔ وہ اپنے بندوں کے اعمال سے آگاہ ہے۔ وہ ذات پاک غالب ہے اور اس نے ہر چیز کو مغلوب و مقہور کر رکھا ہے۔ گردنیں اس کے آگے جھکی ہوئی ہیں اور وہ اپنے مومن بندوں کے ساتھ بہت مہربان ہے۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾ [الطلاق : ۱۲] ”اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی ان کی مانند۔ ان کے درمیان حکم نازل ہوتا ہے، تا کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ نے یقیناً ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمان اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھیں اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰى صلى الله عليهما وسلم : ۲٦٥٣]

الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

”جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے جتنی چیزوں کو پیدا کیا ہے، ان کی تخلیق نہایت درجہ موزوں اور حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے۔ اس نے آدم کا ڈھانچہ پہلے مٹی سے تیار کیا ہے اور اس کی نسل کی تخلیق ایک حقیر نطفہ کے ذریعے سے رکھی، پھر ایک مکمل انسان کی شکل دے کر اس میں روح ڈال دی اور وہ ایک زندہ انسان بن گیا۔ اس نے اپنی کمال قدرت کے ذریعے سے حقیر نطفہ سے بنے انھی جسموں میں سننے اور دیکھنے کی صلاحیت پیدا کی اور ان میں دھڑکتے ہوئے دل رکھ دیے، جن کے ذریعے سے انسان سوچتا اور سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ محیر العقول صناعی کہ گوشت کا ایک ٹکڑا سنتا ہے، دوسرا دیکھتا ہے اور تیسرا سب سے اہم یعنی دل، سوچتا ہے، سمجھتا ہے، فیصلے کرتا ہے اور انسان کو قوت ارادی دیتا ہے۔ یہ ساری نعمتیں تقاضا کرتی ہیں کہ بندہ ہر وقت اپنے خالق کا شکر ادا کرتا رہے، لیکن وہ بالعموم ناشکرا ہی ہوتا ہے۔ بہتوں کو ان باتوں پر غور کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔

﴿ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴾ : یعنی اس نے ابوالبشر آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴾ [الحجر : ۲۸] ''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا بے شک میں ایک بشر ایک بجنے والی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں، جو بدبودار، سیاہ کیچڑ سے ہوگی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴾ [المؤمنون : ۱۲] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو حقیر مٹی کے ایک خلاصے سے پیدا کیا۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا جو اس نے ساری زمین سے اکٹھی کی تھی۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة البقرة : ۲۹۵۵]

﴿ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴾ : یعنی آدم کو مٹی سے پیدا کرنے کے بعد پھر ان کی نسل کو نطفہ سے پیدا کیا، ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۪ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۳، ۱۴] ''پھر ہم نے اسے ایک قطرہ بنا کر ایک محفوظ ٹھکانے میں رکھا۔ پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو کچھ گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ﴾ [الحج : ۵] ''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں کسی شک میں ہو تو بے شک ہم نے تمھیں حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر کچھ جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کی ایک بوٹی سے، جس کی پوری شکل بنائی ہوئی ہے اور جس کی پوری شکل نہیں بنائی ہوئی، تاکہ ہم تمھارے لیے واضح کریں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر ہم تمھیں ایک بچے کی صورت میں نکالتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کی پیدائش (بطور نطفہ) اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک پوری کی جاتی ہے، پھر چالیس دن تک وہ غلیظ اور جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن تک گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر اللہ ایک فرشتے کو اس کے پاس چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے۔ تو وہ فرشتہ اس کے عمل، اس کی مدت زندگی، اس کی روزی اور یہ کہ وہ نیک ہوگا یا بدبخت، یہ سب چیزیں لکھ لیتا ہے، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق ادم و ذریته : ۳۳۳۲۔ مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن أمه ...... الخ : ۲۶۴۳]

﴿وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ﴾: جب بچے میں روح پھونکی جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسے سماعت، بصارت اور سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ [الدھر : ۲] ''بلاشبہ ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں، سو ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا۔'' اور فرمایا: ﴿وَاللَّهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [النحل : ۷۸] ''اور اللہ نے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اس نے تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیے، تاکہ تم شکر کرو۔''

وَقَالُوا أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ بَلْ هُم بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ ﴿۱۰﴾

''اور انھوں نے کہا کیا جب ہم زمین میں گم ہو گئے، کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں۔''

مشرکین مکہ جو بعث بعد الموت کے منکر تھے، حیرت و استعجاب کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے پوچھتے تھے کہ جب ہم گل سڑ کر مٹی میں مل جائیں گے اور ہمارا وجود ناپید ہو جائے گا، تو ہم نئے سرے سے دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ منکرین بعث بعد الموت درحقیقت قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے کا انکار کر رہے ہیں اور کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ کفار مکہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار ہی نہیں کرتے تھے، بلکہ اس کا مذاق بھی اڑاتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ﴾ [یٰس : ۷۷ تا ۷۹] ''اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَقَالُوا أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا ﴿۵۰﴾ أَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ ۚ فَسَيَقُولُونَ مَن يُعِيدُنَا ۖ قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هُوَ ۖ قُلْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَرِيبًا﴾ [بنی إسرائیل : ۴۹ تا ۵۱] ''اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی

(معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہو گا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔" اور فرمایا: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْۤ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳۹] "اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ بے شک تو زمین کو دبی ہوئی (بنجر) دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور پھولتی ہے۔ بے شک وہ جس نے اسے زندہ کیا، یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، یقیناً وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عاص بن وائل رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا اور اسے ریزہ ریزہ کرنا شروع کر دیا، پھر کہنے لگا کہ اے محمد! کیا اللہ تعالیٰ اس (ہڈی) کے فنا ہو جانے کے بعد اسے زندہ کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! اللہ اسے زندہ کرے گا اور (سن!) اللہ تجھے فوت کرے گا، پھر تجھے زندہ کر کے جہنم کی آگ میں پھینک دے گا۔" [مستدرك حاكم : ۲/ ۴۲۹، ح : ۳۶۰۶]

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱ ع

"کہہ دے تمھیں موت کا فرشتہ قبض کرے گا، جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ان منکرین قیامت سے کہا کہ جس ملک الموت کے ذمے تمھاری روحوں کو قبض کرنے کا کام لگایا گیا ہے، جب تمھاری موت کی مقرر گھڑی آ جائے گی تو وہ تمھاری روحوں کو قبض کر لے گا اور تم دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے، پھر جب قیامت آئے گی تو اللہ تعالیٰ تم سب کو زندہ کرے گا اور میدانِ محشر میں حساب و جزا کے لیے لا کھڑا کرے گا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا): "جب مومن کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں۔" (حدیث کے راوی) حماد کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی خوشبو اور مشک کا ذکر کیا اور آپ نے فرمایا: "آسمان والے فرشتے (اس روح کی خوشبو پا کر) کہتے ہیں، کوئی پاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اس جسم پر بھی جسے تو نے آباد کر رکھا تھا۔ پھر فرشتے اپنے رب کے حضور اس روح کو لے جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسے قیامت قائم ہونے تک (اس کی معین جگہ یعنی علیین میں) پہنچا دو اور جب کافر کی روح نکلتی ہے۔" حدیث کے راوی نے کافر کی روح کے نکلنے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی بدبو اور اس پر (فرشتوں کی) لعنت کا ذکر کیا اور آپ نے فرمایا: "(جب اسے اوپر لے جایا جاتا ہے تو) آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کوئی ناپاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آ رہی ہے، پھر (اللہ تعالیٰ کی طرف

سے) حکم ہوتا ہے کہ اسے قیامت قائم ہونے تک (اس کی معین جگہ یعنی سجین میں) لے جاؤ۔'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے کافر کی روح کی بدبو کا ذکر فرمایا تو (نفرت سے) اپنی چادر کا دامن اس طرح اپنی ناک پر رکھ لیا۔

[مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة ...... الخ : ۲۸۷۲]

وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

''اور کاش! تو دیکھے جب مجرم لوگ اپنے رب کے پاس اپنے سر جھکائے ہوں گے اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، پس ہمیں واپس بھیج، ہم نیک عمل کریں گے، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔''

جب منکرین قیامت اپنے آپ کو میدانِ محشر میں امر واقع کے روبرو پائیں گے، تو انتہائی ذلت و رسوائی کے سبب اپنے رب کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور عرقِ ندامت میں ڈوبے جائیں گے کہ دنیا میں انکارِ آخرت، شرک باللہ اور دیگر معاصی کا ارتکاب نہ کرتے تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ پھر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! جن حقائق کو ہم دنیا میں جھٹلاتے تھے اب ہم نے انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور جن باتوں کا ہم وہاں انکار کرتے تھے، اب ہم نے انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے سن لیا ہے، اب کوئی بات ہم سے پوشیدہ نہیں رہی، ہمیں ساری باتوں کا یقین ہو گیا ہے، اس لیے تو ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دے، تاکہ ہم عمل صالح کرکے اپنی آخرت سنوار لیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْۤا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۷ تا ۳۰]

''اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان کے لیے ظاہر ہو گیا جو وہ اس سے پہلے چھپاتے تھے اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ اور انھوں نے کہا نہیں ہے یہ (زندگی) مگر ہماری دنیا کی زندگی اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں۔ اور کاش! تو دیکھے جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے، وہ فرمائے گا کیا یہ حق نہیں؟ کہیں گے کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم! فرمائے گا پھر چکھو عذاب اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔''

وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾

’’اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے اور لیکن میری طرف سے بات پکی ہو چکی کہ یقیناً میں جہنم کو جنوں اور انسانوں، سب سے ضرور بھروں گا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان کی التجا کا جواب یہ دیا کہ ہم نے تو دنیا میں خیر وشر کے دونوں راستے بتا کر انسانوں کو اختیار دے دیا تھا کہ جو چاہے جنت کی راہ اختیار کرے اور جو چاہے جہنم کی راہ، تو تم نے اپنی مرضی سے جہنم کی راہ اختیار کر لی۔ اب تمام حقائق کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر ایسا ایمان میرے نزدیک قابل قبول ہوتا تو میں اپنی مرضی سے تمام انسانوں کو راہِ راست پر لا کھڑا کر دیتا۔ میرے نزدیک اعتبار اسی ایمان کا ہے جسے بندہ اپنی مرضی سے دنیا میں اختیار کرتا ہے۔ جو جن وانس دنیا میں اپنے اختیار سے ایمان نہیں لائیں گے ان سے میں جہنم کو ضرور بھر دوں گا۔

وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ : یعنی جنوں اور انسانوں کی دونوں جماعتوں سے کچھ لوگ جہنم رسید ہوں گے اور جہنم میں جانے سے انھیں کوئی بچا نہیں سکے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآىِٕلِهِمْ١ؕ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا١ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۶ تا ۱۸]

’’اس نے کہا پھر اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور ہی ان کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔ پھر میں ہر صورت ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں طرفوں سے اور ان کی بائیں طرفوں سے آؤں گا اور تو ان کے اکثر کو شکر کرنے والے نہیں پائے گا۔ فرمایا اس سے نکل جا، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا، بے شک ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا میں ضرور ہی جہنم کو تم سب سے بھروں گا۔‘‘

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا١ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۴

’’سو چکھو، اس وجہ سے کہ تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا، بے شک ہم نے تمھیں بھلا دیا اور ہمیشگی کا عذاب چکھو، اس کی وجہ سے جو تم کیا کرتے تھے۔‘‘

پھر اللہ تعالیٰ ان منکرین قیامت سے مخاطب ہوگا اور بطور زجر و توبیخ کہے گا کہ تم دنیا میں قیامت کے دن کو فراموش کر بیٹھے تھے، میرا نبی جب اس دن کی تمھیں یاد دلاتا تھا تو اس کا مذاق اڑاتے تھے، تو چکھو اس انکار و استہزا کا مزہ، اب ہم بھی تمھیں جہنم میں ڈال کر ہمیشہ کے لیے بھول جاتے ہیں۔ اب اپنے کیے کے بدلے جہنم کا دائمی عذاب جھیلتے رہو۔

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ : یعنی اس عذاب کا مزہ چکھو، کیونکہ تم نے اس دن کو بھلا رکھا تھا، سو آج ہم تم سے اس طرح کا معاملہ کریں گے، جیسے کسی بھول جانے والے کا معاملہ ہوتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [الجاثية : ٣٤] ”اور کہہ دیا جائے گا کہ آج ہم تمھیں بھلا دیں گے جیسے تم نے اپنے اس دن کے ملنے کو بھلا دیا اور تمھارا ٹھکانا آگ ہے اور تمھارے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴾ [طٰه : ١٢٤ تا ١٢٦] ”اور جس نے میری نصیحت سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ گزران ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا۔ وہ فرمائے گا اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات آئیں تو تو انھیں بھول گیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جائے گا۔“

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ : یعنی اپنے کفر و تکذیب کے سبب اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کے عذاب کے مزے چکھو، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۝ جَزَآءً وِّفَاقًا ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۝ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۝ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴾ [النبا : ٢٤ تا ٣٠] ”نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ پورا پورا بدلہ دینے کے لیے۔ بلاشبہ وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اور انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، بری طرح جھٹلانا۔ اور ہر چیز، ہم نے اسے لکھ کر محفوظ کر رکھا ہے۔ پس چکھو کہ ہم تمھیں عذاب کے سوا ہرگز کسی چیز میں زیادہ نہیں کریں گے۔“

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ (السجدۃ)

”ہماری آیات پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب انھیں ان کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہماری آیتوں پر حقیقی طور پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جنھیں قرآن کریم کی تلاوت کر کے جب نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اپنے دل کی طہارت اور فطرت کی پاکیزگی کی وجہ سے ان نصیحتوں کو فوراً قبول کر لیتے ہیں اور قرآن کریم کا ان پر ایسا اثر پڑتا ہے کہ نعمتِ اسلام پر شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ میں گر جاتے ہیں، اپنے رب کی پاکی اور اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور اہل مکہ کی طرح اس کی عبادت سے قطعاً منہ نہیں موڑتے، بلکہ زندگی بھر اطاعت و بندگی کے

جذبے اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ اس کی عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اس آیت پر سجدہ ہے، اسے پڑھنے اور سننے والوں کو یہاں سجدہ کرنا چاہیے، تاکہ وہ بھی ان صفات میں شامل ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی بیان فرمائی ہیں۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا : یعنی جب اللہ کی آیات کے ذریعے سے ان کو نصیحت کی جائے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا ﴾ [الفرقان : ۷۳] ''اور وہ کہ جب انھیں ان کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔''

وَ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ : یعنی وہ آیات ربانی سن کر اللہ کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدے میں یہ دعا پڑھتے تھے: « سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ » ''اے ہمارے پروردگار! اے اللہ! تو (ہر عیب سے) پاک ہے، اپنی تعریف کے ساتھ، اے اللہ! مجھے بخش دے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الدعاء فی الرکوع : ۷۹۴۔ مسلم، کتاب الصلوۃ، باب ما یقال فی الرکوع و السجود ؟ : ۴۸۴]

وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ : یعنی آیات کی اتباع و اطاعت سے تکبر نہیں کرتے، جیسا کہ جاہل، کافر اور فاجر لوگ کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ۶۰] ''بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۱۶

''ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

مخلص مومنوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ راتوں کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھنے کے عادی ہوتے ہیں، اسی لیے جب اس کا وقت آتا ہے تو ان کے پہلوؤں کو بستروں سے دشمنی ہو جاتی ہے، وہ فوراً اٹھ بیٹھتے ہیں اور وضو کر کے نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اور سجدے میں جا کر اپنے رب سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اے رب العالمین! ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لے اور جنت میں داخل کر دے۔ ان مخلصین کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اللہ انھیں جو روزی دیتا ہے اس میں سے بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ : یعنی وہ رات کو نیند ترک کر کے قیام کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ [الذاریات : ۱۷، ۱۸] ''وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔ اور رات کی آخری گھڑیوں میں وہ بخشش مانگتے تھے۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ دو قسم کے آدمیوں سے بہت خوش ہوتا ہے، ایک تو وہ جو رات کو نماز پڑھنے کے لیے اپنے بیوی بچوں کے درمیان سے نرم و گرم بستر چھوڑ کر اٹھتا ہے۔ ہمارا رب فرماتا ہے، اے میرے فرشتو! میرے بندے کو دیکھو جو میرے پاس موجود نعمتوں کی رغبت کرتے ہوئے اور میرے عذابات سے ڈرتے ہوئے، اپنے بیوی بچوں کے درمیان سے نرم و گرم بستر چھوڑ کر نماز کے لیے اٹھا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو ایک غزوے میں ہے، اس کے ساتھی بھاگ نکلتے ہیں، لیکن یہ شخص یہ سوچ کر کہ بھاگنے کی کیا سزا ہے اور آگے بڑھنے میں کیا نعمتیں ہیں، میدان کی طرف لوٹتا ہے اور میرے پاس موجود نعمتوں کی رغبت کرتے ہوئے اور میرے عذابات سے ڈرتے ہوئے اپنا خون بہا دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فخر سے اپنے فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے بندے کی طرف دیکھو، وہ میرے پاس موجود نعمتوں کی رغبت کرتے ہوئے اور میرے عذابات سے ڈرتے ہوئے واپس پلٹا اور اپنا خون بہا دیا۔'' [مسند أحمد : ۱/ ۴۱۶، ح : ۳۹۴۸۔ أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب فی الرجل یشری نفسه : ۲۵۳۶۔ مستدرك حاکم : ۲/ ۱۱۲، ح : ۲۵۳۱]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا، ایک دن جب ہم چل رہے تھے، تو میں آپ کے قریب ہو گیا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں پہنچا دے اور جہنم سے دور کر دے؟ تو آپ نے فرمایا: ''تو نے بہت بڑا سوال کیا لیکن اللہ جس پر آسان کر دے اس پر بہت آسان ہے۔ (وہ عمل یہ ہے کہ) تم اللہ کی عبادت کرتے رہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نمازوں کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔'' پھر فرمایا: ''کیا میں تجھے بھلائیوں کے دروازے نہ بتلاؤں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ (کی آگ) کو بجھا دیتا ہے، جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آدمی کا رات کے دوران میں نماز (تہجد) پڑھنا۔'' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۶، ۱۷]

''ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' پھر فرمایا: ''کیا اب میں تجھے اس امر (یعنی دین) کا سر، اس کے ستون اور اس کے کوہان کی بلندی کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں، تو آپ نے فرمایا: ''اس تمام امر کا سر تو اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی اللہ کی راہ کا جہاد ہے۔'' پھر فرمایا: ''کیا اب میں تجھے وہ چیز نہ بتاؤں جس پر ان سب کا مدار ہے؟'' میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں، آپ نے اپنی زبان کو پکڑا، پھر فرمایا: ''اسے روک کر رکھ۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے نبی! کیا

ہم اپنی بات چیت پر بھی پکڑے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ”اے معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے ! لوگوں کو (جہنم کی) آگ میں چہروں کے بل گھسیٹنے والی چیز ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی فصلوں کے سوا اور کیا ہے؟“ [ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی حرمة الصلوة : ۲٦۱٦۔ ابن ماجه، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتنة : ۳۹۷۳۔ مسند أحمد : ۲۳۱/۵، ح : ۲۲۰۷۷]

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا : یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اور اجر و ثواب کی امید پر وہ اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۵۷] ”وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، جو ان میں سے زیادہ قریب ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ ڈرا جاتا ہے۔“

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾

”پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

مذکورہ صفات رکھنے والے مومنوں کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ ان کے رب نے ان کے لیے روزِ قیامت جو نعمتیں چھپا رکھی ہیں، جنھیں اس دن پا کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، ان نعمتوں کا اس دنیا میں وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ انسانی خیالات و تصورات سے بالاتر یہ نعمتیں انھیں ان نیک اعمال کی وجہ سے ملیں گی جو وہ دنیا کی زندگی میں کرتے رہے تھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے (جنت میں) وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، جن کو کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل میں ان کا خیال گزرا۔“ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۷] ”پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ فلا تعلم نفس ما أخفی لهم من قرة أعین ﴾ : ۴۷۷۹۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب صفة الجنة : ۲۸۲۴]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے رب کی طرف سے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ جو کوئی ہم میں سے (جہاد میں) مارا جائے گا، وہ جنت میں ایسی نعمتوں میں پہنچ جائے گا جن نعمتوں کے مثل اس نے کبھی کوئی نعمت نہیں دیکھی ہوگی۔ [بخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب الجزیة والموادعة مع أهل الذمة والحرب : ۳۱۵۹]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی، اے باری تعالیٰ! ادنیٰ جنتی کا درجہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ادنیٰ جنتی وہ شخص ہے جو تمام جنتیوں کے جنت میں چلے جانے کے بعد آئے گا، اس سے کہا جائے گا، جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہے گا، اے اللہ! کہاں جاؤں، ہر ایک نے تو اپنی اپنی جگہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنی چیزیں سنبھال لی ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو اس پر خوش ہے کہ تیرے لیے اتنا ہو جتنا دنیا کے کسی بہت بڑے بادشاہ کے پاس تھا؟ وہ کہے گا، اے میرے رب! میں اس پر خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تجھے یہ سب کچھ دیا جاتا ہے اور اتنا اور، اتنا اور، اتنا اور، اتنا اور، اتنا اور۔ پانچویں بار یہ کہے گا، (بس بس) اے میرے رب! میں راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ سب ہم نے تجھے دیا اور اس کا دس گنا اور بھی دیا اور جس چیز کو بھی تیرا دل چاہے اور جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی رہیں (وہ بھی تو لے لے)۔ یہ کہے گا، میرے پروردگار! میں راضی ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، پھر اے اللہ! اعلیٰ درجے کے جنتی کی کیفیت کیا ہے؟ فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جن کو میں نے خود چنا اور ان کی بزرگی و عزت کو میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور اس پر اپنی مہر لگا دی ہے، پھر نہ تو وہ کسی کے دیکھنے میں آئی، نہ کسی کے سننے میں اور نہ کسی کے خیال میں۔'' اور اس چیز کی تصدیق یہ آیت کرتی ہے: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدة : ١٧] [مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ١٨٩]

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ⑱

''تو کیا وہ شخص جو مومن ہو وہ اس کی طرح ہے جو نافرمان ہو؟ برابر نہیں ہوتے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل و کرم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ روزِ قیامت فیصلہ فرماتے ہوئے اس شخص کو جو اس کی آیات پر ایمان رکھتا اور اس کے رسولوں کی اتباع کرتا تھا، اس کے برابر قرار نہیں دے گا جو فاسق، یعنی اپنے رب کی اطاعت سے خارج اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھٹلاتا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [الجاثية : ٢١] ''یا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، انھوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے؟ ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہو گا؟ برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴾ [صٓ : ٢٨] ''کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح کر دیں گے؟ یا کیا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟'' اور فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴾ [الحشر : ٢٠] ''آگ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں، جو جنت والے ہیں، وہی اصل کامیاب ہیں۔''

اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

"لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، مہمانی اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔"

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جہنم سے سب سے آخر میں نکلنے والے آدمی کو میں پہچانتا ہوں، وہ شخص کولہوں کے بل گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا، اسے کہا جائے گا کہ جا! جنت میں داخل ہو جا۔ وہ جنت میں جائے گا تو دیکھے گا کہ سب لوگوں نے اپنی اپنی جگہ قبضہ جما رکھا ہے (اور اس کے لیے کوئی جگہ باقی نہیں)۔ بہر حال اس سے پوچھا جائے گا، تمھیں وہ وقت یاد ہے جب تم جہنم میں تھے؟ عرض کرے گا، ہاں! یاد ہے۔ چنانچہ اسے کہا جائے گا، خواہش کرو (کتنی جگہ تمھیں جنت میں چاہیے؟) وہ خواہش کرے گا، پھر اسے کہا جائے گا، تیرے لیے تیری خواہش کے مطابق جنت میں جگہ ہے اور دس دنیاؤں کے برابر مزید بھی تمھارے لیے جگہ ہے۔ وہ شخص عرض کرے گا (یا اللہ!) تو بادشاہ ہو کر میرے ساتھ مذاق کرتا ہے؟" سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا (یہ ارشاد فرمانے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کے دانت مبارک نظر آنے لگے۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب آخر أهل النار خروجًا: ۱۸۶/۳۰۹]

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾

"اور رہے وہ لوگ جنھوں نے نافرمانی کی تو ان کا ٹھکانا آگ ہی ہے، جب کبھی چاہیں گے کہ اس سے نکلیں اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا آگ کا وہ عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔"

یعنی جو لوگ اس دنیا میں فسق و معصیت کی زندگی اختیار کریں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ جب بھی شدتِ غم اور انتہائے کرم والم کی وجہ سے وہ اس سے نکل کر بھاگنا چاہیں گے، جہنم کے فرشتے انھیں مار مار کر دوبارہ اس میں لوٹا دیں گے اور ان کی ذلت و رسوائی بڑھانے کے لیے ان سے کہیں گے کہ اب چکھو اس عذابِ نار کا مزہ جس کی تم دنیا میں تکذیب کرتے رہے تھے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ: یعنی جنھوں نے اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت ترک کر دی تو ان کا ٹھکانا جہنم ہے، جب چاہیں گے کہ اس میں سے نکل جائیں تو اسی میں لوٹا دیے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴾ [الحج: ۲۲] "جب کبھی ارادہ کریں گے کہ سخت گھٹن کی

وجہ سے اس سے نکلیں، اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور چکھو جلنے کا عذاب۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تمھاری یہ (دنیا کی) آگ جسے ابن آدم جلاتا ہے، جہنم کی آگ کی گرمی کا سترواں حصہ ہے۔‘‘ صحابہ نے عرض کی، واللہ! یا رسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو) یہی دنیا کی آگ کافی تھی؟ آپ نے فرمایا: ’’لیکن وہ تو دنیا کی آگ سے انہتر (۶۹) درجے زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب جھنم أعاذنا اللہ منھا : ۲۸۴۳]

وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾

’’اور یقیناً ہم انھیں قریب ترین عذاب کا کچھ حصہ سب سے بڑے عذاب سے پہلے ضرور چکھائیں گے، تاکہ وہ پلٹ آئیں۔‘‘

کفار مکہ کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ ہم انھیں عذاب آخرت کا وقت آنے سے پہلے، یعنی قبل اس کے کہ موت انھیں کفر کی حالت ہی میں دبوچ لے، مختلف دنیاوی تکلیفوں میں مبتلا کریں گے، قید و بند، قتل اور قحط سالی کی مصیبتوں سے دوچار کریں گے، شاید کہ ہوش کے ناخن لیں، شرک اور دیگر گناہوں سے تائب ہو کر اپنے اعمال کی اصلاح کریں اور بتوں کو چھوڑ کر ایک اللہ پر ایمان لے آئیں۔

دنیا کی زندگی میں مصائب اور چھوٹے چھوٹے عذاب اس لیے بھیجے جاتے ہیں، تاکہ مجرم اپنی سرکشی سے باز آ جائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْ لَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۴۲، ۴۳] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر انھیں تنگ دستی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ عاجزی کریں۔ پھر انھوں نے کیوں عاجزی نہ کی، جب ان پر ہمارا عذاب آیا اور لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو کچھ وہ کرتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۹۴] ’’اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس کے رہنے والوں کو تنگی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ گڑ گڑائیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [القلم : ۳۳] ’’اسی طرح (ہوتا) ہے عذاب اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ (قحط) اس لیے پڑا تھا کہ قریش جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرنے کے بجائے شرک پر جمے رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایسے قحط کی بددعا کی جیسا قحط یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں پڑا تھا۔ چنانچہ قحط کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگ ہڈیاں تک کھانے لگے۔ لوگ آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تو انھیں بھوک و فاقہ کی شدت کی وجہ سے دھویں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ یغشی الناس ھذا عذاب ألیم ﴾ : ۴۸۲۱]

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾

''اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی، پھر اس نے ان سے منہ پھیر لیا۔ یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔''

جس آدمی کو قرآن کریم کی آیتیں پڑھ کر نصیحت کی جائے، جنت کی بشارت دی جائے اور جہنم سے ڈرایا جائے، لیکن وہ کبر وعناد کی وجہ سے ایمان لانے کے بجائے ان آیتوں سے منہ موڑے، وہ اللہ کی نگاہ میں بہت بڑا ظالم و مجرم ہے اور جو شخص قرآنِ کریم کی دعوت توحید پہنچنے کے باوجود اپنے کفر وشرک پر اڑا رہے گا، اللہ تعالیٰ ایسے مجرموں سے ضرور انتقام لے گا، انھیں عذاب میں مبتلا کرے گا اور اپنے مومن و متقی بندوں کو ان پر غلبہ عطا کرے گا۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ۫ وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، پس تو اس کی ملاقات سے شک میں نہ ہو اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔ اور ہم نے ان میں سے کئی پیشوا بنائے، جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے، جب انھوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین کیا کرتے تھے۔''

یعنی اے میرے نبی! اگر ہم نے آپ کو قرآن کریم جیسی عظیم ترین کتاب دی ہے، تو اس میں اہل مکہ کے لیے حیرت واستعجاب کی کیا بات ہے؟ ہم نے اس سے پہلے اپنے بندے اور رسول موسیٰ علیہ السلام کو بھی تو ایک عظیم کتاب دی تھی، جس کا علم کفارِ مکہ کو ہے۔ اس کتاب کو ہم نے بنی اسرائیل کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنایا تھا اور ان میں سے ایسے علماء پیدا کیے جو ہمارے دین کی طرف لوگوں کی راہنمائی کرتے تھے، اس راہ میں انھیں جو تکلیف پہنچتی تھی اس پر صبر کرتے تھے اور ہماری کتاب کی صداقت وحقانیت پر پورا یقین رکھتے تھے، نہ ان کے صبر واستقامت میں فرق آتا تھا اور نہ وہ ہماری آیتوں میں شک وشبہ کرتے تھے۔

فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ: امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شب معراج کی ملاقات ہے، پھر انھوں نے ابو العالیہ ریاحی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے تمھارے نبی کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''معراج کی رات میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ گندمی رنگ، طویل القامت اور گھنگریالے بالوں والے شخص تھے، گویا ان کا تعلق شنوءہ کے لوگوں سے ہے اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ درمیانے قد، سرخ وسفید رنگت اور سیدھے بالوں والے تھے اور میں نے جہنم کے داروغے اور دجال کو بھی دیکھا، من جملہ ان آیات

کے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھائی تھیں، (سورۂ سجدہ میں اسی کا ذکر ہے): ﴿ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ ﴾ ''پس تو اس کی ملاقات سے شک میں نہ ہو۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب : إذا قال أحدكم آمين والملائكة ...... الخ : ۳۲۳۹۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ ...... الخ : ۱٦٥]

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَآتَيْنَاهُم بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ ۖ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴾ [الجاثیة: ۱٦، ۱۷] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور انھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔ اور انھیں (دین کے) معاملے میں واضح احکام عطا کیے، پھر انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس میں ضد کی وجہ سے، بے شک تیرا رب ان کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔''

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝۲۵

''بے شک تیرا رب ہی قیامت کے دن ان کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انبیائے کرام اور ان کی امتوں کے درمیان، اور مومنوں اور کافروں کے درمیان اپنا فیصلہ صادر فرمائے گا، تب کافروں کو پتا چل جائے گا کہ دنیا میں حق پر کون تھا اور باطل پر کون اور اب کس کا کیا انجام ہوگا؟ چنانچہ اہل حق جنت میں داخل کر دیے جائیں گے اور اہل باطل جہنم میں دھکیل دیے جائیں گے۔

اہل کتاب میں ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے شدید اختلاف تھا، دلائل کی موجودگی میں بھی وہ اپنے اختلاف پر جمے رہے، نتیجہ یہ نکلا کہ وہ مختلف فرقوں میں بٹ گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴾ [البینة : ٤] ''اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی، جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیل آ گئی۔''

سیدنا معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار ہو جاؤ! تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ ملت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ بہتر (۷۲) آگ میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا اور یہی ''الجماعۃ'' ہوگا۔'' [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب شرح السنة : ٤٥٩٧]

أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾

”اور کیا اس بات نے ان کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں، جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں، تو کیا یہ نہیں سنتے؟“

کفار مکہ کو دعوت فکر ونظر دی جا رہی ہے کہ ہم ان سے پہلے بہت سی کافر ومشرک قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، یہ لوگ شام کا سفر کرتے ہوئے مدائنِ صالح، علاقۂ مدین اور بحیرۂ لوط کے قریب سے گزرتے ہیں اور ان کے باقی ماندہ آثار کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کرتے ہیں، تو ان نشانیوں پر نگاہِ عبرت کیوں نہیں ڈالتے؟ وہ کھنڈرات انھیں ان قوموں کی بربادی کے جو واقعات سناتے ہیں، ان پر کان کیوں نہیں دھرتے؟ تاکہ عبرت حاصل کریں اور کفر وشرک سے تائب ہو کر قرآن کریم اور رسول اکرم ﷺ پر ایمان لے آئیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ [الحج: ٤٥، ٤٦] ”سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔ پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، یا کان ہوں جن کے ساتھ وہ سنیں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔“

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم پانی کو چٹیل زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، پھر اس کے ذریعے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے کھاتے ہیں اور وہ خود بھی، تو کیا یہ نہیں دیکھتے؟“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم آسمان سے بارش نازل کرتے ہیں اور اسے قحط زدہ زمین تک پہنچاتے ہیں، جو پانی کے بغیر مردہ ہو چکی ہوتی ہے، پھر اس کے ذریعے سے مختلف قسم کے پودے اگاتے ہیں، جن میں سے بعض کو تو ان کے جانور کھاتے ہیں اور بعض پودوں کے دانے وہ خود کھا کر زندہ رہتے ہیں۔ تو کفار مکہ عقل کے ناخن کیوں نہیں لیتے؟ کیوں نہیں سوچتے کہ جس اللہ نے اپنے کمالِ قدرت سے بارش برسائی، پھر اس نے پودے اگائے اور ان میں سے بعض کو انسانوں کے اور بعض کو ان کے جانوروں کے استعمال کے قابل بنایا، وہی معبود حقیقی ہے، اسی کے سامنے سر جھکانا چاہیے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

قَدِيْرٌ ﴾ [الروم : ٥٠] ”سو اللہ کی رحمت کے نشانات کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بے شک وہی یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٧] ”اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے، اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں، پھر اس سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِيْمَانُهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝

”اور وہ کہتے ہیں یہ فیصلہ کب ہوگا، اگر تم سچے ہو؟ کہہ دے فیصلے کے دن ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا نہ ان کا ایمان لانا نفع دے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کا عذاب ان پر جلد واقع ہو جائے اور وہ جلد اللہ کے غضب و عقاب میں مبتلا ہو جائیں۔ یہ اس لیے کہ دراصل وہ عذابِ الٰہی کے منکر تھے اور از راہ تکذیب و مخالفت کہتے تھے کہ اے محمد! آپ ہمارے خلاف کب فتح پائیں گے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب دیا کہ اس کی آمد میں کوئی شبہ نہیں، اس لیے تم اس سے پہلے ایمان لے آؤ، کیونکہ جب وہ دن آ جائے گا تو پھر کسی کافر کا ایمان اس کے کام نہیں آئے گا اور اسے مہلت نہیں دی جائے گی کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو جائے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ : کفار کے اس سوال کا اللہ تعالیٰ نے بار بار ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ؕ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴾ [النازعات : ٤٢ تا ٤٥] ”وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔ تو تو صرف اسے ڈرانے والا ہے جو اس سے ڈرتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٤٩ تا ٥١] ”اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔

یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی (معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔"

قُلۡ يَوۡمَ الۡفَتۡحِ لَا يَنۡفَعُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِيۡمَانُهُمۡ وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ : یہاں فتح کا لفظ فیصلہ کے معنی میں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَافۡتَحۡ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَهُمۡ فَتۡحًا وَّنَجِّنِىۡ وَمَنۡ مَّعِىَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴾ [الشعراء : ۱۱۸] "پس تو میرے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور میرے ساتھ جو ایمان والے ہیں، انھیں بچالے۔" اور فرمایا: ﴿ قُلۡ يَجۡمَعُ بَيۡنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفۡتَحُ بَيۡنَنَا بِالۡحَقِّ ؕ وَهُوَ الۡفَتَّاحُ الۡعَلِيۡمُ ﴾ [سبا : ۲۶] "کہہ ہم سب کو ہمارا رب جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور وہی خوب فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَانۡتَظِرۡ اِنَّهُمۡ مُّنۡتَظِرُوۡنَ ؑ ۝۳۰

"پس تو ان سے منہ پھیر لے اور انتظار کر، یقیناً وہ (بھی) انتظار کرنے والے ہیں۔"

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ کفارِ مکہ کی احمقانہ باتوں اور ان کی کذب بیانیوں کا جواب نہ دیجیے، بلکہ پورے انہماک کے ساتھ دعوت و تبلیغ کے کام میں لگے رہیے اور اللہ کے فیصلے کا انتظار کیجیے۔ وہ یقیناً آپ کو فتح و نصرت دے گا اور آپ کے دشمنوں کو رسوا کرے گا۔ کفارِ مکہ بھی آپ کے بارے میں بری خبر سننے کا انتظار کر رہے ہیں، تاکہ ان کے زعم باطل کے مطابق انھیں آپ سے خلاصی مل جائے، لیکن اللہ کے فیصلے پر کس کا فیصلہ غالب آ سکتا ہے؟

سورة الاحزاب مدنية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۱﴾

''اے نبی! اللہ سے ڈر اور کافروں اور منافقوں کا کہنا مت مان۔ یقیناً اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''نبی'' کے لفظ کے ساتھ پکارا ہے، اس میں آپ کے لیے تعظیم اور آپ کی نبوت کا اعتراف واثبات ہے۔ آپ کو اور آپ کے پیروکار مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں، اللہ کی بندگی کریں اور گناہوں سے دور رہیں۔ اللہ کے اوامر ونواہی کو بجا لائیں اور کافروں اور منافقوں کی بات مان کر دعوت توحید سے انحراف نہ کریں، اس لیے کہ وہ لوگ اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ ان کی تو خواہش ہوتی ہے کہ مسلمان اسلام سے برگشتہ ہو جائیں اور اپنا مشن چھوڑ کر انھی کی طرح مشرک ومنافق بن جائیں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بڑا ہی علم وحکمت والا ہے، اس لیے اے نبی! اس کے اوامر کی اتباع اور اس کے نواہی سے اجتناب ہی میں ہر بھلائی ہے۔

آیت میں اگرچہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے لیکن دراصل اس خطاب میں تمام مومنین شامل ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۴۹]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان لوگوں کا کہنا مانو گے جنھوں نے کفر کیا تو وہ تمھیں تمھاری ایڑیوں سے پھیر دیں گے، پھر تم خسارہ اٹھانے والے ہو کر پلٹو گے۔''

وَّ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ

كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝

’’اور اس کی پیروی کر جو تیرے رب کی جانب سے تیری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ پورا باخبر ہے۔ اور اللہ پر بھروسا کر اور اللہ وکیل کی حیثیت سے کافی ہے۔‘‘

اللہ پر بھروسا رکھنے کی نصیحت جو ان آیات میں ہے اس پر عمل کرنے والے مسلمانوں کا دنیوی نتیجہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عباسیہ تک کی خلافت ہے اور ایسے لوگوں کا آخرت کا نتیجہ اس حدیث سے واضح ہے جسے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میرے سامنے پیغمبروں کی امتیں لائی گئیں۔ میں نے دیکھا کہ کوئی پیغمبر تو ایسا تھا کہ اس کی امت کے لوگ دس سے بھی کم تھے اور کسی پیغمبر کے ساتھ ایک یا دو آدمی ہی تھے اور بعض کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ اتنے میں ایک بڑی امت آئی، میں سمجھا کہ یہ میری امت ہے، مگر مجھے بتایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہیں، آپ آسمان کے کنارے کی طرف دیکھیں۔ میں نے دیکھا کہ ادھر ایک اور بہت بڑا گروہ ہے، پھر مجھ سے کہا گیا کہ اب آپ دوسرے کنارے کی طرف دیکھیں۔ میں نے دیکھا تو یہاں بھی ایک بہت بڑا گروہ تھا۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمھاری امت ہے اور ان لوگوں میں سے ستر ہزار آدمی ایسے ہیں کہ جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے۔‘‘ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان لوگوں کے بارے میں اختلاف ہوا تو وضاحت کرتے ہوئے) آپ نے فرمایا: ’’یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرتے ہیں اور نہ دم کرواتے ہیں اور نہ بدشگونی لیتے ہیں، بلکہ (ہر آن) اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔‘‘

[مسلم، کتاب الإیمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب ولا عذاب : ٢٢٠]

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝

’’اللہ نے کسی آدمی کے لیے اس کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اور نہ اس نے تمھاری ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو، تمھاری مائیں بنایا ہے اور نہ تمھارے منہ بولے بیٹوں کو تمھارے بیٹے بنایا ہے، یہ تمھارا اپنے مونہوں سے کہنا ہے اور اللہ سچ کہتا ہے اور وہی (سیدھا) راستہ دکھاتا ہے۔‘‘

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی حکمت اس بات کی متقاضی ہوئی کہ ایک انسان کے جسم میں دو دل نہ پیدا کیے جائیں، اس لیے کہ اگر دونوں ایک ہی بات کو چاہیں گے تو ایک بے کار ہوگا اور اگر دونوں دو مخالف باتوں کا حکم دیں گے تو ایک ہی انسان بیک وقت دو مخالف چیزوں کا چاہنے والا ہوگا، جو ہر شر و فساد کا باعث ہوگا، اسی طرح اس کی حکمت اس بات کی متقاضی ہوئی کہ ایک ہی عورت ایک ہی مرد کی ماں اور بیوی نہ ہو اور ایک ہی آدمی کسی دوسرے آدمی کا حقیقی اور منہ بولا بیٹا

نہ ہو۔ یہ مثال زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کی گئی تھی، جنھیں لوگ ”زید بن محمد“ کہا کرتے تھے اور عربوں کے قدیم رواج کے مطابق منہ بولا بیٹا وارث بنتا تھا، اس کی بیوی سے طلاق وغیرہ کے بعد شادی کرنا حرام سمجھا جاتا تھا۔ اسی غلط رواج کو ختم کرنے اور اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا، یہ آیت نازل ہوئی، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے، زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر پکارتے تھے (کیونکہ وہ آپ کے متبنّٰی تھے) یہاں تک کہ قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا: ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [الأحزاب : ٥] ”انھیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ کے ہاں زیادہ انصاف کی بات ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ أدعوهم لآبآئهم هو أقسط عند الله ﴾ : ٤٧٨٢۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل زید بن حارثة و ابنه أسامة رضی الله عنهما : ٢٤٢٥]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ (اے اللہ کے رسول! ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا غلام) سالم حد بلوغت کو پہنچ گیا ہے اور مردوں کی باتیں سمجھنے لگا ہے اور وہ ہمارے گھر میں (ہمارے ساتھ ہی) ہے اور میرا خیال ہے کہ (میرے خاوند) ابو حذیفہ (رضی اللہ عنہ) دل میں کچھ ناپسندیدگی محسوس کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم سالم کو دودھ پلا دو، تاکہ تم اس پر حرام ہو جاؤ اور جو کراہت ابو حذیفہ کے دل میں ہے وہ جاتی رہے گی۔“ تو وہ کہتی ہیں کہ میں نے انھیں دودھ پلایا تو ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے اشکالات بھی رفع ہو گئے۔ [مسلم، کتاب الرضاع، باب رضاعة الکبیر : ١٤٥٣/٢٧۔ أبو داؤد، کتاب النکاح، باب من حرم به : ٢٠٦١]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو کوئی اپنے اصل باپ کے سوا اور کسی کو اپنا باپ بنائے اور وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہو جائے گی۔“ [بخاری، کتاب الفرائض، باب من ادعی إلی غیر أبیه : ٦٧٦٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم اپنے باپوں سے بے رغبتی نہ کرو، جو شخص اپنے باپ سے بے رغبتی کرے گا تو اس کا ایسا کرنا کفر (ناشکری) ہے۔“ [بخاری، کتاب الفرائض، باب من ادعی إلی غیر أبیه : ٦٧٦٨]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے دوسرے شخص کو جان بوجھ کر اپنا باپ بنایا اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور جو شخص اپنے آپ کو دوسری قوم کا فرد ظاہر کرے، حالانکہ اس کا نسب ان سے نہیں ملتا تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔“ [بخاری، کتاب المناقب، بابٌ : ٣٥٠٨]

سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ (بہت) بڑا بہتان ہے کہ آدمی اپنے باپ کے سوا اور کسی کو اپنا باپ ظاہر کرے۔“ [بخاری، کتاب المناقب، بابٌ : ٣٥٠٩]

یاد رہے! کسی دوسرے کے بچے کو عزت اور پیار سے بیٹا کہنے کی اس آیت میں ممانعت نہیں ہے، اس کی دلیل وہ حدیث

ہے جسے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکارا، تو فرمایا: ''اے میرے بیٹے!'' [مسلم، كتاب الآداب، باب جواز قوله لغير ابنه : يا بُنَيَّ و استحبابه للملاطفة : ٢١٥١۔ أبوداوٗد، كتاب الأدب، باب في الرجل يقول لابن غيره : يا بُنَيَّ : ٤٩٦٤]

أُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ ؕ وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

''انھیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ کے ہاں زیادہ انصاف کی بات ہے، پھر اگر تم ان کے باپ نہ جانو تو وہ دین میں تمھارے بھائی اور تمھارے دوست ہیں اور تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جس میں تم نے خطا کی اور لیکن جو تمھارے دلوں نے ارادے سے کیا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

زمانۂ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا تھا اور اسے منہ بولے باپ کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ اس آیت کریمہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اس رواج کی تردید کر دی اور حکم دیا کہ ہر ایک کو اس کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کیا جائے۔ اللہ کے نزدیک عدل و انصاف کا یہی تقاضا ہے، اگر کسی شخص کے باپ کا علم نہ ہو تو اسے بھائی یا دوست جیسے الفاظ کے ساتھ پکارا جائے۔ اگر کوئی شخص کسی کو غلطی سے اس کے غیر باپ کی طرف منسوب کر دے تو وہ اللہ کے نزدیک قابل مؤاخذہ نہیں ہے، مؤاخذہ اس پر ہوگا کہ کوئی شخص جان بوجھ کر کسی کو اس کے غیر باپ کی طرف منسوب کرے۔

فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ : یعنی اگر لے پالکوں کے نسب معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمھارے بھائی اور دوست ہیں، جیسا کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرۂ قضا کے سال مکہ سے روانہ ہونے لگے تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی چچا چچا کہتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آئی اور اس بچی کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنے چچا کی بیٹی کو لے لو، انھوں نے اس کو اپنے ساتھ سوار کر لیا، پھر اسی بچی (کا کفیل بننے) کے بارے میں سیدنا علی، سیدنا زید اور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہم نے جھگڑا کیا (اور ہر ایک نے اپنے کفیل بننے کی دلیل دی) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس بچی کا میں زیادہ حق دار ہوں کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے اور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ (یعنی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا) میری بیوی ہے۔ یہ دلائل سننے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچی کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں کر دیا اور فرمایا: ''خالہ ماں کے درجے میں ہوتی ہے۔'' سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''شکل وصورت اور اخلاق میں تم میرے مشابہ ہو۔''

اور سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔'' [بخاری، کتاب الصلح، باب كيف يكتب : هذا ما صالح فلان بن فلان و فلان بن فلان ...... الخ : ٢٦٩٩۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب صلح الحديبية : ١٧٨٣]

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُم بِهِ : یعنی پوری کوشش کے باوجود اگر کوئی غلطی سے کسی کو غیر حقیقی باپ کی طرف منسوب کر دے تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی غلطیوں کو معاف کر دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری راہنمائی فرمائی کہ جب کوئی غلطی یا بھول چوک ہو جائے تو اس طرح دعا کر لیا کرو: ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ﴾ [البقرة : ٢٨٦] ''اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔''

اسی دعا کے متعلق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ ایسے کہتا ہے: ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ﴾ [البقرة : ٢٨٦] ''اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یقیناً میں نے ایسے کر دیا (یعنی معاف کر دیا)۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان تجاوز الله تعالىٰ عن حديث النفس ...... الخ : ١٢٦]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری خاطر میری امت کو غلطی، بھول اور وہ کام معاف کر دیے ہیں جن پر انھیں مجبور کیا گیا ہو۔'' [ابن ماجه، كتاب الطلاق، باب طلاق المكره و الناسي : ٢٠٤٣]

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب حاکم کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ صحیح ہو تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور اگر کسی فیصلے کے اجتہاد میں خطا کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔'' [بخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ : ٧٣٥٢۔ مسلم، كتاب الأقضية، باب بيان أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ : ١٧١٦]

وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ : یعنی گناہ اسے ہوگا جو باطل بات کو قصد و ارادہ سے کرے، جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب کو نازل فرمایا، آپ پر وحی نازل کی گئی، اس میں آیت رجم بھی تھی (جس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (شادی شدہ زانی کو) رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے کہ اپنے باپوں سے اعراض نہ کرو، کیونکہ یہ کفر ہے کہ تم اپنے باپوں سے اپنی نسبت کو توڑ لو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میری تعریف میں اس طرح مبالغہ آرائی سے کام نہ لینا جس طرح عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں غلو سے کام لیا گیا، پس میں بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔'' [مسند أحمد : ٤٧/١، ح : ٣٣١۔ بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ واذكر في الكتاب مريم ﴾ : ٣٤٤٥]

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار باتیں میری امت میں امور جاہلیت میں سے ہیں جن کو یہ لوگ نہیں چھوڑیں گے: ① حسب پر فخر کرنا۔ ② نسب پر طعن کرنا۔ ③ ستاروں کے ذریعے سے

بارش طلب کرنا۔ ④ اور نوحہ کرنا۔" [مسلم، كتاب الجنائز، باب التشديد في النياحة : ٩٣٤]

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ⑥

"یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ان کا بعض، بعض پر دوسرے ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کوئی نیکی کرو۔ یہ (حکم) کتاب میں ہمیشہ سے لکھا ہوا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کی عظمت اور امہات المومنین کی قدر و منزلت بیان کی گئی ہے۔ مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ تمام دینی اور دنیاوی امور میں آپ ﷺ کو اپنی ذات پر مقدم رکھیں۔ اپنے آپ سے زیادہ ان سے محبت کریں۔ آپ کا حکم ان کی ذات پر ان کے اپنے حکموں سے زیادہ نافذ العمل ہو۔ آپ کے حقوق کو اپنے حقوق پر ترجیح دیں۔ اپنی ذات سے زیادہ آپ سے محبت کریں اور ان کی خاطر اپنی جانیں فدا کر دیں۔ ان کے ہر حکم کو بجا لائیں، کیونکہ دنیا و آخرت کی تمام نیک بختیوں کا یہی واحد سرچشمہ ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کسی ایسے شخص کا جنازہ آتا جو مقروض ہوتا تو آپ پوچھتے: "کیا اس شخص نے قرض ادا کرنے کے لیے کچھ مال چھوڑا ہے؟" اگر لوگ کہتے، ہاں، اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھتے، ورنہ مسلمانوں سے کہہ دیتے کہ تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھ لو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتوحات سے نوازا تو آپ نے فرمایا: "میں مسلمانوں کا ان سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہوں، سو جو کوئی مومن فوت ہو جائے اور قرض دار مرے تو اس کا قرض مجھ پر ہے اور اگر مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔" [بخاري، كتاب الكفالة، باب الدين : ٢٢٩٨]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں ہر مومن کا دنیا اور آخرت (دونوں) میں سب سے زیادہ خیر خواہ ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ [الأحزاب : ٦] "یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے" تو جو کوئی مومن فوت ہو جائے اور مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کو ملے گا، خواہ وہ کوئی ہوں اور جو کوئی قرض یا بچے چھوڑ جائے تو وارث میرے پاس آئے، میں اس کا ولی ہوں۔"
[بخاري، كتاب الاستقراض، باب الصلوة على من ترك دينًا : ٢٣٩٩]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں

اسے اس کے والدین سے، اس کی اولاد سے اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔" [بخاری، کتاب الإیمان، باب حب الرسول ﷺ من الإیمان : ۱۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب محبة رسول الله ﷺ أکثر من الأهل والولد......الخ : ۷۰/۴۴]

سیدنا عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ مجھے تمام جہاں سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری اپنی جان کے، آپ نے فرمایا: "نہیں، عمر! اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب تک کہ میں تیرے لیے تیری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔" یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! آپ اب مجھے میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اے عمر! اب ٹھیک ہے۔" [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ؟ : ۶۶۳۲]

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ : یعنی آپ کی بیویاں تمام مسلمانوں کے لیے ماں کا مقام رکھتی ہیں، ان کے لیے ان سے شادی کرنا حرام ہے۔ امہات المومنین کا احترام واجب ہے، لیکن ان کے ساتھ خلوت اور انھیں نظر اٹھا کر دیکھنا جائز نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴾ [الأحزاب : ۵۳] "اور جب تم ان سے کوئی سامان مانگو تو ان سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمھارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور تمھارا کبھی بھی حق نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ اس کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بے شک یہ بات ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔" اور فرمایا: ﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴾ [الأحزاب : ۳۲] "اے نبی کی بیویو! تم عورتوں میں سے کسی ایک جیسی نہیں ہو، اگر تقویٰ اختیار کرو تو بات کرنے میں نرمی نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے طمع کر بیٹھے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو۔"

وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ : یعنی اہل قرابت ایک دوسرے کی میراث کے مہاجرین اور دیگر مومنین سے زیادہ حق دار ہیں۔ ابتدائے اسلام میں لوگ ہجرت، آپس کے بھائی چارہ اور معاہدوں کی بنیاد پر ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور وراثت صرف قرابت داروں کے ساتھ مختص ہو گئی اور غیر قرابت داروں کے لیے صدقہ، ہدیہ اور وصیت جیسی صورتیں باقی رہ گئیں، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت: ﴿ وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ ﴾، ﴿ وَ الَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾ [النساء : ۳۳] اس سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس کے نازل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو ذوی الارحام کے علاوہ انصار و مہاجرین بھی ایک دوسرے کے وارث قرار پاتے تھے، اس بھائی چارے کی وجہ سے جو نبی ﷺ نے ان میں

کرا دیا تھا۔ اس کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ﴾ [النساء : ۳۳] تو اس آیت نے ﴿ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾ کو منسوخ کر دیا (یعنی بھائی چارے والی وراثت کو منسوخ کر دیا)۔ [بخاری، کتاب الفرائض، باب ذوی الأرحام : ٦٧٤٧]

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٧﴾

”اور جب ہم نے تمام نبیوں سے ان کا پختہ عہد لیا اور تجھ سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی اور ہم نے ان سے بہت پختہ عہد لیا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے پانچوں اولو العزم اور دیگر تمام انبیائے کرام سے بھی یہ پختہ عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کریں گے، اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچائیں گے اور اس کے آخری پیغمبر کی نصرت و حمایت کریں گے اور ان کے ساتھ تعاون کریں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾ [آل عمران : ۸۱، ۸۲] ”اور جب اللہ نے سب نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ میں کتاب و حکمت میں سے جو کچھ تمھیں دوں، پھر تمھارے پاس کوئی رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمھارے پاس ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری عہد قبول کیا؟ انھوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو گواہ رہو اور تمھارے ساتھ میں بھی گواہوں سے ہوں۔ پھر جو اس کے بعد پھر جائے تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔“

اس عہد و پیمان کی مزید تصریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ۖ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ﴾ [الشوریٰ : ۱۳] ”اس نے تمھارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے تیری طرف کی اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا، یہ کہ اس دین کو قائم رکھو اور اس میں جدا جدا نہ ہو جاؤ۔“

لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٨﴾ ع

”تاکہ وہ سچوں سے ان کے سچ کے بارے میں سوال کرے اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔“

یعنی قیامت کے دن ان صادق القول والعمل انبیاء سے ان کی امتوں کے سامنے پوچھا جائے گا کہ کیا انھوں نے

اللہ کا پیغام اپنی امتوں کو پہنچا دیا تھا، تو وہ کہیں گے کہ ہاں، اے ہمارے رب! ہم نے تیرا پیغام انھیں پہنچا دیا تھا، تو اللہ انھیں اور ان کے پیروکار مومنوں کو اچھا بدلہ دے گا۔ اس سوال سے مقصود اہل کفر و شرک کو میدانِ محشر میں سب کے سامنے ملزم قرار دینا ہوگا۔ ورنہ اللہ تو خوب جانتا ہے کہ ان رسولوں نے پوری امانت داری کے ساتھ پیغام رسانی کا کام انجام دیا تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں فرمایا کہ اس نے کافروں کے لیے بڑا ہی دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے، جس میں وہ انھیں ہمیشہ کے لیے ڈال دے گا۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "(روزِ قیامت) نوح علیہ السلام اور ان کی امت حاضر ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تو نے (میرا پیغام اپنی امت کو) پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے، ہاں، یا رب! اللہ تعالیٰ ان کی امت سے فرمائے گا، کیا انھوں نے تم لوگوں کو (میرا پیغام) پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے، نہیں، ہمارے پاس تو کوئی نبی نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائے گا، تیرا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے، محمد ﷺ اور ان کی امت۔ تب ہم (مسلمان) گواہی دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی۔" [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ عزوجل: ﴿ ولقد أرسلنا نوحًا إلی قومه ﴾ : ۳۳۳۹]

اگلی آیت سے غزوۂ احزاب کا ذکر شروع ہو رہا ہے، لہٰذا ہم غزوۂ احزاب کا مختصر حال صحیح احادیث کی روشنی میں درج کر دیتے ہیں، تاکہ متعلقہ آیات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ احد کے دن اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے (غزوہ میں شرکت کے لیے) پیش کیا اور اس وقت میری عمر چودہ برس تھی، لیکن آپ نے اجازت نہیں دی، پھر میں غزوۂ خندق میں پیش ہوا، اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی، چنانچہ اب آپ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی۔" [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب: ۴۰۹۷]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات مدینہ والوں پر ایک آواز سن کر خوف طاری ہوگیا۔ سب لوگ اس آواز کی طرف نکلے تو رسول اللہ ﷺ ان کو آواز کی جانب سے واپس پلٹتے ہوئے ملے اور آپ سب سے پہلے آواز کی سمت گئے تھے۔ آپ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے، گردن میں تلوار لٹک رہی تھی اور آپ فرما رہے تھے: "گھبراؤ نہیں، کوئی خطرہ نہیں ہے۔" [مسلم، کتاب الفضائل، باب شجاعته ﷺ : ۲۳۰۷]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک رات (مدینہ سے باہر گشت کرتے ہوئے) بیداری میں گزاری۔ مدینہ پہنچنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: "کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک مرد ایسا ہوتا جو رات بھر ہمارا پہرا دیتا!" ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ہم نے ہتھیاروں کی جھنکار سنی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" (آنے والے نے) کہا، میں ہوں سعد بن ابی وقاص، آپ کا پہرا دینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ سو گئے۔ [بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل اللہ : ۲۸۸۵]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف تشریف لائے، اس وقت مہاجرین اور انصار صبح سویرے ہی سردی میں خندق کھود رہے تھے۔ ان کے پاس غلام بھی نہیں تھے کہ ان کے بجائے وہ اس کام کو انجام دیتے۔ بہر حال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مجاہدوں کی مشقت اور بھوک کو ملاحظہ کیا تو فرمایا: « اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَہ، فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَہ » ''اے اللہ! زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے۔ سو تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔'' مجاہدین یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے جواب میں یوں کہا: « نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدَا، عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدَا » ''ہم وہ ہیں جنھوں نے جہاد پر اس وقت تک محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے، جب تک کہ ہمارے جسموں میں جان باقی ہے۔'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جوابی طور پر یوں دعا دی: « اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَہْ ، فَبَارِکْ فِی الْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَہْ » ''اے اللہ! جو خیر ہے، وہ آخرت ہی کی خیر ہے، تو انصار اور مہاجرین میں برکت فرما دے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق و ھی الأحزاب : ۴۰۹۹، ۴۱۰۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صورت حال یہ تھی کہ ایک مٹھی بھر جو کا آٹا (جو ایک مجاہد کے حصے میں آتا) وہ ایسے روغن میں ڈال کر پکایا جاتا تھا، جس میں سے بو آتی تھی۔ یہی کھانا مجاہدین کے سامنے رکھا جاتا تھا۔ وہ بھوکے ہوتے تھے، کھاتے تو ان کے حلق میں اٹک اٹک جاتا تھا اور بو الگ ستاتی تھی۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق و ھی الأحزاب : ۴۱۰۰]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خندق کھود رہے تھے اور اس کے اندر سے مٹی اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ آپ کے پیٹ پر اس قدر مٹی پڑ گئی تھی کہ جلد نظر نہیں آتی تھی۔ آپ کے (سینے سے پیٹ تک) گھنے بالوں (کی ایک لکیر) تھی۔ میں نے خود سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مٹی ڈھوتے ہوئے سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے جنگی اشعار پڑھ رہے تھے: « اَللّٰھُمَّ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا، وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا، فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا، وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا، اِنَّ الْاُلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا وَاِنْ اَرَادُوْا فِتْنَۃً أَبَیْنَا » ''اے اللہ! اگر تو (کرم) نہ کرتا تو ہمیں سیدھا راستہ نہ ملتا، ہم صدقہ کرتے، نہ نماز پڑھتے۔ پس ہم پر تو اپنی طرف سے سکینت نازل فرما اور اگر ہمارا آمنا سامنا ہو جائے تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔ یہ لوگ ہمارے اوپر ظلم سے چڑھ آئے ہیں، جب یہ ہمیں آزمائش سے دو چار کرنے کا پروگرام بناتے ہیں تو ہم انکاری ہو کر ڈٹ جاتے ہیں۔'' راوی نے بیان کیا کہ آخری کلمات پڑھتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بلند ہو جاتی۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الأحزاب : ۴۱۰۶]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خندق کے دن زمین کھود رہے تھے کہ ایک بہت سخت چٹان نکل آئی (وہ اتنی

سخت تھی کہ کسی سے نہ ٹوٹی) لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے جا کر عرض کی کہ ایک چٹان (ایسی) نکل آئی ہے (کہ کسی طرح نہیں ٹوٹتی) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں خود آ کر اسے دیکھتا ہوں۔'' پھر آپ اس حالت میں روانہ ہوئے کہ آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا، تین روز سے کسی نے بھی کھانا نہیں کھایا تھا، ایسے عالم میں رسول اللہ ﷺ نے وہاں پہنچ کر جو کدال ماری تو کدال مارتے ہی وہ چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب : ٤١٠١]

یزید بن شریک تیمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص بولا، اگر میں رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں ہوتا تو جہاد کرتا اور لڑنے میں بھرپور کوشش کرتا۔ یہ سن کر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، تو ایسا کرتا؟ حالانکہ میں اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ خندق کی سخت سرد رات میں دیکھ رہا ہوں، جب بہت تیز ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: ''کیا کوئی شخص ہے جو جا کر کافروں کی خبر لائے؟ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے میرے ساتھ کر دے گا۔'' یہ سن کر ہم میں سے کسی نے جواب نہ دیا، آپ ﷺ نے تین بار یہی فرمایا، لیکن ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا، پھر آپ نے فرمایا: ''حذیفہ! کھڑے ہو جاؤ اور دشمن کی خبر لاؤ۔'' اب تو مجھے جانا ہی تھا، کیونکہ آپ نے میرا نام لے کر مجھے جانے کا کہا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''جاؤ اور کافروں سے متعلق معلومات لے کر آؤ اور انھیں مجھ پر نہ اکسانا (یعنی کوئی ایسا کام نہ کرنا جس کی وجہ سے انھیں غصہ آ جائے)۔'' سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں آپ کے پاس سے چلا تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں حمام میں چل رہا ہوں، یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ ابوسفیان آگ سے اپنی کمر سینک رہا تھا۔ میں نے تیر کو کمان پر چڑھایا اور ابوسفیان کو مارنے کا ارادہ کیا تو مجھے آپ کا حکم یاد آ گیا کہ آپ نے فرمایا تھا: ''انھیں میرے خلاف نہ بھڑکانا۔'' اگر میں تیر پھینک دیتا تو وہ سیدھا ابوسفیان کو لگتا۔ میں ریکی مکمل کرنے کے بعد پلٹا تو مجھے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے میں حمام میں چل رہا ہوں۔ پھر جب میں آپ کے پاس آیا اور میں نے آپ کو سب کچھ بتا دیا اور اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو اس وقت مجھے سردی محسوس ہوئی۔ پھر آپ نے مجھے اپنا ایک زائد کمبل اوڑھا دیا، جسے اوڑھ کر آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ میں اس کو اوڑھ کر صبح تک سویا رہا، پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے مجھ سے فرمایا: ''بہت زیادہ سونے والے! اب اٹھ جا۔'' [مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة الأحزاب : ١٧٨٨]

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے دو یا تین مرتبہ اپنے والد (زبیر رضی اللہ عنہ) کو ہتھیار زیب تن کیے ہوئے بنو قریظہ کی بستی میں آتے جاتے دیکھا۔ تو آپ سے سوال کیا (جس کے جواب میں) انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کون ہے جو ہمارے پاس بنو قریظہ کی خبر لائے؟'' اس پر میں ان کی طرف گیا اور جب میں واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ

نے (فرط مسرت میں) اپنے والدین کا ایک ساتھ ذکر کر کے فرمایا: ”تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔“ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب الزبير بن العوام رضى الله عنه : ۳۷۲۰۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة و الزبير رضى الله تعالى عنهما : 2416]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خندق میں فرمایا: ” (لوگو! بنی قریظہ کے یہودیوں کی) کون جا کر خبر لاتا ہے؟“ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میں لاتا ہوں۔ آپ نے پھر فرمایا: ” (بنی قریظہ کی) خبر کون لاتا ہے؟“ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں لاتا ہوں۔ آپ نے پھر فرمایا: ” (بنی قریظہ کی) خبر کون لاتا ہے؟“ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں لاتا ہوں۔ (اس وقت) آپ نے فرمایا: ”ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔“ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب : ٤١١٣]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہتے ہوئے کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! میں تو نماز بھی نہیں پڑھ سکا، حتیٰ کہ سورج غروب ہونے کو پہنچ گیا۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! نماز تو میں بھی ادا نہیں کر سکا۔“ چنانچہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وادی بطحان میں گئے، وہاں آپ نے اور ہم نے وضو کیا، پھر سورج غروب ہونے کے بعد پہلے عصر اور بعد میں مغرب کی نماز پڑھی۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق : ٤١١٢۔ مسلم، كتاب الصلوة، باب الدليل لمن قال الصلوة الوسطى هي صلوة العصر : ٦٣١]

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اتحادیوں کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے یوں دعا کی: « اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ ! سَرِيْعَ الْحِسَابِ ! اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَ زَلْزِلْهُمْ » ”اے اللہ! اے کتاب نازل فرمانے والے! جلد حساب لینے والے! اتحادیوں کو شکست سے دو چار کر۔ اے اللہ! ان کو ہزیمت دے، انھیں جھنجھوڑ کر رکھ دے۔“ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب : ٤١١٥]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے موقع پر ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ! کیا کوئی ایسی دعا ہے جسے ہم پڑھیں، کیونکہ لوگوں کے کلیجے حلق کو آ گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، پڑھو: « اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَ آمِنْ رَوْعَاتِنَا » ”یا اللہ! ہمارے عیوب ڈھانپ لے اور ہمیں گھبراہٹ سے امن دے۔“ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پھر ہوا کے ذریعے سے دشمنوں کے منہ پھیر دیے اور اسی ہوا کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست دے دی۔ [مسند أحمد : ۳/۳، ح : ۱۱۰۰۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری مدد باد مشرق سے کی گئی اور عاد قوم کے لوگوں کو تند و تیز طوفانی ہوا سے تباہ و برباد کر دیا گیا۔“ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق : ٤١٠٥]

سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اتحادی لشکر چلے گئے تو میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اب ہم ان سے جنگ کریں گے، وہ ہم پر فوج کشی نہیں کر سکیں گے، بلکہ ہم ان پر فوج کشی کیا کریں گے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق : ۴۱۱۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، اَعَزَّ جُنْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَ غَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ، فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ» ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس نے اپنے لشکر کو فتح سے نوازا۔ اپنے بندے (محمد ﷺ) کی مدد فرمائی۔ اکیلے نے اتحادیوں کو بھگا ڈالا۔ اللہ کے بعد کوئی شے مقابلے پر ٹھہر نہیں سکتی۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق : ۴۱۱۴]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۟ۚ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ پر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم پر کئی لشکر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ اسے خوب دیکھنے والا تھا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی نعمت اور اپنے فضل و کرم کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان کے ان دشمنوں کو دور ہٹا کر انھیں شکست فاش دی جو مختلف جماعتوں کی صورت میں ان پر حملہ آور ہوئے تھے۔ انھی کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا : ''جُنُوْدٌ'' سے مراد کفارِ مکہ اور قبائل عرب پر مشتمل وہ لشکر ہے جو مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہوا تھا۔ ''رِيْحًا'' سے مراد وہ تیز ہوا ہے، جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے لشکرِ کفار کے خیمے اکھاڑ دیے اور ان کی ہانڈیاں الٹ دی تھیں، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری مدد بادِ صبا کے ساتھ کی گئی ہے اور عاد کو دبور (مغربی ہوا) کے ذریعے سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قوله : ﴿ وهو الذی یرسل الریاح بشرًا بین یدی رحمته ﴾ : ۳۲۰۵۔ مسلم، کتاب صلاة الاستسقاء، باب فی ریح الصبا و الدبور : ۹۰۰]

جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا : اس ''جنود'' سے مراد وہ فرشتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے اس دن بھیجا تھا، جنھوں نے ان کے خیمے اکھاڑ پھینکے، ان کی آگ بجھا دی، انھیں تتر بتر کر دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

یزید بن شریک تیمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص بولا، اگر میں رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں ہوتا تو جہاد کرتا اور لڑنے میں بھرپور کوشش کرتا۔ یہ سن کر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، تو ایسا کرتا؟ حالانکہ میں اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ خندق کی سخت سرد رات میں

دیکھ رہا ہوں، جب بہت تیز ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: ''کیا کوئی شخص ہے جو جا کر کافروں کی خبر لائے؟ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے میرے ساتھ کر دے گا۔'' یہ سن کر ہم میں سے کسی نے جواب نہ دیا، آپ ﷺ نے تین بار یہی فرمایا، لیکن ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا، پھر آپ نے فرمایا: ''حذیفہ! کھڑے ہو جاؤ اور دشمن کی خبر لاؤ۔'' اب تو مجھے جانا ہی تھا، کیونکہ آپ نے میرا نام لے کر مجھے جانے کا کہا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''جاؤ اور کافروں سے متعلق معلومات لے کر آؤ اور انھیں مجھ پر نہ اکسانا (یعنی کوئی ایسا کام نہ کرنا جس کی وجہ سے انھیں غصہ آ جائے)۔'' سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں آپ کے پاس سے چلا تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں حمام میں چل رہا ہوں، یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ ابوسفیان آگ سے اپنی کمر سینک رہا تھا۔ میں نے تیر کو کمان پر چڑھایا اور ابوسفیان کو مارنے کا ارادہ کیا تو مجھے آپ کا حکم یاد آ گیا کہ آپ نے فرمایا تھا: ''انھیں میرے خلاف نہ بھڑکانا۔'' اگر میں تیر پھینک دیتا تو وہ سیدھا ابوسفیان کو لگتا۔ میں ریکی مکمل کرنے کے بعد پلٹا تو مجھے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے میں حمام میں چل رہا ہوں۔ پھر جب میں آپ کے پاس آیا اور میں نے آپ کو سب کچھ بتا دیا اور اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو اس وقت مجھے سردی محسوس ہوئی۔ پھر آپ نے مجھے اپنا ایک زائد کمبل اوڑھا دیا، جسے اوڑھ کر آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ میں اس کو اوڑھ کر صبح تک سویا رہا، پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے مجھ سے فرمایا: ''بہت زیادہ سونے والے! اب اٹھ جا۔'' [مسلم، کتاب الجهاد و السیر، باب غزوة الأحزاب : ۱۷۸۸]

اِذۡ جَآءُوۡكُمۡ مِّنۡ فَوۡقِكُمۡ وَ مِنۡ اَسۡفَلَ مِنۡكُمۡ وَ اِذۡ زَاغَتِ الۡاَبۡصَارُ وَ بَلَغَتِ الۡقُلُوۡبُ الۡحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوۡنَا ۞ هُنَالِكَ ابۡتُلِيَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ زُلۡزِلُوۡا زِلۡزَالًا شَدِيۡدًا ۞

''جب وہ تم پر تمھارے اوپر سے اور تمھارے نیچے سے آ گئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کے بارے میں گمان کرتے تھے، کئی طرح کے گمان۔ اس موقع پر ایمان والے آزمائے گئے اور ہلائے گئے، سخت ہلایا جانا۔''

﴿ مِّنۡ فَوۡقِكُمۡ ﴾ سے مراد وادی کا بالائی علاقہ ہے، یعنی مدینے کا مشرقی حصہ، اس طرف سے عیینہ بن حصن کی قیادت میں قبیلہ غطفان، عوف بن مالک کی قیادت میں قبیلہ ہوازن اور طلیحہ بن خویلد اسدی کی قیادت میں نجد کے قبائل آئے۔ اور ان کے ساتھ بنی نضیر کے یہود مل گئے۔ ﴿ وَ مِنۡ اَسۡفَلَ مِنۡكُمۡ ﴾ سے مراد وادی کا نشیبی علاقہ ہے، یعنی مدینے کا مغربی علاقہ، اس طرف سے ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں کفار مکہ اور کچھ دوسرے لوگ آئے اور خندق کی سمت سے بنو قریظہ کے یہودی تھے جن کے ساتھ حیی بن اخطب یہودی اور عامر بن طفیل وغیرہ تھے۔ ہر چہار جانب سے دشمنوں کو آتا دیکھ کر مسلمانوں کی آنکھیں پتھرا گئیں کہ ہر طرف دشمن ہی دشمن نظر آ رہے ہیں اور مارے خوف و دہشت کے ان کے دل باہر نکل جانے کے لیے ان کے گلوں تک پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے اوہام و

خیالات ان کے دلوں میں پرورش پانے لگے کہ معلوم نہیں کہ وہ ہماری مدد کرے گا، یا ہمارے گناہوں کے سبب ہمیں ذلیل و رسوا کرے گا، الغرض، مومنین شدید ترین آزمائش میں پڑ گئے۔ دشمن کا خوف، جنگ کی صعوبتیں، بھوک پیاس اور ہر چہار جانب سے دشمن کے محاصرے کی وجہ سے جاں بلب ہو گئے اور شدید خوف و ہراس اور اضطراب و پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا تا کہ مومن و منافق کا فرق واضح ہو جائے۔

وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾

"اور جب منافق لوگ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، کہتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے محض دھوکا دینے کے لیے وعدہ کیا تھا۔"

منافقین سے مراد عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ہیں اور ﴿ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں شک و شبہ کی بیماری تھی، جنھیں ایمان کی کمزوری کی وجہ سے ان شدید حالات میں مخلص مسلمانوں کے خلاف اپنے دل کے پھپھولے پھوڑنے کا موقع مل گیا تھا۔ ان تمام لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جس فتح و نصرت کا وعدہ کیا تھا وہ محض ایک دل بہلانے والی بات تھی۔

وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ يَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾

"اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب والو! تمھارے لیے ٹھہرنے کی کوئی صورت نہیں، پس لوٹ چلو، اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگتا تھا، کہتے تھے ہمارے گھر تو غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ کسی طرح غیر محفوظ نہیں، وہ بھاگنے کے سوا کچھ چاہتے ہی نہیں۔"

منافقین کی ایک جماعت نے مسلمانوں کے عزم و ثبات کو کمزور کرنے کے لیے کہا کہ خندق اور سلع پہاڑی کی درمیانی جگہ میں رہ کر تم لوگ اپنے بال بچوں کی حفاظت نہیں کر سکتے ہو، اس لیے تم لوگ مدینہ لوٹ جاؤ۔ کچھ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ کہہ کر اپنے گھروں کو واپسی کی اجازت چاہی کہ ان کے مکانات بالکل غیر محفوظ ہیں اور ڈر ہے کہ دشمن حملہ کر کے ہمارے بچوں کو ہلاک کر دیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی اور کہا کہ ان کے اجازت مانگنے کی اصل وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کے مکانات غیر محفوظ ہیں، بلکہ وہ کسی بہانے میدانِ جنگ سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ اس آیت میں یثرب سے مراد مدینہ منورہ ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خواب میں مجھے تمھارا دارِ ہجرت دکھایا گیا۔ میں نے ایک کھاری نمکین زمین دیکھی ہے، جہاں کھجور کے باغات ہیں اور وہ دو پتھریلے
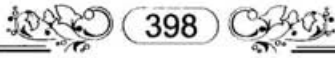
میدانوں کے درمیان ہے۔'' [بخاری، کتاب الکفالة، باب جوار أبي بكر في عهد رسول اللهﷺ و عقده : ۲۲۹۷]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جو کھجوروں والی ہے، اس خواب کے بعد میرا وہ خیال جاتا رہا کہ ہجرت کی جگہ یمامہ یا ہجر ہوگی، اب پتا چلا کہ وہ تو یثرب (یعنی مدینہ) ہے۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام : ۳۶۲۲]

وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُىِٕلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَ مَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾

''اور اگر اس (شہر) میں ان پر اس کے کناروں سے داخل ہوا جاتا، پھر ان سے فتنہ برپا کرنے کا سوال کیا جاتا تو یقیناً وہ اسے (عمل میں) لے آتے اور اس میں دیر نہ کرتے مگر تھوڑی۔''

منافقین کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر شہر مدینہ کے چاروں طرف سے دشمن ان پر حملہ کر دے، لوٹ مار شروع کر دے اور منافقین سے کہے کہ تم لوگ اسلام کا انکار کر کے دوبارہ کفر و شرک کو قبول کر لو، تو وہ لوگ ذرا بھی توقف سے کام نہیں لیں گے، بلکہ فوراً اپنے کفر کا اعلان کر دیں گے۔

وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾

''حالانکہ بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ کا عہد ہمیشہ پوچھا جانے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھوں نے تو اللہ سے عہد و پیمان کر رکھا تھا کہ وہ دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔ ان سے مراد بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے لوگ ہیں، جو غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور مسلمانوں کو وہاں جو فتح و نصرت حاصل ہوئی تھی، اسے سن کر کہتے تھے کہ اگر آئندہ کوئی جنگ ہوئی تو ہم ضرور شریک ہوں گے، لیکن غزوۂ احزاب میں ان کا بھرم کھل گیا کہ ان کی باتوں کا صداقت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾

''کہہ دے تمھیں بھاگنا ہرگز نفع نہیں دے گا اگر تم مرنے یا قتل ہونے سے بھاگو اور اس وقت تمھیں فائدہ نہیں دیا جائے گا مگر بہت کم۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی ان کے نفاق اور ان کی بزدلی کا جواب دیا کہ اگر تمھاری قسمت میں قتل لکھا ہوگا

اور تمھاری موت کا وقت آچکا ہوگا تو راہِ فرار اختیار کرنے سے تم بچ نہیں جاؤ گے، اور اگر تمھاری عمر کا کچھ حصہ باقی ہوگا تو وہ جلد ہی گزر جائے گا اور تم دنیا کی لذتوں سے بہت تھوڑا ہی فائدہ اٹھا سکو گے، پھر بالآخر موت تمھیں آدبوچے گی۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ﴿۱۷﴾

''کہہ دے وہ کون ہے جو تمھیں اللہ سے بچائے گا، اگر وہ تم سے کسی برائی کا ارادہ کرے، یا تم پر کسی مہربانی کا ارادہ کرے اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔''

اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے نبی کی زبانی یہ بھی کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمھیں شکست دینا چاہے، یا تمھیں ہلاک کرنا چاہے، یا کسی اور عذاب میں مبتلا کرنا چاہے، تو اس کے سوا تمھیں کون بچا سکے گا؟ یا اگر وہ تم پر رحم کرتے ہوئے تمھیں فتح و کامیابی اور عافیت و صحت سے نوازنا چاہے، تو اسے کون منع کر سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا بندوں کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔ ان کے لیے اس کی جناب کے سوا کوئی دوسری جائے پناہ نہیں ہے۔

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآئِلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَا ۚ وَ لَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ﴿۱۸﴾

''یقیناً اللہ تم میں سے رکاوٹیں ڈالنے والوں کو جانتا ہے اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والوں کو بھی کہ ہماری طرف آجاؤ اور وہ لڑائی میں نہیں آتے مگر بہت کم۔''

منافقین میں سے کچھ لوگ خفیہ طور پر مسلمانوں سے ملتے اور ایسی باتیں کرتے جن سے جنگ کرنے سے ان کی ہمت پست ہو۔ کہتے کہ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کی ابوسفیان اور اس کے لشکر کے سامنے کیا حیثیت ہے؟ مسلمان ان کی ایک جھڑپ بھی برداشت نہیں کر سکتے، اس لیے ان کے ساتھ اپنی جان جوکھم میں نہ ڈالو اور ہمارے پاس آکر سایہ دار درختوں اور پھلوں کے مزے اڑاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ موت کے ڈر سے جنگ کے قریب کم ہی پھٹکتے ہیں۔

اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ ۖۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَی الْخَیْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۱۹﴾

”تمھارے بارے میں سخت بخیل ہیں، پس جب خوف آ پہنچے تو تو انھیں دیکھے گا کہ تیری طرف ایسے دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری کی جا رہی ہو، پھر جب خوف جاتا رہے تو تمھیں تیز زبانوں کے ساتھ تکلیف دیں گے، اس حال میں کہ مال کے سخت حریص ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے اور یہ ہمیشہ سے اللہ پر بہت آسان ہے۔“

منافقین مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں نہایت بخیل ہیں، وہ جہاد میں اپنا مال خرچ نہیں کرتے ہیں اور جب جنگ کی وجہ سے انھیں موت کا خوف ہوتا ہے تو غایت درجہ بزدلی کی وجہ سے ان کی آنکھیں دائیں بائیں گھومنے لگتی ہیں، جیسے اس آدمی کی کیفیت ہوتی ہے جس پر موت طاری ہو اور جب جنگ کا خطرہ ٹل جاتا ہے تو مسلمانوں کی عیب جوئی اور مذمت کے لیے اپنی زبانیں دراز کرتے ہیں اور انھیں تکلیف پہنچاتے ہیں۔ یہ لوگ بھلائی کے کاموں میں بڑے ہی بخیل ہیں اور اپنے ایمان میں غیر مخلص اور منافق ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو رائگاں اور بے سود بنا دیا اور ایسا کرنا اس کے لیے بڑا ہی آسان ہے۔

يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۖ وَإِن يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُم بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُم مَّا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢٠﴾ ع ۱۴ ۸

”وہ لشکروں کو سمجھتے ہیں کہ نہیں گئے اور اگر لشکر آ جائیں تو وہ پسند کریں گے کاش! واقعی وہ بدویوں میں باہر نکلے ہوئے ہوتے، تمھاری خبریں پوچھتے رہتے اور اگر وہ تم میں موجود ہوتے تو نہ لڑتے مگر بہت کم۔“

منافقین خوف اور بزدلی کی وجہ سے لشکر کفار کے واپس چلے جانے کے بعد بھی یہی سمجھتے ہیں کہ ابھی وہ لوگ آس پاس ہی موجود ہیں اور ممکن ہے دوبارہ واپس آ جائیں۔ اگر واقعی دشمن واپس آ جائے تو ان کی تمنا ہوگی کہ کاش! وہ لوگ بادیہ نشینوں کے پاس چلے گئے ہوتے، تاکہ جنگ میں شریک ہونے کی نوبت نہ آتی اور وہیں سے آنے جانے والوں سے مسلمانوں کے بارے میں دریافت کرتے کہ لشکر کفار سے مڈبھیڑ میں ان کا انجام کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ مدینہ سے چلے بھی جاتے تو مسلمانوں کا کچھ نہ بگڑتا، اس لیے کہ اگر یہ لوگ ہوتے بھی تو صرف دکھلاوے کے لیے شریک ہوتے اور کوئی مفید کام انجام نہ دیتے۔

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾

”بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کی امید رکھتا ہو

اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہو۔“

نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی نیک صفات اور اچھے اخلاق و کردار میں مومنوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپ مشکل گھڑیوں میں ہمیشہ ثابت قدم رہے، دکھ اور مصیبت پر صبر کیا اور کسی حال میں بھی آپ کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی۔ مکی زندگی میں کفارِ مکہ نے آپ پر مصیبتوں کے پہاڑ ڈھائے، آپ اور مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا، لیکن آپ ایمان و عزیمت کے ساتھ سب کچھ جھیل گئے۔ آپ کے یہ اوصاف ان مومنوں کے لیے مشعل راہ ہیں جو رضائے الٰہی اور ثواب آخرت کی امید لگائے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے وقت بزدلی نہیں دکھاتے اور اللہ کو خوب یاد کرتے رہتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اپنے اقوال، افعال، احوال اور ہر اعتبار سے اسوۂ حسنہ ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر اس شخص کو جو قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اسے رسول اللہ ﷺ کی سنت و سیرت کی پیروی کرنی چاہیے۔ قیامت پر ایمان رکھنے کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی جائے۔ جو شخص قیامت پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی پیروی نہ کرے تو قیامت پر ایمان لایعنی ہے۔ قرآن مجید میں سنت کی پیروی پر بہت زور دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَـبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَۨا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُـحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [الأعراف: ۱۵۶ تا ۱۵۸] ”اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو میں اسے ان لوگوں کے لیے ضرور لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (ان کے لیے) جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں نیکی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اسی کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے

اور مارتا ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔"

رسول اللہ ﷺ نے بھی اتباع سنت پر بہت زور دیا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک کام کیا اور اس کی اجازت بھی دی، لیکن بعض لوگوں نے اس سے پرہیز کیا۔ یہ خبر نبی اکرم ﷺ کو پہنچی، تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا: "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میں ایک کام کرتا ہوں اور وہ اس سے پرہیز کرتے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں ان سب سے زیادہ اللہ سے واقف ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔" [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما يكره من التعمق ...... الخ : ۷۳۰۱۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب علمه ﷺ بالله تعالٰى و شدة خشيته : ۲۳۵۶]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک کام کو چھوڑ دیتے تھے، حالانکہ آپ کو اس کا کرنا پسند ہوتا تھا، اس اندیشہ سے (اس کام کو چھوڑ دیتے تھے) کہ لوگ بھی اس کام کو کریں گے تو کہیں وہ ان پر فرض نہ ہو جائے۔ [بخاری، كتاب التهجد، باب تحريض النبی ﷺ على قيام الليل و النوافل من غير إيجاب : ۱۱۲۸]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نفل نماز پڑھی۔ لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر دوسری رات بھی آپ نے نماز پڑھی اور مقتدی بہت ہو گئے، پھر تیسری یا چوتھی رات کو بھی لوگ جمع ہوئے، لیکن آپ باہر نہیں نکلے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: "میں نے تمھارا جمع ہونا دیکھا تھا اور مجھے تمھارے پاس آنے سے کسی چیز نے نہیں روکا مگر اس بات نے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں تم پر (یہ نماز) فرض نہ ہو جائے۔"
[بخاری، كتاب التهجد، باب تحريض النبی ﷺ على قيام الليل و النوافل من غير إيجاب : ۱۱۲۹]

وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۫ وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾

"اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا تو انھوں نے کہا یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا، اور اس چیز نے ان کو ایمان اور فرماں برداری ہی میں زیادہ کیا۔"

غزوۂ احزاب کے موقع پر یہود و منافقین کی حالت بیان کرنے کے بعد اب مخلص مومنین کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے کہ جب انھوں نے لشکر کفار کو ہر طرف سے آتا دیکھا، تو کہنے لگے کہ ہمارے رب نے تو ہمیں اس کی خبر پہلے سے دے رکھی ہے کہ جب ہم ہر طرف سے گھیر لیے جائیں گے اور ہمارا اضطراب اور ہماری پریشانی انتہا کو پہنچ جائے گی، اس وقت ہم اپنے رب سے مدد مانگیں گے اور اس کے سامنے گریہ وزاری کریں گے تو اس کی مدد آئے گی اور ہمیں فتح و نصرت حاصل ہو گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ

قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۱۴] ''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، انھیں تنگدستی اور تکلیف پہنچی اور وہ سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، کہہ اٹھے اللہ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔''

اللہ اور اس کے رسول کی خبر کی صداقت ظاہر ہو کر رہی کہ دشمن کی فوج تتر بتر ہوگئی اور بغیر جنگ کے مسلمانوں کو فتح و نصرت حاصل ہوئی۔ اس موقع پر مسلمانوں کو جو بھی پریشانیاں لاحق ہوئیں اور منافقوں کا جو گھناؤنا کردار سامنے آیا، ان ساری باتوں سے مومنوں کے ایمان میں اضافہ ہوا اور انھوں نے اللہ کی تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور صبر و تحمل کے ساتھ اسے برداشت کیا۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۙ﴿۲۳﴾

''مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے وہ بات سچ کہی جس پر انھوں نے اللہ سے عہد کیا، پھر ان میں سے کوئی تو وہ ہے جو اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وہ ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انھوں نے نہیں بدلا، کچھ بھی بدلنا۔''

ان مومنین مخلصین نے اللہ تعالیٰ سے جس صبر و ثابت قدمی کا وعدہ کیا تھا، اس میں سچے ثابت ہوئے، انھوں نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد کیا، عمل صالح کیا اور گناہوں سے بچتے رہے۔ ان سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنھوں نے نذر مانی تھی کہ اگر انھیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کا موقع ملا تو ثابت قدم رہیں گے اور راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ چنانچہ ان میں سے بعض تو جنگ میں کام آ گئے، جیسے حمزہ، مصعب بن عمیر اور انس بن نضر رضی اللہ عنہم اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور جو بچ گئے، جیسے عثمان بن عفان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم وہ اللہ کی فتح و نصرت اور اس کی راہ میں شہادت کا انتظار کرتے رہے۔ انھوں نے اپنے رب سے جو عہد و پیمان کیا تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور نہ منافقوں کی طرح نقض عہد کیا۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے قرآن لکھنا شروع کیا تو سورۂ احزاب کی ایک آیت مجھے نہیں ملتی تھی، حالانکہ سورۂ احزاب میں وہ آیت میں نے خود رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنی تھی۔ آخر سیدنا خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس سے یہ آیت ملی۔ یہ وہ صحابی ہیں جن کی اکیلے کی گواہی کو رسول اللہ ﷺ نے دو گواہوں کے برابر قرار دیا تھا۔ وہ آیت یہ ہے: ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾ [الأحزاب : ۲۳] [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ فمنهم من قضی

نحبه و منهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا ﴾ : ٤٧٨٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا، جن کے نام پر میرا نام رکھا گیا ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہو سکے، تو یہ امر ان پر بہت شاق گزرا۔ انھوں نے کہا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی لڑائی سے غائب رہا، اب اگر اللہ تعالیٰ دوسری کسی لڑائی میں مجھے آپ کے ساتھ شریک کرے گا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ وہ اس کے سوا کچھ اور کہنے سے ڈرے۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد کی لڑائی میں شریک ہوئے تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے۔ انس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، اے ابو عمرو! کہاں جا رہے ہو؟ پھر کہنے لگے، مجھے تو احد کی طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ پھر وہ لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (لڑائی کے بعد دیکھا) تو ان کے بدن پر اسی (۸۰) سے زائد تلوار، نیزے اور تیر کے زخم تھے۔ ان کی بہن یعنی میری پھوپھی ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے اپنے بھائی کو نہیں پہچانا، مگر ان کی انگلیوں کی پوریں دیکھ کر (کیونکہ سارا بدن زخموں سے چور تھا) اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی : ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾ [الأحزاب : ۲۳] ”مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے وہ بات سچ کر دکھائی جس پر انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا، پھر ان میں سے کوئی تو وہ ہے جو اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وہ ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انھوں نے نہیں بدلا، کچھ بھی بدلنا۔“ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ سمجھتے تھے کہ یہ آیت ان کے اور ان کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ [مسلم، كتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۹۰۳]

سیدنا معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا: ”یہ ان میں سے ہے جنھوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔“ [ابن ماجه، كتاب السنة، باب فضل طلحة بن عبيد الله رضى الله عنه : ۱۲٦۔ ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة الأحزاب : ۳۲۰۲]

سیدنا قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہاتھ دیکھا، جس سے احد کے دن انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا تھا کہ وہ شل تھا۔ [بخاری، كتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب ذكر طلحة بن عبيد الله : ۳۷۲٤]

لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾

”تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر چاہے، یا ان کی توبہ قبول فرمائے۔ بلاشبہ اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ وہ سچوں کو ان کی سچائی کا اچھا بدلہ دے اور جنھوں نے نفاق کی راہ

اختیار کی اور توبہ کر کے اپنی حالت کی اصلاح نہیں کی، اگر چاہے تو انھیں عذاب دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ ﴾ [آل عمران: ۱۷۹] ”اللہ کبھی ایسا نہیں کہ ایمان والوں کو اس حال پر چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھیں غیب پر مطلع کرے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قسم اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو البتہ اللہ تعالیٰ تمھیں فنا کر دے گا اور ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اس سے بخشش مانگیں گے، تو اللہ تعالیٰ انھیں بخش دے گا۔“ [مسلم، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة : ۲۷۴۹]

وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۟ۚ

”اور اللہ نے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ان کے غصے سمیت لوٹا دیا، انھوں نے کوئی بھلائی حاصل نہ کی اور اللہ مومنوں کو لڑائی سے کافی ہو گیا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد قوت والا، سب پر غالب ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے والے کافروں اور مشرکوں کی جماعتوں کو مدینہ سے بھگا دیا اور ان پر زناٹے کی آندھی اور آسمانی لشکروں کو بھیج کر انھیں خائب و خاسر کر دیا اور وہ اپنے غیظ و غضب سمیت واپس جا رہے تھے۔ اس لیے کہ ان کی جنگی تیاریاں اور تمام قبائل عرب کے ساتھ مدینہ پر دھاوا بول دینے کی زبردست سازش دھری کی دھری رہ گئی، نہ مدینے پر حملہ کر سکے اور نہ کوئی مال غنیمت انھیں ہاتھ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام جنگی چالوں کو ناکام بنا دیا اور مسلمانوں کو جنگ کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔

وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ : اللہ تعالیٰ مومنین کے لیے کافی ہو گیا، اس میں فرشتوں کی مدد اور آندھی کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۹] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ پر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم پر کئی لشکر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ اسے خوب دیکھنے والا تھا۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، اَعَزَّ جُنْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَ غَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ)) ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس

نے اپنے لشکر کو عزت دی اور اپنے بندے (محمد ﷺ) کی مدد کی اور کافروں کی فوجوں پر وہ اکیلا غالب آیا، اس کی سی ہستی کسی کی نہیں۔‘‘ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق : ٤١١٤]

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احزاب کے موقع پر مشرکین کے بارے میں یہ بددعا کی تھی: « اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيْعَ الْحِسَابِ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ ! اهْزِمْهُمْ وَ زَلْزِلْهُمْ » ’’اے اللہ! کتاب کو نازل فرمانے والے، جلد حساب لینے والے، اے اللہ! جماعتوں کو شکست دے، اے اللہ! انھیں شکست دے دے اور ان کے پاؤں ڈگمگا دے۔‘‘ [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب الدعاء على المشركين بالهزيمة والزلزلة : ٢٩٣٣۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب استحباب الدعاء بالنصر عند لقاء العدو : ١٧٤٢]

سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احزاب کے موقع پر فرمایا تھا: ’’اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے، وہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔‘‘ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب : ٤١١٠]

آگے آنے والی آیات یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ کے متعلق ہیں، قبل اس کے کہ ہم ان آیات کی تفسیر بیان کریں، ہم ان آیات کے سلسلہ میں بطور تمہید صحیح احادیث کی روشنی میں مندرجہ ذیل حالات تحریر کر رہے ہیں، تاکہ ان آیات کا مضمون آسانی سے سمجھ میں آ سکے۔ مدینہ منورہ میں یہودیوں کے تین بڑے قبیلے آباد تھے، بنو نضیر، بنو قینقاع اور بنو قریظہ۔ یہودیوں کی بدعہدی کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر، بنو قینقاع اور یہودیوں کے دوسرے قبیلوں کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا تھا، لیکن بنو قریظہ کو از راہ کرم جلا وطن نہیں کیا تھا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ کے یہودی رسول اللہ ﷺ سے لڑے، تو آپ ﷺ نے بنی نضیر کے یہودیوں کو نکال دیا اور بنو قریظہ کے یہودیوں کو رہنے دیا، آپ نے ان پر احسان کیا۔ [مسلم، كتاب الجهاد، باب إجلاء اليهود من الحجاز : ١٧٦٦]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ سے تمام یہودیوں کو نکال دیا، بنو قینقاع کو، جو سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی قوم تھی، انھیں نکال دیا اور بنو حارثہ کے یہودیوں کو اور ہر اس یہودی کو جو مدینہ میں تھا، مدینہ سے نکال باہر کیا۔ [مسلم، كتاب الجهاد، باب إجلاء اليهود من الحجاز : ١٧٦٦]

سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو غزوۂ احزاب میں (کم سن ہونے کی وجہ سے) عورتوں کے ساتھ ٹھہرا دیا گیا، پھر میں نے دیکھا کہ (میرے والد) زبیر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہیں اور دو بار یا تین بار بنو قریظہ کے محلّہ سے ہو کر آئے۔ جب میں لوٹ کر آیا تو میں نے کہا، ابا جان! میں نے دیکھا تھا کہ آپ بار بار آتے جاتے تھے (یہ کیا معاملہ تھا)؟ انھوں نے کہا، بیٹا! تم نے مجھے دیکھا تھا؟ میں نے کہا، جی ہاں، انھوں نے کہا، ہوا یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کوئی ہے جو بنو قریظہ کے محلّہ میں جائے اور ان کی خبر لائے؟‘‘ تو میں گیا، جب

لوٹ کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ماں باپ دونوں کا ایک ساتھ ذکر کر کے فرمایا: ”تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔“ [بخاری، كتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب الزبير بن العوام رضی الله عنه : ۳۷۲۰۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة و الزبير رضی الله تعالٰی عنهما : ٢٤١٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ جب غزوۂ خندق سے لوٹے تو آپ نے ہتھیار اتار دیے اور غسل فرمایا، تو جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ”آپ نے ہتھیار اتار ڈالے؟ ہم فرشتوں نے تو واللہ! ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے، ان کی طرف چلیے!“ آپ نے پوچھا: ”کن کی طرف؟“ انھوں نے کہا: ”بنو قریظہ کی طرف۔“ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ان سے لڑنے کے لیے نکلے۔ [بخاری، كتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الأحزاب ...... الخ : ٤١١٧]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ خندق (کی فتح) کے دن فرمایا: ”تم میں سے ہر شخص عصر کی نماز بنو قریظہ کے محلّہ میں پہنچ کر پڑھے۔“ تو بعض لوگوں کو عصر کی نماز کا وقت راستہ میں آ گیا تو ان میں سے بعض نے کہا، ہم تو جب تک بنو قریظہ کے محلّہ میں نہ پہنچ جائیں عصر کی نماز نہیں پڑھیں گے۔ بعض لوگوں نے کہا، ہم نماز پڑھ لیتے ہیں، آپ کا یہ مقصد نہیں تھا (کہ ہر حال میں نماز بنو قریظہ کے محلّہ ہی میں پہنچ کر پڑھی جائے) پھر جب اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا تو آپ نے کسی پر ناراضی کا اظہار نہیں کیا۔ [بخاری، كتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الأحزاب ...... الخ : ٤١١٩]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، گویا میں (اس وقت) اس گرد کو دیکھ رہا ہوں، جو بنی غنم کی گلیوں میں اڑ رہی تھی، وہ جبریل علیہ السلام کی سواری کی تھی۔ دراصل یہ اس وقت کا ذکر ہے، جب رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ سے لڑنے کے لیے جا رہے تھے۔ [بخاری، كتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الأحزاب ...... الخ : ٤١١٨]

وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾

”اور اس نے ان اہل کتاب کو، جنھوں نے ان کی مدد کی تھی، ان کے قلعوں سے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے اور دوسرے گروہ کو قید کرتے تھے۔ اور تمھیں ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنا دیا اور اس زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

غزوۂ احزاب کے موقع پر یہود بنو قریظہ نے خیانت کی، نقض عہد کیا اور کفار عرب کے ساتھ مل گئے۔ انھی کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ چونکہ انھوں نے بدعہدی کر کے کفار عرب کی تائید کی تھی، اس لیے مسلمانوں نے غزوۂ احزاب کے

بعد ان کا محاصرہ کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ وہ اپنے قلعوں کے دروازے کھول کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ گئے اور ہتھیار ڈال دیے۔ آپ نے ان کے بالغ مردوں کو قتل کروا دیا، عورتیں اور بچے لونڈی اور غلام بنا لیے گئے اور ان کے اموال بطور مالِ غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیے گئے۔ مسلمان کھیتوں، باغات، مکانات، قلعوں، مویشی، ہتھیار، درہم و دینار اور دیگر منقولہ جائدادوں کے مالک بن گئے اور کچھ ہی دنوں بعد یہود خیبر کی زمینوں کے بھی مالک بن گئے۔

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ : یعنی اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ کے یہودیوں کو، جنھوں نے قریش و غطفان کے لشکروں سے تعاون کیا اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے میں ان کی مدد کی تھی، انھیں ان کے قلعوں سے اتار دیا۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو قریظہ کے یہودی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر راضی ہو کر قلعہ سے اتر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ جب مسجد کے قریب پہنچے تو آپ نے انصار سے فرمایا: ''اٹھو! اپنے سردار (کے استقبال) کے لیے۔'' پھر سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''بنو قریظہ کے یہودی تمھارے فیصلے پر راضی ہو کر اترے ہیں۔'' انھوں نے کہا، یا رسول اللہ! جو ان میں سے لڑائی کے قابل ہیں، وہ قتل کر دیے جائیں، جبکہ عورتیں اور بچے قیدی بنا لیے جائیں۔ آپ نے فرمایا: ''تو نے وہی فیصلہ کیا جس کا اللہ نے حکم دیا۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الأحزاب ...... الخ : ۴۱۲۱]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوۂ خندق میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بازو کی ایک رگ میں تیر لگ گیا، تو آپ نے مسجد ہی میں ان کے لیے خیمہ لگا دیا، تاکہ قریب سے عیادت کر سکیں۔ مسجد میں بنو غفار کا خیمہ بھی تھا، جب (سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا) خون بہ بہ کر ان کے خیمہ کی طرف آنے لگا تو وہ ڈر گئے، کہنے لگے، اے خیمہ والو! یہ کیا ہے جو تمھاری طرف سے بہ کر ہمارے پاس آ رہا ہے؟ دیکھا تو سعد رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون بہ رہا تھا۔ آخر اسی زخم سے وہ چل بسے۔ [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب الخیمة فی المسجد للمرضٰی وغیرھم : ۴۶۳]

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ : ''رعب'' سے مراد خوف ہے، کیونکہ ان لوگوں نے مشرکین کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے تعاون و امداد دی تھی اور انھوں نے مسلمانوں کو خوف میں مبتلا کر دیا اور انھیں قتل کرنے کا ارادہ کیا، تاکہ دنیا میں انھیں غلبہ حاصل ہو جائے، مگر صورت حال اس کے برعکس ہو گئی، ان کی سب تدبیریں الٹی ہو گئیں، انھوں نے دنیا میں معزز ہونے کا پروگرام بنایا تھا مگر ذلیل و رسوا ہو گئے۔ انھوں نے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا ارادہ کیا تھا، مگر خود مٹ گئے۔

فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا : جن کو قتل کیا گیا وہ جنگجو تھے اور جنھیں قیدی بنایا گیا وہ چھوٹے بچے اور عورتیں تھیں،

سیدنا عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بنو قریظہ کے قیدیوں میں سے تھا، چنانچہ مسلمانوں نے دیکھنا شروع کیا، یعنی جس جس کے (زیر ناف) بال اگ آئے تھے اسے قتل کر دیا گیا اور جس کے نہیں اُگے تھے، اسے قتل نہ کیا گیا۔ چنانچہ میں ان میں سے تھا جن کے بال نہیں اُگے تھے۔ [أبو داوٗد، كتاب الحدود، باب في الغلام يصيب الحد : ٤٤٠٤۔ ترمذي، كتاب السير، باب ما جاء في النزول على الحكم : ١٥٨٤]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کر دوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“

فتوحات کے نتیجہ میں جب مسلمانوں کی حالت پہلے کی نسبت کچھ بہتر ہو گئی تو انصار و مہاجرین کی عورتوں کو دیکھ کر ازواج مطہرات نے بھی نان و نفقہ میں اضافے کا مطالبہ کر دیا، تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں کو اختیار دے دیں کہ اگر وہ اس دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہیں تو آپ انھیں دنیا کا ساز و سامان دے کر رخصت کر دیں، یعنی طلاق دے دیں اور اگر وہ اللہ، اس کے رسول اور آخرت کو پسند کریں اور اسی تنگ حالی میں آپ کے پاس رہ کر صبر کریں، تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ انھیں بے حد اجر و ثواب سے سرفراز فرمائے گا۔ اس اختیار کے بعد ازواج مطہرات نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو اپنے لیے پسند فرمایا تو اس کے بعد اللہ نے بھی انھیں دنیا کی بھلائی اور آخرت کی سعادت دونوں سے سرفراز فرما دیا تھا۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ انھوں نے دیکھا کہ لوگ آپ کے دروازے پر جمع ہیں اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جب اجازت ملی تو وہ اندر گئے۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت مانگی، ان کو بھی اجازت دے دی گئی۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے گرد آپ کی بیویاں غمگین اور خاموش بیٹھی ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں کہا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیں۔ انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کاش! آپ دیکھتے خارجہ کی بیٹی کو (یعنی میری بیوی کو) کہ اگر وہ مجھ سے خرچ مانگتی تو میں اس کا گلا گھونٹ دیتا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے، آپ نے فرمایا: ”یہ سب میرے گرد بیٹھی ہوئی ہیں، جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، یہ مجھ سے خرچ مانگ

رہی ہیں۔" تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گلا گھونٹنے لگے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا گلا گھونٹنے لگے۔ وہ دونوں کہہ رہے تھے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چیز مانگ رہی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے، وہ کہنے لگیں، اللہ کی قسم! ہم کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی چیز نہیں مانگیں گی، جو آپ کے پاس نہ ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی بیویوں سے ناراض ہو کر) ان سے ایک مہینا یا انتیس دن تک علیحدہ رہے۔[مسلم، كتاب الطلاق، باب بيان أن تخييره امرأته لا يكون طلاقًا إلا بالنية : ١٤٧٨]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے گوشہ نشینی اختیار کی تو میں مسجد میں داخل ہوا۔ لوگوں کو دیکھا کہ وہ کنکریاں الٹ پلٹ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ یہ اس زمانے کی بات ہے کہ ازواج مطہرات کو پردے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دل میں سوچا کہ میں ضرور آج کا حال معلوم کروں گا۔ لہٰذا میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، میں نے ان سے کہا، اے ابو بکر کی بیٹی! تمھارا یہ حال ہو گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے لگی ہو۔ انھوں نے کہا کہ مجھ کو تم سے اور تم کو مجھ سے کیا مطلب اے خطاب کے بیٹے! تم اپنی زنبیل (یعنی اپنی بیٹی) کی خبر لو۔ کہتے ہیں کہ میں حفصہ کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا، اے حفصہ! نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے لگیں؟ اللہ کی قسم! تم جانتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو نہیں چاہتے اور اگر میں نہ ہوتا تو اب تک تم کو طلاق دے چکے ہوتے۔ اس پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا، وہ اپنے سٹور میں اپنے بالا خانے میں تشریف فرما ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں (حفصہ کے حجرے سے) باہر نکلا اور منبر کے پاس آیا تو دیکھا کہ اس کے گرد لوگ بیٹھے ہیں، ان میں سے کچھ رو رہے ہیں۔ میں تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھا رہا، پھر مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا تو میں اٹھ کر اس بالا خانے کے پاس آیا جس میں آپ فروکش تھے۔ میں نے اس کالے غلام سے کہا جو وہاں بیٹھا تھا کہ عمر کے لیے اجازت مانگ۔ اس نے اندر جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی پھر باہر نکلا تو کہنے لگا، میں نے آپ سے تمھارا ذکر کیا لیکن آپ خاموش رہے۔ چنانچہ میں لوٹ آیا اور منبر کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا اور میں بالا خانے کے پاس گیا اور اس سے وہی کہا جو پہلے کہا تھا، لیکن پھر ویسا ہی معاملہ ہوا۔ چنانچہ میں پھر ان لوگوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا جو منبر کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر مجھ سے رہا نہ گیا، رنج نے غلبہ کیا، اس غلام کے پاس آیا اور میں نے کہا، عمر کے لیے اجازت مانگ! لیکن اب کے پھر وہی ہوا۔ آخر میں پیٹھ موڑ کر (مسجد کی طرف) چلا۔ اس وقت غلام نے مجھے پکارا اور کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو اجازت دے دی ہے۔ یہ سن کر میں آپ کے پاس گیا۔ آپ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس پر کوئی بچھونا وغیرہ نہیں تھا۔ چٹائی کے نشان آپ کے پہلو پر پڑ گئے تھے۔ آپ اس وقت ایک ایسے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، میں نے کھڑے ہی

کھڑے آپ کو سلام کیا اور پوچھا، کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی؟ آپ نے میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: ''نہیں۔'' پھر میں نے آپ کا غم ہلکا کرنے کی کوشش کی اور کھڑے ہی کھڑے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ دیکھیے! ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب تھے، پھر ہم ایسے لوگوں کے پاس آئے جن کی عورتیں ان پر غالب ہیں۔ یہ سن کر آپ مسکرائے۔ پھر میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کاش! آپ ملاحظہ فرماتے کہ میں حفصہ کے پاس گیا اور میں نے کہا تو اپنی ہمجولی سے دھوکا نہ کھانا، وہ تجھ سے زیادہ خوبصورت ہے اور رسول اللہ ﷺ تجھ سے زیادہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ ان کی مراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھی۔ یہ سن کر آپ پھر مسکرائے۔ جب میں نے دیکھا کہ آپ پھر مسکرائے تو میں بیٹھ گیا اور آپ کے گھر میں چاروں طرف دیکھنے لگا، اللہ کی قسم! سوائے تین کھالوں کے اور کوئی چیز نظر نہ آئی، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ آپ کی امت کو فارغ البالی عطا فرمائے، ایران اور روم کے لوگ مال دار ہیں، اللہ نے ان کو دولت دے رکھی ہے، حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ اس وقت آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''خطاب کے بیٹے! کیا ابھی تم کو شک ہے؟ ان لوگوں کو تو ان کی نعمتیں دنیا کی زندگی ہی میں جلد دے دی گئی ہیں۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے لیے استغفار کیجیے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! جب میں مسجد میں داخل ہوا تو مسلمان کنکریاں الٹ پلٹ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی تو کیا میں اتروں اور ان کو خبر دے دوں کہ آپ نے ان کو طلاق نہیں دی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اگر تم چاہو۔'' میں آپ سے باتیں کرتا رہا، یہاں تک کہ آپ کے چہرۂ مبارک سے غصہ چلا گیا اور آپ ہنسے، یوں کہ آپ کے دانت دکھائی دیے۔ آپ کی ہنسی تمام لوگوں کی ہنسی سے زیادہ خوبصورت ہوتی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نیچے اترے اور میں بھی اترا، میں اس کھجور کے تنے کو پکڑتا ہوا اتر رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ اس طرح (بے تکلف) اتر رہے تھے جیسے زمین پر چل رہے ہوں۔ آپ نے تنے کو چھوا تک نہیں۔ پھر میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ بالا خانے میں انتیس دن رہے؟ آپ نے فرمایا: ''مہینا انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔'' صحیح بخاری میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انتیس دن کے بعد آپ پہلے میرے پاس آئے، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ ایک مہینا تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے اور ابھی تو انتیس ہی راتیں گزری ہیں، میں ان کو گنتی رہی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مہینا انتیس دن کا ہے۔'' اور وہ مہینا انتیس دن ہی کا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اختیار کی آیت نازل کی تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے مجھی سے پوچھا، آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، اس کے جواب میں تم جلدی نہ کرنا، اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں خوب جانتی تھی کہ میرے والدین رسول اللہ ﷺ سے جدا ہونے کی کبھی رائے نہیں دیں گے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۝ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [الأحزاب : ۲۸، ۲۹] ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کر دوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی، کیا میں اس سلسلہ میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی؟ میں تو اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کی طلب گار ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اپنی دوسری بیویوں کو بھی اختیار دیا تو انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔ [مسلم، كتاب الطلاق، باب في الإيلاء و اعتزال النساء و تخييرهن و قوله تعالٰى : ﴿ و إن تظاهرا عليه ﴾ : ۱۴۷۹۔ بخاري، كتاب المظالم، باب الغرفة و العلية المشرفة وغير المشرفة في السطوح و غيرها : ۲۴۶۸]

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا۝

''اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کھلی بے حیائی (عمل میں) لائے گی اس کے لیے عذاب دوگنا بڑھایا جائے گا اور یہ بات اللہ پر ہمیشہ سے آسان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو، جنھوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو پسند کر لیا تھا اور جس کی وجہ سے وہ بدستور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہی رہیں، انھیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ دیگر تمام عورتوں کی نسبت ان کے لیے یہ حکم خاص ہے کہ ان میں سے جو کوئی صریح ناشائستہ حرکت کرے گی اس کو دوگنی سزا دی جائے گی۔ اس لیے کہ بلند مرتبت لوگوں کی معمولی غلطیاں بھی بڑی شمار ہوتی ہیں، سو ان کی سزا بھی دوگنی ہوتی ہے۔